حضور ﷺ کی صداقت کے دلائل

معجزاتِ سیّد الکونین ﷺ

تألیف

حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیرؒ

دار المطالعہ
DAR-UL-MUTALIAH
JAMIAH MASJID ALLAH WALI
HASILPUR OLD (BWP.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معجزاتِ سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْزِلْهُ
الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ

ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: "جو شخص یہ درود شریف پڑھے، میری شفاعت اس پر واجب اور ضروری ہے" طبرانی

عرض ناشر: الحمدللہ اگرچہ ہم نے کتاب کی تصحیح و طباعت میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا ہے، لیکن کبھی کبھی کتابت، طباعت اور جلد سازی میں سہوا غلطی ہو جاتی ہے۔
اگر کسی صاحب کو ایسی کسی غلطی کا علم ہو تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں

DAR-UL-MUTALIAH
Near Old Water Tanki Hasilpur Mandi
E.Mail:darulmutaliah@yahoomail.com
Phone No.062-2442059

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل

معجزات سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

حافظ عماد الدین ابو الفدا ابن کثیر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائیہ

معجزہ کیا ہے؟

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تخریج و تحقیق ترجمہ
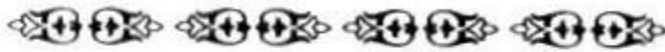
حضرت مولانا مفتی محمد رضوان
فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان

شعبہ تحقیق و تصنیف
دار المطالعہ
0622442059
بالمقابل جامع مسجد اللہ والی حاصل پور شہر ضلع بہاولپور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

2010

محمد عابد شریف

نے لٹل سٹار پریس لاہور سے چھپوا کر

شعبہ تحقیق و تصنیف

دار المطالعہ

بالمقابل جامع مسجد اللہ والی حاصل پور شہر ضلع بہاولپور پاکستان

سے شائع کی

عنوانات

صفحہ نمبر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

پیش لفظ

’’معجزہ کیا ہے‘‘ دراصل حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ان معرکۃ الآ راء تقاریر میں سے ہے جو اپنی اہمیت وافادیت کے لحاظ سے عوام وخواص دونوں طبقوں کے لیے انفرادی خصوصیت کی حامل ہیں۔

زیرنظر کتاب میں انتہائی مربوط اور دلچسپ انداز میں معجزوں کی حقیقت اور انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ان کے ظہور کے وجوہ پر ایک جامع اور مدلل بحث کی گئی ہے۔

پیغمبرانِ حق ان گم کردہ راہ قوموں کی راہبری اور راہنمائی کے لیے اس عالم میں تشریف لائے جو مسبب الاسباب اور اس کی مشیتوں سے انحراف کر کے صرف اسباب و عوارض کے جویا بن کر رہ گئے۔

ظاہر ہے کہ ایسے تیرہ وتار ذہنوں کو علم وحقانیت سے منور کرنے کے لیے محض علمی دلائل کافی نہیں ہوسکتے جب تک کہ ان کے ساتھ کچھ ایسے معاون براہین نہ ہوں جن کا تعلق مشاہدہ سے ہوتا ہے اور ان مشاہداتی دلائل کی فوقیت و برتری تمام دنیوی خوراک اور شعبدوں پر ثابت اور مسلّم ہو کہ ان کا مِنَ اللّٰہ ہونا اور ان کی ناقابل انکار صداقت پر منکر ذہن کو خمیدہ سر ہونے پر مجبور کر کے اس کے لیے باب توفیق وا کر سکے۔

ان باریک تر مسائل پر حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن رسا نے جو نکتہ سنجیاں فرمائی ہونگی ان کا اندازہ اہل علم و دانش بالخصوص اور عوام بالعموم بہ آسانی کر سکتے ہیں۔

کیونکہ کتاب کی افادیت اور متوقع مقبولیت کے سلسلے میں حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ہی شاہد معتبر ہے۔

بیان کی افادیت کے پیش نظر کتاب کے ابتدائیے کے طور پر عنوان کی مناسبت سے اس کا انتخاب کیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى كَآفَّةِ النَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَيْهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

(پارہ ۲۷: سورۃ الحدید)

بزرگان محترم!

یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے' جو اس وقت میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں حق تعالیٰ شانہ نے دین کے چند بنیادی اساسی مقاصد پر روشنی ڈالی ہے۔ آج انہی کے بارے میں آپ حضرات سے کچھ عرض کروں گا۔

ترجمہ: ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا بینات کے ساتھ یعنی کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ کہ جن سے رسولوں کو پہچانا جا سکے اور رسولوں کے ساتھ ہم نے نازل کی کتاب جس سے قوانینِ خداوندی پہچانے جا سکیں' امر و نہی سامنے آئیں اور احکام ربانی واضح ہوں۔ اور کتاب کے ساتھ ہم نے میزان بھی بھیجی کہ جس میں ناپ تول کر اندازہ کیا جائے کہ واقعی یہ چیز حق ہے اس کے دلائل' اس کے علل اور اس کے اسرار بھی ہم نے ساتھ بھیجے"

تو اس آیت میں بتلایا گیا کہ ایک بڑا انعام اللہ تعالیٰ کی نبوت ہے جو دنیا میں بھیجی گئی۔ ایک نبوت کی دلیل ہے جو بینات ہیں۔ ایک نبوت کا اثر ہے۔ جو اس کی تعلیمات ہیں جس کو کتاب سے تعبیر کیا گیا۔ ایک اس اثر کے وجوہ اور شواہد ہیں کہ جن کو میزان سے تعبیر کیا گیا۔

تو نبوت اور بینات اور کتاب اور میزان یہ چار نعمتیں ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا گیا۔

دنیا جانتی ہے کہ یہ عالم ظلمانی ہے۔ اس میں اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ سب سے بڑا روشن چراغ اس میں انسان ہے لیکن خود انسان اپنی جبلت کے اعتبار سے ظلمانی ہے، جتنے اس کے پیدائش کے مادے ہیں وہ سب ظلمانی، اس کی جائے پیدائش وہ سب ظلمانی، اس کی پیدائش خلقت، اور جبلت میں ظلم، اور ظلمات دونوں رکھے ہوئے ہیں۔ صرف اگر خوبی ہے انسان میں تو وہ استعداد اور صلاحیت کی ہے کہ اگر اس میں کسی خمیر کو ڈال دیا جائے تو وہ قبول کر لیتا ہے۔ فعل کے درجہ میں کوئی خوبی انسان کی ذات میں موجود نہیں۔ اسی کو ایک موقعہ پر قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

اس صلاحیت کے بارے میں کہ:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ○

”ہم نے اپنی امانت پیش کی آسمانوں پر، زمین پر، دریاؤں پر پہاڑوں پر فَاَبَيْنَ سب نے انکار کر دیا“

کہ اس امانت کو نہیں اٹھا سکتے۔ ہم میں قوت نہیں، یہ کرہ کے کچے حضرت انسان بھی کھڑے ہوئے تھے انہوں نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ اس امانت کے لیے میں تیار ہوں۔

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ○

انسان نے وہ امانت اٹھالی

فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ:

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ○

تھا' نہ بڑا ظلوم اور جہول ! اسی لیے تو امانت اٹھالی۔

تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کام تو انسان نے وہ کیا جو کائنات میں کوئی نہ کر سکا۔ بڑی بڑی مخلوقات آسمان' زمین' دریا اور پہاڑ سب عاجز رہ گئے۔

اٹھا تو یہ ضعیف البنیان انسان اٹھا۔ اور اس نے کہا ''میں امانت اٹھانے کو تیار ہوں'' تو وہ کام کیا۔ کہ جو کائنات میں کوئی نہ کر سکا' مگر خطاب یہ ملا کہ بڑا ظالم اور بڑا جاہل تھا۔

تو سوال یہ ہے کہ کوئی تعریف کا کلمہ فرمایا جاتا' کوئی مدح کی جاتی تو انسان کچھ خوش ہوتا کہ میں نے اگر کوئی بڑا کام کیا ہے تو مجھے صلہ ملا۔

مگر صلہ یہ ملا کہ بڑا ظالم اور بڑا جاہل تھا' پھر یہ نہیں کہ یوں فرمادیا گیا ہو کہ اِنَّهٗ كَانَ ظَالِمًا جَاهِلًا ظالم تھا' جاہل تھا۔ ظلوم کہا گیا' مبالغے کا صیغہ کہ بڑا ظالم' اور بڑا جاہل تھا۔

تو انسان بے چارہ دل مسوس ہو کر رہ گیا کہ کام تو اتنا بڑا کیا جو کوئی نہ کر سکا اور انعام یہ ملا کہ بڑا ظالم اور بڑا جاہل تھا جو ظاہر میں ایک مذمت ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو اس سے زیادہ مدح اور تعریف انسان کی نہیں ہو سکتی جو ان کلمات سے حق تعالیٰ نے فرمائی کہ یہ بڑا ظالم ہے بڑا جاہل ہے۔

اس لیے کہ ظالم اس کو کہتے ہیں جس میں عادل بننے کی صلاحیت ہو اس لاؤڈ سپیکر کو ہم ظالم نہیں کہہ سکیں گے اس لیے کہ اس میں عادل بننے کی کوئی صلاحیت نہیں۔

آسمان کو ہم نہیں کہہ سکیں گے اس لیے کہ اس میں عادل بننے کی کوئی صلاحیت نہیں۔

ہم ان پہاڑوں کو اور دریاؤں کو جاہل نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ جاہل وہ ہے جو عالم بن سکتا ہو۔ ان میں عالم بننے کی کوئی صلاحیت نہیں۔ اس لیے نہ یہ ظالم کہلائے جا سکتے ہیں نہ جاہل۔

اگر ظالم اور جاہل بن سکتا ہے تو انسان بن سکتا ہے کیونکہ ظالم کے معنی یہ ہیں کہ عادل بننے کی اس میں صلاحیت ہو' جاہل کے یہ معنی ہیں کہ عالم ہونے کی اس میں قابلیت ہو۔

تو اب اس خطاب کا حاصل یہ نکلا کہ انسان بڑا ظالم تھا یعنی اس وقت ظالم ہے' مگر بننے والا ہے یہ بہت بڑا عادل' اس میں انصاف کی اور اعتدال کی صلاحیت ہے۔

یہ بڑا جاہل ہے لیکن اگر کائنات میں کوئی عالم بنے گا تو یہی بن سکتا ہے۔ دوسرا نہیں بن سکتا۔ تو بالفعل ظالم ہے اور بالقوہ عادل ہے۔ بالفعل جاہل ہے اور بالقوہ عالم ہے۔

تو دوسرے لفظوں میں اس کا حاصل یہ نکل آیا کہ انسان نے امانت قبول کی' استعداد قبول کی' صلاحیت قبول کی عالم و عادل بننے کی' اس لیے کہ یہ ظالم اور جاہل تھا اس امانت کو یہی قبول کر سکتا تھا کہ بالقوّہ یہ عادل بن جائے' بالقوّہ عالم بن جائے۔

تو اس آیت کریمہ نے بتلایا کہ انسان میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ صلاحیت اور استعداد کی ہے۔

ماں کے پیٹ سے کوئی ہنر لے کر نہیں آتا۔ اس لیے کہ سب سے بڑے کمال انسان کے دو ہی ہیں۔

''ایک علمی قُوَّت اور ایک عملی قُوَّت''

انہی دو سے دنیا میں انسان سربلند ہوتا ہے۔

ان دونوں کی صلاحیت اس کے اندر ہے ماں کے پیٹ سے انسان نہ علم لے کر آیا' نہ عدل' اور نہ انصاف لے کر آیا' نہ اعتدال لے کر آیا۔

علم کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا کہ:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔاۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ

ہم نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا اس حالت میں کہ تم ذرہ برابر علم

نہیں رکھتے تھے“

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا

یہاں نکرہ نفی کے نیچے آرہا ہے اور عربیت کا قاعدہ ہے کہ نکرہ جب نفی کے نیچے آتا ہے تو فائدہ عموم کا دیتا ہے تو لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا کا یہ مطلب نکلا کہ ذرہ برابر تمہارے اندر علم نہیں تھا۔ انسان کا بچہ ایک مضغہ گوشت بنا ہوا آتا ہے۔ نہ اس میں سیاہ وسفید کی تمیز‘ نہ اچھے برے کا امتیاز۔ ایک گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں ہم نے اس میں سننے کی طاقت رکھی تاکہ سن سن کر علم حاصل کرے۔ دیکھنے کی طاقت رکھی تاکہ دیکھ دیکھ کر معلومات حاصل کرے۔ بوجھنے کی طاقت رکھی تاکہ سمجھ کر تدبر اور تفکر سے معلومات میں اضافہ کرے۔ تو اس کے اندر علم بڑھانے کے آلات رکھ دیئے‘ صلاحیت رکھ دی۔ جب ان آلات کو استعمال کرے گا اس کا علم بڑھتا جائے گا۔ جاہل سے عالم بنتا جائے گا۔ ظالم سے عادل بنتا جائے گا۔

اب یہ کہ وہ ان آلات کو استعمال ہی نہ کرے‘ نہ آنکھ کھول کے دیکھے‘ نہ کانوں کو کھول کر سننے کی کوشش کرے‘ نہ دل کو ذرا سا فراخ کر کے سمجھنے کی کوشش کرے تو یہ کفران نعمت ہے کہ ہم نے تو سمجھنے کے اور معلومات کے سارے آلات دے دیئے۔ اب کوئی استعمال نہ کرے تو اسی کا قصور ہے اور اسی کی ذمہ داری ہے۔

تو حق تعالیٰ شانہ نے بڑے انعامات انسان پر یہ کیے کہ علم کی صلاحیت دی‘ گو پیدا شدہ عالم نہیں اور ماں کے پیٹ سے علم لے کر نہیں آیا تو یہاں نفی کر دی کہ لا تعلمون شیئاً

تو سب سے بڑا کمال انسان کے لیے علم تھا‘ اسی کی نفی ہوگئی کہ اس میں موجود نہیں‘ ذاتی طور پر انسان علم سے کورا پیدا ہوتا ہے۔

اخلاقی قوت:

وہ عمل کی قوت ہے‘ اخلاق ہی اندر سے عمل کو ابھارتے ہیں۔ اگر کسی میں بہادری کا خلق رکھا ہے تو حملہ آوری اور ہجوم اور پیش قدمی کے کام ظاہر ہونگے‘ اگر کسی میں شکر کا

خلق رکھا ہوا ہے تو زبان رطب اللسان ہو جائے گی شکر گزاری میں کہ وہ ہاتھ پیروں سے شکر گزاری کرے گا۔

اگر انسان کے اندر مادہ رکھا ہوا ہے سخاوت کا تو داد و دہش کے افعال اس سے سرزد ہونگے۔

تو افعال، اخلاق سے نمایاں ہوتے ہیں، اخلاق بمنزل بیج کے ہیں اور افعال بمنزل ثمر اور شاخوں کے ہیں۔ بیج اگر نہ ہو تو درخت نہیں اگ سکتا، اس لیے انسان کے قلب کے اندر جیسے مادے ہوتے ہیں ویسا ہی اس سے افعال کا ظہور ہوتا ہے۔

تو پیدائشی طور پر انسان کے اندر اچھے اخلاق رکھے ہوئے نہیں ہیں، مطلقاً خلق موجود ہے لیکن اس کا اعتدال اور صحیح طور پر اپنے مصرف میں صرف کرنا اس کا کوئی وجود نہیں بلکہ اگر دیکھا جائے تو اخلاق بدی کے موجود ہیں جن کو تعلیم سے اور تربیت سے بدلنا پڑتا ہے۔

اگر آدمی تعلیم و تربیت نہ پائے تو اس کی بدخلقی نمایاں رہتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيٓ ۚ إِنَّ ٱلنَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓ

میں برأت نہیں کرتا اپنے نفس کی، نفس تو برائی کا حکم کرتا ہے"

تو خلقی طور پر انسان کا نفس برائی کا مجموعہ ہے، اس سے برائیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کو ٹرینڈ Traind کر کے، مشق کر کے تعلیم دے کر، تربیت دے کر بھلائی کی طرف لایا جاتا ہے۔

پیدائشی طور پہ انسان بخیل واقع ہوا ہے۔ سخی واقعی نہیں ہوا۔ تو پیدا شدہ بچے کو ذرا شعور ہوگا تو جو چیز اس کے سامنے رکھیں گے ہاتھ سے اٹھائے گا۔ اور منہ میں نے کی کوشش کرے گا۔ یعنی قابو کرنا اور کنجوسی یہ اسکی پیدائشی طبیعت ہے، خیر خیرات اور سخاوت کی، لیکن اس وقت اگر موجود ہے تو قبض اور بخل ہے۔ اٹھائے گا اور ہضم کرنے کی

کوشش کرے گا آپ محنت کر کے، تربیت دے کر اس کو سخی بنانے کی کوشش کریں گے۔
فطری اور خلقی طور پر انسان میں صبر و تحمل کا مادہ نہیں ہے۔ جزع وفزع کا ہے، ذرا مصیبت دیکھی گھبرا گیا، واویلا شروع کر دیا۔ ذرا کوئی چیز پاس آ گئی اترا گیا اور آپے سے باہر نکل گیا، سمائی اور صبر و تحمل، محنت کے بعد حاصل ہوتا ہے، جب کہ اس کو تربیت دی جائے اسی لیے اخلاقی ادارے بھی قائم کیے جاتے ہیں تا کہ اخلاق کو تربیت دی جائے۔ تعلیمی ادارے قائم کیے جاتے ہیں تا کہ علم پہنچایا جائے۔

تو مدارس کا وجود، خانقاہوں کا وجود اس کی دلیل ہے کہ خلقی طور پر نہ انسان میں علم ہے نہ اخلاق فاضلہ ہیں۔ ورنہ خانقاہوں کی ضرورت تھی نہ مدارس کی ضرورت تھی۔

تو ان کا قائم ہونا، جدوجہد کرنا اور سارے انسانوں کا پسند کرنا کہ کوئی مدرسہ قائم ہو، کوئی تعلیم گاہ قائم ہو یہ دلیل اس کی ہے کہ وہ اپنے کو طبعی طور پر جاہل سمجھے ہوئے ہیں۔

اگر سب کے سب پیدائشی علم رکھتے تو مدارس کی ضرورت نہیں تھی۔ سارے علماء پیدا ہوتے، اگر سارے کے سارے با اخلاق ہوتے تو خانقاہوں اور مربیان اخلاق کی ضرورت نہیں تھی کہ ان کو مشق دے کر پاکیزہ اخلاق سکھائیں۔

تو عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ذاتی طور پر کمالات سے کورا واقع ہوا ہے۔ بلکہ شر کا اس کے اندر غلبہ ہے اور ایک انسان ہی کیا ہر چیز میں خلقی طور پر برائی رکھی ہوئی ہے۔ اس کے اندر بھلائی محنت سے لائی جاتی ہے اگر محنت چھوڑ دی جائے تو برائی پیدا کرنے کے لیے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہر چیز میں سے وہ خلقی طور پر خود ابھرتی ہے۔

آپ ایک مکان بنائیں۔ مکان کی خوبی یہ ہے کہ صاف ہو، ستھرا ہو خوش رنگ ہو، دیدہ زیب ہو، ڈیزائن اچھا ہو اس سب کے لیے آپ کو محنت کرنی پڑے گی، معمار لائیں گے مکان بن جائے گا تو صفائی کرنے والا خادم رکھیں گے کہ وہ جھاڑے جھٹکے، تب جا کے یہ خوبیاں برقرار رہیں گی۔

لیکن اگر مکان کو آپ ویرانہ بنانا چاہیں، اجاڑنا چاہیں تو کسی محنت کی ضرورت نہیں،

اس کے صحیح رکھنے پر جو محنت صرف کررہے تھے وہ چھوڑ دیجئے چند دن کے بعد گرد آئے گی پھر پلستر اکھڑے گا' پھر اینٹیں جھڑیں گی' پھر چھت گرے گی' پھر دیواریں آ پڑیں گی۔ مکان کھنڈر ہو جائے گا۔

تو کھنڈر بنانے کے لیے کسی محنت کی حاجت نہیں ہے۔ صاف ستھرا مکان بنانے کے لیے محنت کی حاجت ہے جب آپ نے محنت چھوڑ دی تو کھنڈر بننے کی باتیں خود اس کی ذات میں موجود تھیں وہ ابھر آئیں۔

آپ ایک باغ لگاتے ہیں' باغ کی خوبی یہ ہے کہ سرسبز ہو' شاداب ہو' خوش رنگ پتے اور پھول ہوں' خوشبودار ہوں' ان سب کے لیے محنت اٹھانی پڑتی ہے' مالی رکھیں گے۔ حل چلانے والے رکھیں گے کہ جو جو درختوں کے گرد پانی دینے والے گڑھوں کو دیکھیں' کانٹ چھانٹ کریں' اس کی جڑوں کو پانی دیں' صاف کریں تب جا کے باغ سرسبز رہے گا' اس محنت سے آپ نے سرسبزی پیدا کی۔

لیکن اگر باغ کو اجاڑنا چاہیں' جھاڑ جھنکار بنانا چاہیں تو کسی مالی کے رکھنے کی ضرورت نہیں' کسی نوکر چاکر کے رکھنے کی ضرورت نہیں' مالی کو موقوف کیجئے۔ صرف نہر بند کر دیجئے۔ بیس دن کے بعد یہی باغ جھار جھنکار بن جائے گا۔ معلوم ہوا کہ خرابی اس کی ذات میں چھپی ہوئی تھی جس کو آپ نے محنت سے دبا دیا تھا۔ محنت ختم کر دی اندرونی خرابی ابھر آئی۔

تو خرابی ہر چیز کی جبلت میں رکھی ہوئی ہے۔ اور خوبی محنت کر کے لائی جاتی ہے۔ ایک کھانا ہے' کھانے کی خوبی یہ ہے کہ خوش رنگ ہو' خوش ذائقہ ہو' خوشبودار ہو۔ اس کے لیے آپ محنت اٹھاتے ہیں۔ ہوادان بنوائیں گے' نعمت خانہ بنوائیں گے۔ ٹھنڈی جگہ میں اس کو رکھیں گے کہ دھوپ نہ لگے' خراب نہ ہو۔

لیکن اگر کھانے کو سڑانا ہے' بسانا ہے بدبودار کرنا ہے تو بدبودار کھانا بنانے کے لیے کسی نعمت خانہ کے بنانے کی ضرورت نہیں۔ بس ویسے ہی چھوڑ دیجئے۔ صبح کو کھانا سڑا ہوا ہوگا۔ بدبو بھی اٹھی ہوئی ہوگی۔ رنگ بھی بگڑ جائے گا' ذائقہ بھی خراب ہو جائے گا۔ معلوم

ہوا کہ خرابی اس کے اندر موجود تھی جس کو آپ کی محنتوں نے دبا دیا تھا۔ جب آپ نے محنت ختم کر دی' اندرونی خرابی ابھر آئی۔

تو آپ کو کائنات کی ہر چیز میں' ہر ذرے میں یہی محسوس ہوگا کہ خرابی ذات میں ہے' خوبی محنت کر کے عارضی طور پر لائی جاتی ہے۔ انسان انہی چیزوں کا تو مجموعہ ہے۔ یہی کائنات کے ذرے ملے تو آدمی بن گیا' یہی گارا مٹی ملی تو انسان تیار ہو گیا' انسان کا نفس بن گیا' اس کے نفس میں بھی یہی خرابی جبلی ہے کہ انسان پیدائشی طور پر کچھ شر اور برائی لے کر آتا ہے اس کو بھلا بنانے کے واسطے آپ محنت اٹھاتے ہیں' مشق کرتے ہیں' تربیت دیتے ہیں تب جا کے انسان کو انسان بننا نصیب ہوتا ہے۔

خوب کہا ہے کسی شاعر نے کہ

قرنہا باید تا یک سنگ خارا از آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

''سالہا سال لمبا زمانہ کی مدت چاہیے کہ ایک سخت پتھر کا ٹکڑا آفتاب کی دھوپ کو سہہ سہہ کر اس کی تپش کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی صلاحیتوں کو ابھارے اور لعل بدخشاں بن جائے۔ عقیق یمن بن جائے۔''

یہ ایک دن میں نہیں ہوتا' قرن ہا قرن کی مدت تک اسے آفتاب کی تپش کو سہنا پڑتا ہے' تب جا کے بے قیمت پتھر کا ٹکڑا ایک باقیمت لعل بدخشاں بنتا ہے۔ اور کہا کہ

ماہ با باید کہ تا یک پنبہ دانہ بعد کشت
جامہ گردد شاہد سے را یا شہید سے را کفن

''مہینوں کی مدت چاہیے کہ بنولے کا ایک دانہ مٹی میں جا کر مٹی ہو جائے' اپنے نفس کو پامال کر دے' ختم کر دے اور مٹی میں چھپا دے تب اس سے کونپل ابھرے گی' درخت پیدا ہوگا' روئی لگے گی' اس روئی کو پینا جائے گا' کاتا جائے گا' سوت بنے گا' کپڑا بنایا جائے گا درزی قطع کرے گا تب وہ بنولہ اس قابل بنا کہ کسی محبوب کے اوپر دیدہ

زیب جامہ بن جائی اوراس کی قیمت ہواور دنیااس کی تعریف کرے۔

تو بنولے کے دانے کو کتنی مصیبتیں سہنی پڑیں۔ان مصائب سے گزر کراس کو یہ قیمت حاصل ہوئی کہ اس کے کپڑے کو پہن کر مجلسوں میں آیا جائے اس کپڑے کی تعریف کی جائے، مجلس والے کہیں کپڑا بڑا قیمتی ہے' آپ نے کہاں سے خریدا' اس کی قیمت کیا ہے' قیمت بتائی جاتی ہے' لوگ تعریف کرتے ہیں کہ ہمیں بھی اس دکان کا پتہ بتادیجئے' ہم بھی یہ کپڑا منگوائیں۔

اس کپڑے کو یہ فروغ کب حاصل ہوا؟ جب کہ بنولے کے دانے نے اپنی ہستی کو مٹا دیا۔اس نے زمین کا بوجھ برداشت کیا' روئی کے درخت نے آفتاب کی تپش برداشت کی پھر روئی بنی اور بنی گئی اور کپڑا بنا۔تو مہینوں کی مدت چاہیے کہ بنولہ دیدہ زیب جامہ بن جائے۔اور آگے کہتا ہے شاعر کہ

سالہا باید کہ تا یک کود کے ازدرس علم

عالمے گردد نکوں یا شاعر شیریں سخن

"سالہا سال کی مدت چاہیے کہ ایک نادان بچہ' ایک چھوٹا بچہ ایک طفل مکتب کسی مدرسہ میں بٹھایا جائے' آٹھ نو برس میاں جی کی سختیاں سہے' استادوں کی غلامی کرے اس کے بعد جاکر یا وہ عالم بنے گا یا شاعر شیریں سخن بنے گا"

تو عالم بنانے کے لیے سالوں کی مدت درکار ہے مدرسے قائم کرنا ملازمین رکھنا' معلم رکھنا پڑتا ہے تب جاکے آدمی' آدمی بنتا ہے۔لیکن دنیا میں آپ نے کہیں نہیں سنا ہوگا کہ کوئی مدرسہ جاہل بنانے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔جاہل تو بنا بنایا پیدا ہوتا ہے۔اس کے لیے مدرسے کی کیا ضرورت ہے یا کوئی ادارہ بداخلاق بنانے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔یہ بے فائدہ کوشش ہے۔بداخلاق تو تھا ہی' نیک اخلاق بنانے کے لیے ادارے کی ضرورت ہے۔

توان گزارشات سے میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ذات

سے شر لے کر آیا ہے' اس کے نفس کے اندر شرور جمع ہیں۔ اس میں برائیوں کے مادے ہیں مگر انہیں برائیوں میں اگر کوئی خوبی ہے تو صلاحیت واستعداد کی ہے کہ اگر ان خرابیوں پر ان کی ضد کو ڈال دیا جائے تو آدمی وہ قبول کر لیتا ہے' جہالت پر تعلیم دی جائے تو علم کو قبول کرلے گا۔ ظلم کو اگر سنوارا جائے تو عادل بن جائے گا کوئی بدکار ہو اور اس کو تربیت دی جائے تو نیکوکار بن جائے گا۔

تو برائیوں کے مادے موجود ہیں مگر اس کی ضد میں جتنی بھلائیاں تھیں ان کی صلاحیتیں بھی موجود ہیں۔ تو ساری خوبیوں کا مجموعہ دو ہی عمدگیاں ہیں' دو ہی خوبیاں ہیں۔ علم اور اخلاق۔ اس واسطے علم واخلاق کی صلاحیت رکھی گئی۔ بس یہی خوبی ہے۔ لیکن ان صلاحیتوں کو ابھارنے کے لیے ضرورت تھی کہ کوئی محرک ہو جو ان صلاحیتوں کو اجاگر کرے' سو انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ نے بھیجا' وہ معلم بن کر آئے۔ مربی اخلاق بن کر آئے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے جاہل عالم بنے' ظالم عادل بنے۔

ہر نبی کے دور میں یہی رہا ہے کہ جن کی صلاحیتیں ابھرنی ہوتیں اور جن کی تقدیر مددگار ہوئی' انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے ابھر گئے۔

جناب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور ایسے وقت تشریف لائے کہ بدی کا دور دورہ تھا۔ حجاز میں بھی بدی کا دور دورہ تھا۔ حجاز کے اردگرد بھی دنیا میں بدی پھیلی ہوئی تھی۔ پورا عالم ظلمت کدہ اور جہالت کدہ بنا ہوا تھا۔ جہالت اور ظلم کی بھی فراوانی تھی۔ امتیں خالق ومخلوق کا فرق بھلا چکی تھیں' خالق کی صفات مخلوق میں مان لی تھیں اور مخلوق کی صفات خالق میں تسلیم کی ہوئی تھیں۔ نہ خالق کو خالق سمجھا جاتا تھا نہ مخلوق کو مخلوق۔

ایک قوم کہتی تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام میں الٰہی خصوصیات موجود ہیں۔ بعض نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ وہ عالم الغیب بھی ہیں۔ وہ قادر علی الاطلاق بھی' وہ پیدا کرنے والے بھی ہیں حتیٰ کہ وہ خود خدا ہیں۔

اور اگر کسی طبقے نے خدا نہیں مانا تو خدا بیٹا مانا اور بیٹا سر اور راز ہوتا ہے باپ کا' جو

باپ کی خصوصیات ہیں وہ بیٹے میں ہوتی ہیں تو کسی نے ان کو اللہ کہا، کسی نے ثالث ثلاثہ کہا، کسی نے ابن اللہ کہا۔

تو خالق کی خصوصیات مخلوق میں مان رکھی تھیں اور مخلوق کی ذلیل خصوصیات کو بعض قوموں نے خالق میں تسلیم کر رکھا تھا۔

آج بھی تورات میں لکھا ہوا موجود ہے کہ اللہ میاں کی کشتی اسرائیل سے ہو پڑی تو اسرائیل نے اللہ میاں کو پچھاڑ دیا اور غالب آ گئے تو عجز وضعف اور درماندگی جو مخلوق کی صفات ہیں وہ خالق میں مان رکھی تھیں۔

آج بھی تورات میں یہ آیت موجود ہے کہ جب طوفان نوح آیا تو اللہ میاں کو اتنا صدمہ ہوا کہ اور تو کچھ نہ کر سکے، رو پڑے اور اتنا روئے کہ آنکھیں دکھنے کو آ گئیں اور فرشتے عیادت کے لیے گئے کہ اب مزاج کیسا ہے۔

تو جو مخلوق کی عاجزانہ خصوصیات تھیں وہ خالق میں مان لیں اور جو خالق الٰہی کی خصوصیات تھیں وہ مخلوق میں مان لیں۔ کوئی کہتا تھا کہ ملائکہ علیہم السلام، اللہ کی بیٹیاں ہیں، کوئی کہتا تھا کہ عزیز علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ کوئی کہتا تھا کہ ہم سب خدا کے بھائی بھتیجے ہیں، ہم نہ جہنم میں جا سکتے ہیں نہ ہمارا کوئی کچھ بگاڑ سکتا ہے۔

لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى

یہود و نصاریٰ میں سے کوئی بھی ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہو سکتا۔

ہم جنت کے ٹھیکدار ہیں اور ہمارا مقام خصوصی ہے۔ دوسری کوئی قوم نہیں جائے گی صرف ہم جائیں گے۔

تو بہر حال خدا پر دعویٰ کرنے، خدا پر افتراء کرنے اور اللہ اور مخلوق کا فرق اٹھا دینے جیسی ظلمات اور مظالم میں مخلوق پڑی ہوئی تھی، جہالت بھی انتہا کو پہنچ گئی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ پورے عالم میں ظلمت تھی۔ خود حدیث شریف میں ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ نَظَرَ اِلٰی قُلُوْبِ اَھْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَ عَرَبَھُمْ وَعَجَمَھُمْ

اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کے دلوں کی طرف نگاہ کی فَمَقَتَ عَرَبَھُمْ وَعَجَمَھُمْ تو عرب اور عجم سب کو غضب اور قہر کی نگاہ سے دیکھا کیونکہ قلوب میں خیر نہیں رہ گئی تھی۔ اِلَّا بَقَایَا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ مگر چند اہل کتاب جو اپنے دین کو بچائے ہوئے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پیچھے ہوئے پڑے تھے۔ جنگلوں اور ویرانوں میں جا کر اپنے دین کی حفاظت کر رہے تھے' آبادیوں اور بستیوں میں کوئی ان کا پرسان حال نہیں رہا تھا' ہر طرف جہالت اور ظلم کا دور دورہ تھا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنی تعلیم اور تربیت سے ان صلاحیتوں کو اجاگر کیا جو ان جاہل و ظالم انسانوں میں رکھی ہوئی تھیں اور وہی استعداد تھی۔

تو وہی لوگ کہ جو ظلم اور جہالت میں مبتلا تھے آپ ﷺ کی تربیت کے نور سے منور ہوئے اور دنیا سے بڑھ کر عالم بنے' دنیا سے بڑھ کر عادل بنے دنیا سے بڑھ کر بااخلاق بنے' کل تک ان کا نام مشرکین مکہ اور جہلائے عرب تھا' اب ان کا نام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہو گیا کل تک اس زمانہ کا نام زمانہ جاہلیت تھا۔ اب اس کا نام ہوا

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ

تو دلوں اور روحوں کو پلٹ ڈالا۔

غرض پہاڑوں کو' لوہے کو موم بنانا آسان ہے مگر مخلوق کے قلوب کو یکسر بدل دینا اور ان میں انقلاب پیدا کر دینا بڑا مشکل ہے۔

تو نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عرب کی دنیا کو پلٹ کر رکھ دیا۔ تیئس چوبیس سال کے عرصے کے اندر اندر۔ جن کے دلوں میں جہالت تھی ان میں علم بھر گیا' جن کے دلوں میں ظلم و ستم بھرا ہوا تھا ان میں عدل اور انصاف بھر گیا' جن کے دلوں میں جفا کاری اور سختی بھری ہوئی تھی ان میں عالم گیر اخوت پیدا کر دی' جو اقوام کی نگاہوں میں بالکل ذلیل تھے' ان کو بااقتدار بنا دیا۔ ان کے سامنے تخت پیش کر

دیئے، تاج پیش کر دیئے اور پھر بھی ان کی یہ کیفیت تھی کہ جو لوگ ایک ایک پیسہ کے لیے دوسروں کی جان لینے میں کوئی دریغ نہیں کرتے تھے، ان کے سامنے خزانے موجود تھے مگر ان کے زہد و تقویٰ میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال میں تشریف لے گئے تو سونے اور چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور چمک رہے تھے تو فرمایا کہ یَادُنْیَا غُرِّیْ غَیْرِیْ اے دنیا دھوکہ کسی اور کو دینا ہم تیرے فریب میں آنے والے نہیں۔ اور حکم دیا کہ خرچ کیا جائے تو لاکھوں روپیہ دن بھر کے اندر اندر غریبوں، یتیموں اور حاجت مندوں کو تقسیم ہوا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ لکھ پتی لوگوں میں ہیں۔ ایک دن گھر میں تشریف لائے، اداس تھے۔ بیوی نے کہا کہ آج آپ اداس ہیں، چہرے پر پریشانی اور تکدر ہے، کیا بات ہے؟ فرمایا کہ خزانے میں روپیہ زیادہ جمع ہوگیا ہے۔ جس سے میرے دل پر بوجھ پڑ رہا ہے اور پریشانی ہو رہی ہے۔ وہ بھی صحابیہ تھیں انہوں نے کہا کہ پھر غرباء کو تقسیم کر دو۔ تو ایک دم چونک کر کہا کہ واقعی کیسی اچھی بات بتائی۔ میرے ذہن میں ہی نہیں آئی تھی۔

چنانچہ اسی وقت خزانچی کو حکم دیا کہ تقسیم کر دو۔ رات بھر روپیہ تقسیم ہوتا رہا، غریبوں کو، بیواؤں کو، یتیموں کو۔ غرض مدینے کی گلی گلی میں روپیہ پہنچا۔ صبح کو جو حساب لگایا تو چھ لاکھ روپیہ رات بھر کے اندر اندر تقسیم ہوا۔ صبح کو آ کر بیوی کا شکریہ ادا کیا کہ کیسا نیک مشورہ دیا تھا۔ میرا دل ہلکا ہوگیا۔

تو ہمارے پاس پیسہ نہ رہے تب ہمارے دل پر بوجھ پڑتا ہے، وہاں پیسہ بڑھ گیا تب ان کے دل پر بوجھ پڑا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا۔ خلقی طور پر تو وہی کنجوسی اور قبض کا مادہ ہے۔ مگر اس کو تعلیم و تربیت سے نکال پھینکا اور اس درجہ اس میں غنا و استغنی اور ایثار پیدا کر دیا کہ دنیا کی قومیں اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتیں۔ اس جہالت میں علم کا بھرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا۔

حضرت سعد بن عمیر رضی اللہ عنہ بیت المقدس اور فلسطین کے والی بنائے گئے تھے اور ایک عرصے تک بنے رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں اور عمال کا امتحان کیا کرتے کہ وہ کہیں ظلم کی طرف تو نہیں جا رہے ہیں کہیں ان سے عدل وانصاف کا راستہ چھوٹ تو نہیں گیا۔ دوسرے آدمیوں کے ذریعے بھی جانچ کراتے تھے اور خود بھی رات کو بھیس بدل بدل کر نکلتے تھے کہ مخلوق کی اخلاقی حالت کیسی ہے۔

غرض انہوں نے ایک خادم کو شام بھیجا کہ جا کر ذرا سعد بن عمیر رضی اللہ عنہ کی خبر لاؤ کہ کس حالت میں ہے اور پانچ سو روپے کی تھیلی دی کہ میری طرف سے ہدیے کے طور پر پیش بھی کر دینا' مقصد جانچ کرنا تھا۔ خادم پہنچا' حال یہ ہے کہ سعد بن عمیر رضی اللہ عنہ فلسطین کے گورنر ہیں اس متمدن ملک کے کہ جہاں دولت اور پھل اور سبزہ زاروں کی کوئی کمی نہیں مگر گورنر صاحب ایک خس پوش کچے سے مکان میں دروازے پر بیٹھے ہوئے رسیاں بٹ رہے تھے۔ بان بٹ کے پیٹ پالتے تھے اس سے جو پیسے ملتے تھے ان سے گزر اوقات کرتے تھے بیت المال اور خزانے پر بار نہیں ڈالتے تھے۔

غرض خادم پہنچا تو کھڑے ہو گئے' بہت محبت سے ملے' خادم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچایا بہت خوش ہوئے۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو گورنر کی جانچ کر رہے تھے کہ گورنر صاحب نے امیر المومنین کی جانچ شروع کر دی۔ خادم سے کہا کہ عمر تو بڑا مالدار ہو گیا ہو گا اس واسطے کہ امیر المومنین ہے' خزانے اس کے تحت میں ہیں ہزاروں لاکھوں روپیہ جمع کر لیا ہو گا؟ خادم نے کہا نہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہی زہد وقناعت قائم ہے جو زمانہ نبوی کے اندر قائم تھا۔ وہی جو کی روٹی' وہی پیوندوں کے کپڑے وہی زہد وہی قناعت کہا: الحمد للہ! خدا نے ہمیں ایسا امیر دیا کہ جو خزانہ پر قابض ہو کر پھر بھی زاہد اور متقی ہے۔

پھر اس کے بعد سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں مقدمات تو آتے ہوں گے' خوب جانبداریاں کرتا ہو گا' اپنے رشتہ داروں کی حمایت کرتا ہو گا' دوستوں کو جتاتا ہو گا؟ خادم نے کہا کہ نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ غریب کو اور امیر کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پبلک

کے تمام افراد ان کی نگاہ میں یکساں ہیں۔ وہ عدل وانصاف سے کام کرتے ہیں کہا:
الحمدللہ! خدا نے ہمیں ایسا امیر دیا جو عادل بھی ہے منصف بھی ہے' کامل بھی ہے غرض وہ
تو جانچ کر رہا ہے امیر المومنین کی طرف سے گورنر کی اور گورنر جانچ کر رہے ہیں
امیر المومنین کی کہ ان میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو خادم نے پانچ
سو روپے کی تھیلی پیش کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور ہدیہ کے دی ہے۔

بس یہ دیکھتے ہی غصے سے چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ یہ مال عمر رضی اللہ عنہ کے باپ کا ہے
جو ہزار ہزار' پانچ پانچ سو تقسیم کرتا ہے' اس کے باپ کا خزانہ ہے؟ کہا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے ذاتی طور پر دیئے ہیں تو کہا اچھا عمر رضی اللہ عنہ سرمایہ دار بن گیا ہے کہ پانچ پانچ سو اور
ہزار ہزار روپیہ ہدیہ کے طور پر بھیجتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

غرض ہدیہ تو قبول کر لیا مگر اس ہدیہ کا حشر یہ ہوا کہ اپنے بدن سے چادر اٹھائی
اور جہاں کوئی غریب گزرا چادر میں سے دو تین بالشت کی ایک پٹی پھاڑی اور دس بیس
روپیہ اس میں باندھ کر اس کے سامنے پھینک دیئے' کوئی یتیم گزرا پھر ایک پٹی پھاڑی
دس بیس باندھے اس کے آگے ڈال دیئے۔ شام تک روپیہ بھی ختم ہو گیا اور گورنر صاحب
کی چادر بھی ختم ہو گئی۔ اخیر میں بیوی نے کہا میرے ہاں کئی دن سے فاقہ ہے کچھ مجھے
بھی دے دو تو خفا ہو کے دو تین درہم پھینک دیئے کہ تو بھی اگر اپنے پیٹ میں جہنم کی
آگ بھرنا چاہتی ہے تو بھر لے تجھے مبارک ہو۔ تو یہ کیفیت تھی۔

اس کے بعد خادم نے پیغام دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جی چاہتا ہے کہ آپ سے
ملاقات کریں۔ آپ کو بلایا ہے۔ فرمایا کہ چلو' اسی وقت لاٹھی ہاتھ میں لے کر کھڑے
ہو گئے' اڑھائی سو میل کے سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ نہ اونٹنی نہ سواری کہا بس چلو اور پیدل
ہی امیر المومنین کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دے دی گئی کہ فلاں دن پہنچیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہر
سے باہر استقبال کے لیے باہر تشریف لائے' ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت

سعد بن عمیر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے، بہت حیران ہوئے کہ یہ غصہ کیوں لیکن سمجھ گئے کہ یہ اس ہدیہ کا اثر ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شہر میں قیام گاہ پر بعد میں چلیں گے پہلے روضہ اقدس پر حاضر ہولیں اور نبی اکرم ﷺ پر سلام عرض کرلیں۔ چنانچہ سب تشریف لے گئے۔

روضہ اقدس پر حاضر ہو کر حضرت سعد بن عمیر رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں عمر رضی اللہ عنہ کی منحوس خلافت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا، جو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں آپ ﷺ نے ہمارے ہاتھوں سے کاٹ دی تھیں عمر رضی اللہ عنہ پھر وہی پہنانا چاہتا ہے اور پانچ پانچ سو روپے ہدیے کے ہمارے پاس بھیجتا ہے۔ میں اس منحوس دور خلافت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ انہوں نے رو رو کر یہ دعا کی۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باری آئی۔ انہوں نے دعا کی یارسول اللہ ﷺ میں اس وقت تک زندہ رہنا چاہتا ہوں جب تک میری حکومت میں سعد بن عمیر رضی اللہ عنہ جیسے افراد موجود ہیں اور جب یہ نہ رہیں تو میں بھی زندگی نہیں چاہتا۔ تو مورخین لکھتے ہیں کہ چند ہی دن کے بعد سعد بن عمیر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور ان کے اس بیس دن کے بعد ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا۔

تو دولت پر قابض ہونے کے بعد اور ملکوں پر حکمراں ہونے کے بعد یہ زہد وقناعت نبی کریم ﷺ کی تربیت کا اثر تھا۔

تو خلقت اور جبلت میں تو وہی قبض اور بخل اور وہی جہل اور ظلم تھا لیکن آپ ﷺ کی تربیت نے، آپ ﷺ کی تعلیم نے یہ اثر کیا کہ جو ظالم وہ عادل بن گئے، جو جاہل تھے وہ عالم بن گئے، جو خود غرض تھے وہ ایثار پیشہ بن گئے۔ اور ان کا ایثار اس درجہ پر پہنچا کہ دوسرے کو نفع پہنچانے کے لیے اپنے جان تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ دوسرے کو تھوڑا نفع پہنچ جائے، چاہے ہماری جان ختم ہو جائے۔

یرموک کا واقعہ مشہور ہے کہ مجاہدین جہاد کرتے کرتے شہید بھی ہوئے، ایک

صاحب گزرے اور نزع کی کیفیت طاری ہوئی۔

اس حالت میں پیاس کا غلبہ ہوتا ہے گرمی کی شدت ہوتی ہے۔ بہرحال جب جان کھنچتی ہے تو اس سے بڑا مجاہدہ کون سا ہوسکتا ہے اور اس سے بڑا دکھ تکلیف کون سا ہوسکتا ہے۔ آدمی کو ذرا استفراغ ہو جائے تو پسینے پسینے ہو جاتا ہے' بخار آ جائے تو پیاس کا غلبہ ہوتا ہے یہاں ساری حرارت غریزیہ (جسم کی اصل حرارت جس پر انسان کی زندگی کا مدار ہے) اتر کر منہ کی طرف آ جاتی ہے اور نکلنے والی ہوتی ہے تو پیاس کی شدت اور حرارت کا غلبہ تھا۔

زمین پر گرے اور کہا ''پانی'' پانی پلانے والے کٹورے میں پانی لے کر پہنچے' پانی ہونٹ کو لگایا ہی تھا کہ پاس سے ایک اور آواز آئی ''پانی'' تو کہتے ہیں کہ پہلے میرے اس بھائی کو پلا دو بعد میں میں پیوں گا۔ شدت کی تو یہ کیفیت ہے مگر ایثار کا یہ عالم ہے کہ دوسرے کی پیاس بجھانے کو اپنی جان پر ترجیح دی۔ وہ صحابی پانی کا پیالہ دوسرے کے پاس لے کر گئے' ان کے ہونٹوں تک آیا تھا کہ تیسری آواز آئی ''پانی'' تو کہتے ہیں کہ پہلے اسے پلا دو بعد میں میں پیوں گا۔ یہ وہاں لے کر گئے تو چوتھی آواز آئی' سات آوازیں اسی طرح سے آئیں ساتویں تک پہنچے مگر وہ شہید ہو چکے تھے' لوٹ کر آئے کہ چھٹے کو پلاؤں' وہ بھی شہید ہو چکے تھے' لوٹ کر آئے کہ پانچویں کو پلاؤں' وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ اخیر تک پہنچے تو دوسرے' تیسرے اور پہلے سب شہادت کا جام نوش فرما چکے تھے۔ غرض ہر ایک نے اپنی جان دینی گوارا کی' مگر دوسرے بھائی کی پیاس گوارا نہیں کی۔

یہ ایثار ان لوگوں میں آ گیا جو ایک ایک پیسے کے لیے جان لینا اور جان دینا کوئی بات نہیں سمجھتے تھے۔ ہزاروں کی گردنیں کاٹ دیتے تھے کہ چار پیسے ہمیں مل جائیں' ڈکیتیاں ڈالنا' لوٹ مار کرنا ان کا پیشہ تھا۔ مگر آج وہ اس درجہ مستغنی اور اس درجہ ایثار پیشہ بن گئے۔

تو اسی قبض اور بخل اور اسی بے رحمی کے اندر یہ نرمی۔ یہ علم و فضل اور یہ کمال پیدا

کرنے میں ان کی صلاحیتیں تھیں اور حضور ﷺ کی تعلیم تھی تو وہ قابل بھی کامل تھے اور اثر ڈالنے والے بھی کامل تھے' قابلیت اعلیٰ تھی' صلاحیت اعلیٰ تھیں' فاعل کا فعل جب پہنچا تو جیسی صلاحیتیں تھیں وہی اجاگر ہوگئیں اور اپنے اپنے درجہ پر اتنے اتنے ہوئے کہ آج تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ:

اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ

سارے کے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین متقین' پارسا اور پاکباز ہیں اور ان کی نیتیں بخیر ہیں اور پوری امت میں بڑے سے بڑا قطب اور غوث بھی بڑے سے بڑے مقام پر پہنچ جائے لیکن صحابیت کی گرد کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔

تو وہی صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں کہ نبوت کے دور سے پہلے ان کا نام مشرکین عرب تھا' جہلائے مکہ تھا۔ اور نبوت کے آنے کے بعد اور تعلیم قبول کرنے کے بعد وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بنے' علمائے عظام بنے' عرفائے کرام بنے' جو اعلیٰ سے اعلیٰ لقب کسی فضل وکمال والے کا ہوسکتا ہے وہ ان کے لیے سب سے پہلے ہے۔ یہ آپ ﷺ کی تعلیم کا اثر ہے۔

تو میرے عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ دنیا ظلمانی ہے اس میں اگر روشنی پیدا کی ہے تو نبوت نے کی ہے۔ دنیا کے اندر بد اخلاقی اصل ہے' اس میں اگر نیک اخلاقی آئی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی جوتیوں کے صدقے سے آئی ہے۔

تو پوری دنیا کی ظلمتوں میں چاندنا نبوت سے ہوا ہے۔ دنیا میں اگر نبوت نہ آئے تو یہ انسانوں کا گلہ' ڈھوروں اور ڈنگروں کا گلہ ہے جنہیں نہ اخلاق کی خبر' نہ علم کی خبر اور اب بھی جب نبوت کے آثار سے انسان کو کچھ بھی بعد ہوتا ہے وہی اصل جہالت اور وہی اصل ظلمت پھر غالب آتی ہے اور جب نبوت کی طرف جھک گئے تو پھر وہی علم وعدل اور معرفت آنی شروع ہوجاتی ہے۔

تو انسان کی خوبی صرف صلاحیت کی ہے اس صلاحیت کو اجاگر کرنے کے لیے انبیاء

علیہم السلام بھیجے گئے تو نبی آ کر دنیا میں دعوی کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ ہم حق تعالیٰ شانہ کا قانون لے کر آئے ہیں۔ اس دعوی کے لیے ضرورت پڑتی ہے دلیل کی۔ اس لیے کہ آنکھوں سے کسی نے دیکھا نہیں کہ نبی کے اوپر قانون اتر رہا ہے' یا نبی صاحب علم بنے ہیں' نبی کسی مکتب میں نہیں پڑھتے' کسی مدرسے سے تعلیم نہیں پاتے۔ ایک دم بیک دم یہ دعویٰ کرتے ہیں اور وہ علم پیش کرتے ہیں کہ دنیا کے علماء اور عرفاء عاجز رہ جاتے ہیں۔

تو اول تو یہی خود ایک بڑی دلیل ہے کہ بغیر پڑھے لکھے اس درجہ کے علوم ظاہر کرنا کہ دنیا کے اہل علم عاجز ہو جائیں مگر بہرحال نبوت کے ثبوت کے لیے دلائل کی ضرورت پڑتی ہے۔

کیونکہ نبوت ایک دعوی ہے کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں میں قانون لے کر آیا ہوں اور ساتھ میں یہ دعوی کہ جو میں کہوں گا وہی حق ہوگا۔ اس کے سوا کوئی چیز حق نہیں ہوسکتی اور ساتھ ہی یہ دعوی کہ جو میں کہوں گا قطعی بات ہوگی اس میں شک وشبہ کی بھی گنجائش نہیں' اس پہ ایمان لانا پڑے گا اور اس درجہ کا ایمان کہ نہ اس میں شک کی گنجائش ہے' نہ سوچ وفکر کی گنجائش ہے۔ نہ تذبذب کی' تو اتنا عظیم دعوی کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں' خدا کی طرف سے کتاب لایا ہوں' خدا کی طرف سے دعوی لے کر آیا ہوں۔ ان دعووں کے دلائل میں انبیاء علیہم السلام کو وہ عجیب چیزیں دی جاتی ہیں کہ دنیا میں تمام مخلوق انہیں کر کے نہیں دکھلا سکتی وہ چیزیں نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہیں۔ نبی گویا دخل دیتے ہیں آسمانی چیزوں میں بھی اور زمینی چیزوں میں بھی عالم بالا کی چیزوں میں بھی ان کے اثرات پہنچتے ہیں اور زمین کی چیزوں میں بھی ان کے اثرات پہنچتے ہیں۔

اسی کو معجزہ کہتے ہیں کہ عادت کے خلاف وہ باتیں دکھلانا کہ دنیا ان کی مثال پیش کرنے اور ان جیسا کام کرنے سے عاجز رہ جائے۔ یہ اس کی دلیل ہوتی ہے کہ بے شک یہ خدا کی طرف سے آیا ہے۔ خدا نے اس کے ہاتھ پر وہ قوتیں ظاہر کی ہیں کہ جن

قوتوں کے ہوتے ہوئے یہی کہا جائے گا کہ یہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ ذاتی طور پر کوئی دعویٰ لے کر نہیں آیا' خدا کی طرف سے آیا ہے' یہ بطور سند کے چیزیں پیش کی جارہی ہیں۔

تو انبیاء علیہم السلام کو معجزات دیئے جاتے ہیں' معجزہ خلاف عادت ہوتا ہے' عادت کے طور پر جو کام ہوتے ان سے بالاتر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ معجزہ درحقیقت خدا کا کام ہوتا ہے جو ظاہر تو ہوتا ہے نبی کے ہاتھ پر مگر آتا اللہ کی طرف سے ہے تو انسان اس سے عاجز ہوتا ہے۔ اس واسطے انسان کو ماننا پڑتا ہے کہ یہ خدائی چیزیں ہیں اور یہ بھی خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ خدا نے اپنے افعال اور اس کے ساتھ کیے ہیں تو یقیناً خدا کے اقوال بھی اس کے ساتھ ہیں۔ جب افعال سے مدد کی جارہی ہے تو اقوال میں یہ ضرور خدا ہی کی طرف سے نقل کر رہا ہے۔

تو حق تعالیٰ شانہ اقوال دیتے ہیں نبی کے ساتھ اپنے افعال کرتے ہیں۔ تاکہ وہ فعل قول کی حقانیت اور صداقت کی دلیل بن جائے وہ نبی کی صداقت کے لیے ہوتے ہیں اس لیے معجزہ نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی نار کو گلزار بنا دیا گیا۔ عادتاً یہ چیز مشکل اور قیاس سے باہر ہے اور ممکن نہیں ہے کہ آگ ٹھنڈک کا کام دے اور ٹھنڈی اور آرام دینے والی بن جائے۔ یقیناً خلاف عادت ہے۔ جب یہ معجزہ ایک ذات اقدس پر ظاہر ہوا یقیناً سمجھنے والوں نے یہ سمجھا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے بندوں کے ہاتھ میں قوت نہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے پتھر میں سے اونٹنی نکالی وہ چرتی بھی تھی اور کھاتی بھی تھی' اس کے بچہ بھی ہوا' یقیناً عادتاً یہ چیز مشکل ہے کہ پتھر کے اندر سے جاندار پیدا ہو اور جاندار بھی غیر معمولی کہ قد و قامت بھی اتنا طویل و عریض کہ عام اونٹنیوں کا قد و قامت اتنا نہیں ہوتا۔ کھانا بھی اس کا ایسا عجیب و غریب کہ چرنے پہ آئی تو ایک دم سارے کھیت چر گئی۔ پینے میں آئی تو تالاب خشک کر دیئے۔

یہ ساری چیزیں خلاف عادت تھیں۔ ان افعال کو دیکھ کر دلوں نے یقین کیا کہ یہ بے شک خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ کسی نے مانا اگر دل میں تسلیم و رضا آ گئی کسی نے نہ مانا اگر دشمنی اور انکار کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ مگر بہ ضرور تسلیم کیا کہ یقیناً یہ کوئی غیر معمولی چیز ہے جو خدا کی طرف سے ہے۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ ایک معجزہ ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایک معجزہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ ایک معجزہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ہاتھ گریبان میں ڈالتے ہیں اور جب نکالتے ہیں تو سورج کی طرح روشنی پڑ رہی ہے۔

عادۃً یہ چیز بعید ہے کہ کوئی شخص گریبان میں ہاتھ ڈالے اور نکالے تو وہ سورج بن جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی یقیناً ایک معجزہ ہے کہ اس کو پتھر پہ مارتے ہیں تو بارہ چشمے بہہ پڑتے ہیں، بہتے ہوئے پانی پہ مارتے ہیں تو وہ پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے اور بارہ راستے بن جاتے ہیں۔ تو جامد کو سیال بنا دیا اور سیال کو جامد یعنی انقلاب ماہیت پیدا کرنا یقیناً خلاف عادت ہے۔ عادتاً یہ چیز مستبعد ہے کہ دریا کا پانی خود بخود رک جائے، راستے بن جائیں۔ یا ایک لاٹھی مارنے سے پتھر سے چشمے بہہ پڑیں، خود لاٹھی معجزہ ہے کہ ہاتھ میں اسے رکھو تو لاٹھی ہے اور کسی چیز پر مار دیا پھینک دیا تو اژدھا بن کر لہرانے اور پھنکارنے لگے۔ یہ یقیناً معجزہ ہے۔ عادتاً یہ چیز نہیں ہوتی کہ لاٹھی ہاتھ میں لو تو لاٹھی اور پھینکو تو وہ اژدھا بن جائے۔

اسی طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور پیدائشی اندھوں کو بینا کر دینا جیسے معجزات دیئے گئے۔

تو تمام انبیاء علیہم السلام کو کچھ سندیں ایسی دی گئیں کہ جن سندوں کے ذریعے سے لوگ یقین کر سکیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے۔ اور جو کچھ یہ قول سے کہہ رہا ہے جب کہ یہ فعل اس کے ساتھ ہیں تو یقیناً یہ قول بھی خدا ہی کا ہے جس کو یہ نقل کر رہا ہے۔

توجیسے افعال کے حق میں وہ ظاہر کرنے والا ہے کہ کارفرمائیاں قدرت کی ظاہر ہورہی ہیں اور جائے ظہور بنا ہوا ہے نبی کا بدن۔ اسی طرح سے یقیناً جو یہ کلام کررہا ہے اس میں زبان اگرچہ اس کی ہے مگر قول خدا کا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى

یہ نبی کا قول نبی کی ذات کا قول نہیں ہے خدا کا قول ہے جو اس کی زبان سے ظاہر ہورہا ہے۔

تو چاہے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہو یا زبان پر کلام ظاہر ہو' کلام کی سچائی کے لیے معجزہ دلیل ہوتا ہے۔

تو نبوت درحقیقت ایک دعویٰ ہے' اور معجزات اس کے لیے بمنزل دلیل کے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک انعام' فضل اور فرق مراتب ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو عملی معجزے دیئے گئے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو نار دی گئی۔ نار گلزار بن گئی' صالح علیہ السلام نے اونٹنی نکال دی' موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ کو روشن کرکے دکھلا دیا' لاٹھی کو عصا' عصاء کو اژدھا بنادیا۔

یہ تمام معجزات فعلی اور عملی معجزات ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ کام کام کرنے والے کی ذات کے ساتھ رخصت ہوجاتا ہے۔ اگر عامل دنیا میں نہ رہے تو اس کا عمل بھی باقی نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ چلا جاتا ہے۔ تو جتنے انبیاء علیہم السلام کو معجزات دیئے گئے جب وہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے رخصت ہوئے ان کے معجزات بھی رخصت ہوگئے' آج گلزار خلیل کا کہیں نشان نہیں' آج عصائے موسیٰ موجود نہیں' آج احیائے موتی موجود نہیں۔ سب معجزات ختم ہوگئے۔ اس لیے کہ صاحب معجزہ یہاں نہیں ہیں تو عمل عامل کی ذات کے ساتھ رخصت ہوجاتا ہے۔ تو عملی معجزات بھی ان عاملین حضرات کے دنیا سے جانے کے بعد چلے گئے لیکن علم کی شان یہ ہے کہ عالم کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد علم رخصت نہیں ہوتا وہ باقی رہتا ہے۔ اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں ہزاروں معجزات عملی دیئے گئے وہاں سب سے بڑا معجزہ علمی دیا گیا جو قرآن کریم ہے کہ

آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو جائیں، تب بھی وہ معجزہ باقی رہے اور جیسے میں نے عرض کیا کہ معجزہ دلیل ہوتا ہے نبوت کی۔ تو آج جس نبوت کی دلیل موجود ہے وہ نبوت بھی موجود ہے۔ جن نبوتوں کے دلائل ختم ہو چکے وہ نبوتیں بھی ختم ہو چکیں۔ تو آج کی نبوت وہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گی۔ جب تک قرآن باقی ہے دلیل موجود ہے اس لیے نبوت بھی موجود ہے۔ اور دعویٰ قیامت تک کا ہے کیونکہ دلیل قیامت تک کی ہے۔

تو حضور ﷺ نے عملی معجزات بھی دکھلائے اور ان سے بڑھ چڑھ کر دکھلائے جو انبیاء علیہم السلام سابقین کو دیئے گئے، اگر عیسیٰ علیہ السلام نے احیائے موتی کا معجزہ دکھلایا کہ مردے زندہ ہوئے۔ تو نبی کریم ﷺ نے لکڑی کے ستون کے زندہ ہونے کا معجزہ دکھلایا۔

حدیث میں واقعہ آتا ہے کہ کھجور کا ایک گز ڈیڑھ گز کا خشک تنا مسجد نبوی میں کھڑا ہوا تھا اوپر سے اسے کاٹ دیا گیا تھا اور اس پر ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر بنا دیا گیا اور اس پر خطبہ ارشاد کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو حدیث میں ہے کہ اس خشک تنے میں سے رونا اور فریاد کرنا اور گریہ وزاری کی ایسی آوازیں آئیں جیسے بچے سبک سبک کر روتے ہیں۔ آپ ﷺ کو منبر سے اترنا پڑا، آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھا جیسے کوئی تسلی اور دلاسا دیتا ہے۔ تب جا کر وہ ستون سبک سبک کر چپ ہوا۔

کتنا بڑا فرق ہے اگر عیسیٰ علیہ السلام نے مردے کو زندہ کیا تو وہ انسانی مردہ تھا، جو زندہ ہوا، اس بدن سے اس کی روح کو یقیناً مناسبت تھی روح اس میں پہلے موجود تھی جو نکل گئی تھی، تو نکلی ہوئی چیز کو اگر بعد میں پہنچا دیا جائے تو وہ اپنے محل میں پہنچی، کوئی عجیب بات نہ ہوئی، انسان اگر زندہ ہو کر انسانی حرکتیں کرنے لگے تو کوئی بعید بات نہیں کیونکہ انسانی جسم کا بھی یہی تقاضا ہے اور انسانی روح کا بھی یہی تقاضا ہے۔ تو آدمی کے بدن میں آدمی کی روح آجائے اور وہ آدمیوں کے سے افعال انجام دینے لگے تو زیادہ تعجب کی بات نہیں لیکن کھجور کے خشک تنے کو زندہ کیا جائے اور زندگی میں روح وہ آجائے کہ فراق نبوی میں رونے لگے یعنی فقط انسانوں جیسے روح نہیں بلکہ عشاق صادقین کی روح

جو اہل اللہ اور عارفین کو نصیب ہوتی ہے کہ فراق نبوی برداشت نہ ہو' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں گریہ وبکا کرے ایسی روح دی گئی۔

تو کہاں کھجور کا تنا اور کہاں اہل اللہ اور کاملین کی روح جس جسم میں ڈالی جائے وہ زندہ ہو جائے' تو انسان کے بدن میں اگر انسانی روح آ جائے تو تعجب کی بات نہیں لیکن کھجور کے تنے میں انسانی روح آئے' انسانوں میں بھی کامل انسان کی روح آئے یہ اس سے بڑھ چڑھ کر معجزہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ شق القمر دیا گیا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے معراج کا دیا گیا کہ منٹوں میں اور پل بھر میں دنیا اور زمین اور فضا اور آسمان کو طے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ جنتوں تک کی سیر کی۔ یہ معجزات دیئے گئے جو نبوت کی دلیل ہیں۔ رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچے۔ جو اڑھائی سو تین سو میل کا فاصلہ ہے یہ ''اسریٰ'' کہلاتا ہے اور پھر وہاں سے اوپر جانا ہوا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتوں آسمانوں کا سفر کیا۔ یہ معجزہ دیا گیا۔ اسی طرح سے اور ہزاروں معجزات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے۔

تو معجزہ دلیل ہے نبوت کی' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزے پیش کیے اور معجزہ دلیل ہے نبوت کی تو گویا نبوت ثابت ہوئی۔ تو معجزات اصل میں مسائل کی دلیل نہیں ہوتے' قانون کے لیے دلیل نہیں ہوتے' قانون کے حق ہونے کی دلیل تو نبی کی ذات ہوتی ہے کہ نبی سچ کے سوا غلط کبھی نہیں کہہ سکتا' قانون حق ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی نے کہا اور نبی حق پر ہے اس کی دلیل معجزہ ہے۔

تو معجزہ نبوت کی دلیل ہوتی ہے قانون کی دلیل نہیں ہوتی۔ اگر مثلاً ہم یوں کہیں کہ نماز ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں۔ اور آپ ہم سے دلیل مانگیں اور ہم دلیل یہ دیں کہ حضور نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔ تو چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے سے یہ کیسے لازم آیا' کیا ضروری ہے کہ چار ہی رکعت ہونی چاہئیں' دو کیوں نہ ہو جائیں۔

تو معجزہ احکام کی دلیل نہیں ہوتی۔ روزہ فرض ہے ہم سے کوئی دلیل مانگے کہ کیوں فرض ہے؟ ہم کہیں کہ حضور ﷺ معراج میں گئے تھے۔ اس لیے فرض ہے تو پوچھنے والا پوچھے گا کہ معراج کو روزے سے کیا تعلق۔ معراج اگر ثابت ہو جائے تو تیس دن کے روزوں کا ہونا کیسے ضروری نکلا۔ روزے دس دن کے کیوں نہیں ہو گئے۔ دو مہینے کے کیوں نہیں ہو گئے؟

تو روزہ اور نماز اور احکام شرعیہ کے دلائل معجزات نہیں ہوتے معجزہ دلیل ہوتی ہے نبی کے حق ہونے کی۔ اور نبی کی ذات دلیل ہوتی ہے احکام کے حق ہونے کی۔ اس لیے احکام کو ذات کی حقانیت سے پہچانا جائے گا اور ذات کی حقانیت معجزات سے پہچانی جائے گی۔

بہرحال معجزہ نبوت کی دلیل ہے مگر معجزہ ہوتا ہے خلاف عادت۔ جب لوگ عادت کے بندے بن جاتے ہیں اور عبدالمسبب الاسباب ہونے کی بجائے اسباب کے بندے بن جائیں تو وہ ہر چیز میں اسباب کی تلاش کرتے ہیں اور معجزہ ان کے دماغ میں نہیں بیٹھتا جب کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ معراج میں گئے تو وہ حیران ہوتے ہیں کہ بھلا آدمی کیسے جاسکتا ہے۔

کہا جائے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے طی زماں اور طی مکاں ہوتا ہے کہ لمبی سے لمبی مسافت پر پل بھر میں پہنچ جاتے ہیں' یا بڑے سے کام کو جو پچاسوں گھنٹوں میں ہونا ہو وہ دو منٹ میں کر لیتے ہیں اور ان کے لیے زمانہ بھی لپٹ جاتا ہے اور مکان بھی لپٹ جاتا ہے تو جو رات دن اسباب میں گھرے ہوئے ہیں ان کے دماغ میں نہیں بیٹھتا کہ یہ چیز کیسے ہوسکتی ہے۔

اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے اس امت میں کچھ ایسے افراد پیدا کیے کہ چاہے وہ اسلام لائیں یا نہ لائیں مگر ایسی ایجادات کریں' ایسی تیاریاں کریں کہ ہر معجزے کے لیے

مادیات میں ایک مثال بن جائے اور ان کا منہ بند کیا جا سکے۔

کل تک یہ کہا جا سکتا تھا کہ آسمانوں کی طرف عروج ناممکن اور محال ہے۔ فلاسفہ قدیم تو کہتے تھے کہ بیچ میں آگ کا کرہ پڑتا ہے بھلا آدمی کیسے گزر جائے گا پھر بیچ میں ہی کرہ ہوا پڑتا ہے۔ انسان تھوڑی ہوا برداشت نہیں کر سکتا۔ ہوا کے ذخیرے میں پہنچ جائے تو ہوا اسے کیسے چھوڑ دے گی۔

غرض یہ محال سمجھا جاتا تھا آج جب ایجادات ہوئیں اور جٹ طیارے تیار ہوئے اور لوگ سیاروں میں بیٹھ کر چلے اور دنیا کے چکر کاٹنے شروع کیے اور انہوں نے ارادے سے یہ باندھے کہ ہم چاند تک پہنچیں گے تو کم سے کم یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ تیز رفتار سیر کے لیے کوئی مقدار معین نہیں۔ جلدی سے جلدی پہنچنے کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے' مہینے بھر کی مسافت آدمی گھنٹوں میں بھی طے کر سکتا ہے۔ گھنٹوں کی مسافت منٹوں میں طے کر سکتا ہے۔ منٹوں کی مسافت سیکنڈوں میں طے کر سکتا ہے۔ یہ قدیم فلاسفہ کا بھی مذہب ہے کہ تیز رفتار سیر کے لیے کوئی حد مقرر نہیں۔ بڑی سے بڑی سیر چھوٹی سے چھوٹی مدت میں ہو سکتی ہے۔

اور آج کے فلسفے نے اس کا مشاہدہ کرا دیا کہ جس چیز کو آج سے پچاس برس پہلے لوگ محال کہتے تھے آج وہ ممکن بن گی' کل اگر کوئی یوں کہتا کہ پچاس برس پہلے میں نے ایسی سواری ایجاد کی ہے کہ اس میں بیٹھ کر میں دنیا کا چکر لگا سکتا ہوں۔ پوری دنیا میں گھوم سکتا ہوں تو لوگ اسے دیوانہ کہتے کہ یہ عقل میں آنے والی بات نہیں' لیکن جب گاگرین چلا اور اس نے (تقریباً ۲۴ گھنٹوں میں سترہ) چکر دنیا کے لگائے تو اب سب کے منہ بند ہیں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ وہی بات اگر پیغمبر کہے تو ہم ماننے کے لیے تیار نہیں اور اگر وہی بات پیغمبروں کے منکر کہیں تو ہم ماننے کے لیے تیار ہیں یعنی فرق اسباب اور مسبب الاسباب کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے کہو تو ماننے کی بات نہیں لیکن اگر دنیا کی طرف منسوب کر کے کہو تو ماننے کی بات ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ یہ بغیر دیکھے ماننے کے لیے تیار نہیں تو دنیا میں ایسے اسباب مہیا کر دیے کہ وہ باطنی چیزوں کے ماننے کے لیے مثال بن جائیں۔

تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ تم دعویٰ کرو اور دنیا کے موجودہ فلاسفروں سے کہا کہ تم ان کے لیے دلائل مہیا کر دو۔ اگر دونوں کام مسلمانوں کے ذمہ ڈال دیتے کہ یہی معراج کا دعویٰ کرتے اور یہی ایجادیں کر کے اسے ثابت کرتے تو علمی ترقی نہ ہو سکتی بلکہ یہ محض بڑا کاریگر اور بڑا ہنر مند بن کے رہ جاتے۔

تو اللہ نے ان سے کہا تم علمی دعویٰ کرو اور دوسری قوم کو کہا کہ تم عملی دلائل مہیا کرو۔ یہ دعویٰ کریں تم اس کو ثابت کرو' کل کو ممکن ہے اسی اثبات کی بدولت تم بھی ان دعووں کو ماننے لگو۔

آج کم سے کم معراج سے انکار کرنے کا کوئی حق باقی نہیں رہا' کیونکہ چاند میں جانے کا جب ارادہ کر لیا تو پہنچنا نہ پہنچنا تو بعد کی بات ہے صرف ارادہ کرنے ہی سے کسی چیز کا ہونا تو ثابت ہو گیا۔ وقوع جب بھی ہو وہ ہوتا رہے گا۔

تو کل تک جو لوگ معراج کے سفر کو ناممکن کہتے تھے کم سے کم ان کے منہ پر مہر لگ گئی اور وہ اب نہیں بول سکتے۔ اس واسطے کہ وہ امکان کے قائل ہو گئے۔ کیونکہ سب سے بڑی چیز تو امکان ہی ہے۔ واقعہ ہونا تو امکان کے آثار میں سے ہے وہ جب بھی ہو جائے۔

معتزلہ کا دور تھا جو مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے ان کا یہ دعویٰ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ نہ دنیا میں کوئی دیکھ سکتا ہے نہ آخرت میں کوئی دیکھ سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیدار خداوندی محال اور ناممکن ہے عقلاً اور شرعاً ناممکن ہے۔

غرض یہ ان کا دعویٰ ہے اس کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت اور اہل حق کا

دعویٰ یہ ہے کہ آخرت میں اللہ کے بندے اللہ کو دیکھیں گے۔ انہیں دیدار خداوندی نصیب ہوگا۔ قیامت کے میدان میں اور جنت میں بھی ہوگا۔ غرض ہر جگہ حق تعالیٰ شانہ کا دیدار اور تجلیات ان کے سامنے آئیں گی۔ اور وہ انہیں دیکھیں گے۔

قرآن کریم نے فرمایا کہ:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

بہت سے چہرے ہونگے۔ جو چمکے ہوئے ہونگے' تر و تازہ ہونگے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہونگے اور اپنے پروردگار کی طرف نگاہیں لگا کر اس کو دیکھ رہے ہونگے کفار کے بارے میں فرمایا:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ

یہ ہرگز نہیں ہوسکتا' یہ ضرور ہوگا کہ کفار جتنے ہیں وہ محجوب ہوں گے۔ ان کے لیے حجاب حائل کر دیا جائے گا اور وہ اس لذت دیدار سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیئے جائیں گے۔

تو ان کو مایوس کیا گیا اور مومن کو امیدوار بنایا گیا۔ حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اربوں کھربوں مخلوق یعنی آدم کی ساری اولاد جب ایک جگہ جمع ہوگی تو بڑا ہجوم اور جمگھٹا ہوگا۔ دس بیس پچاس ہزار آدمی جمع ہو جاتے ہیں تو بھیڑ ہو جاتی ہے۔ چیخ و پکار ہوتی ہے اور سب ایک دوسرے کے لیے حجاب اور آڑ بن جاتے ہیں تو یہ اتنی مخلوق کو سارا کنبہ حضرت آدم علیہ السلام کا ایک جگہ جمع ہو ایک وقت میں کیسے اللہ میاں کو دیکھ لے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب چودھویں رات کا چاند چمکتا ہوا ہوتا ہے تو ساری دنیا کے انسان کیا ایک وقت میں اس کو نہیں دیکھتے؟ کیا ایک کے دیکھنے میں دوسرے کا دیکھنا حجاب بن جاتا ہے؟ تو جب ایک وقت میں سب چمکتے ہوئے چاند کو دیکھ سکتے ہیں تو اسی طرح سے جنت میں اور قیامت کے میدان میں سارے بنی آدم مل کر ایک وقت میں

اللہ کا دیدار بھی کر سکتے ہیں۔

تو بہر حال دیدار خداوندی ممکن بھی ہے واقع بھی ہوگا اور حق ہے‘ یہی مذہب اہل حق کا ہے جسے انبیاء علیہم السلام لے کر آئے۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ محال اور ناممکن ہے کہ اللہ کو کوئی دیکھ سکے انہوں نے اس دعوی کو اٹھایا اور دلائل پیش کیے چونکہ یہ دعوی اسباب کے ذرا مطابق ہے کہ اللہ میاں کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ اس لیے عوام مبتلا ہونے شروع ہوئے اور بہت سوں کے ایمانوں میں کچھ خلل پڑنا شروع ہوا۔

چنانچہ علماء نے بحثیں کیں‘ مناظرے کیے‘ تقریریں کیں مگر چونکہ علماء باریک بات کہتے تھے جو معنویت سے بھرپور ہوتی تھی اور وہ منکر تھے۔ انکار کرنے والا شبہ ڈال دے تو جلدی اثر ہوتا ہے اور حقیقت دل میں ذرا دیر سے بیٹھتی ہے اس لیے منکرین جلد کامیاب ہوتے ہیں اور ماننے والے دیر سے کامیاب ہوتے ہیں۔ ماننے والے کو ثابت کرنا پڑتا ہے اور دلائل دینے پڑتے ہیں جبکہ منکر ایک شبہ پیدا کر کے پبلک میں پھیلا دیتا ہے اور سب کے سب اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو شبہ جہالت کی چیز ہے اور اس کے خلاف ثابت کرنا علم کی چیز ہے‘ اس لیے جاہل دنیا میں جلد غالب آ جاتا ہے اور عالم دیر سے‘ اس لیے کہ اسے بڑے مقدمات طے کرنے پڑتے ہیں جبکہ جاہل کو ایک انکار کافی ہو جاتا ہے۔

تو معتزلہ نے جب یہ کہا کہ خدا کو نہ دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے نہ آخرت میں تو علماء نے اس کے جوابات دیئے مگر عوام کے دل میں ان کا جواب زیادہ نہیں بیٹھتا تھا۔ معتزلہ کا شبہ زیادہ بیٹھتا تھا۔ اس سے بہت سوں کے ایمانوں میں خلل پڑنا شروع ہوا۔

جب علماء عاجز آ گئے تو اخیر میں عارفین اور محققین کی طرف رجوع ہوا کہ وہ ارباب مشاہدہ ہیں وہ اپنے تصرف باطن اور کمالات باطن سے کچھ کہتے ہیں تو وہ دل سے جا کے ٹکراتی ہے۔ لمبی تقریریں وہ اثر نہیں کرتی جو کہ ایک عارف باللہ کا چھوٹا سا کلام

اثر کر جاتا ہے۔ اخیر میں صوفیاء کی طرف رجوع کیا گیا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ حضرت یہ قصہ پیش آ رہا ہے، ہم تو عاجز آ چکے ہیں، دلائل دیتے دیتے تھک گئے مگر دعوی باریک ہے اللہ کے دیدار اور قیامت کے واقعات اس دنیا میں سمجھانا جب کہ یہاں کے بندے اسباب کے بندے ہیں۔ بہت مشکل ہے کس طرح سمجھائیں؟ ہم نے سب کچھ کر لیا مگر لوگوں کے ذہنوں میں نہیں بیٹھتا اب آپ کا کام ہے کہ مخلوق کو سنبھالیں۔

فرمایا کہ اچھا ہم مناظرہ کریں گے۔ اس کا اعلان کر دو۔ چنانچہ وقت مقررہ پر جامع مسجد رسافہ میں بغداد کے لاکھوں آدمی جمع ہوئے۔ اول تو اس بنا پر کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ وعظ کہیں گے۔ جنہوں نے کبھی وعظ نہیں کہا ایک نئی چیز سامنے آتی ہے تو مخلوق خود بخود امنڈ آتی ہے کہ کوئی عجیب بات ہوگی۔

اور پھر یہ کہ مناظرے کا اعلان تھا اور مناظرہ جھگڑے کی چیز ہے اور جھگڑے سے عوام کو زیادہ مناسبت ہوتی ہے، تعمیری چیزوں کی طرف اتنی توجہ نہیں کرتے جتنا جھگڑوں کی چیزوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جھگڑالو زیادہ مشہور ہو جاتا ہے اور بے چارہ تعمیر کنندہ کچھ مغلوب سا رہ جاتا ہے۔

بہر حال جامع مسجد رسافہ میں لاکھوں آدمی جمع ہوئے، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ آ کر منبر پر بیٹھے، لاکھوں آدمیوں کا مجمع تھا، معتزلہ کے بڑے علماء بھی سامنے آئے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا دعوی ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

معتزلی عالم نے کہا: میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کو اس کی مخلوق نہیں دیکھ سکتی۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کا دیدار محال ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ایک بھی دلیل نہ پیش کی بلکہ یہ کہا کہ میں ایک چیز پوچھنا چاہتا ہوں اور تمہارے ضمیر سے اپیل کرتا ہوں وہ یہ کہ کیا تمہارا خدا کے دیکھنے کو دل چاہتا ہے؟

اس نے کہا ہاں! جی تو چاہتا ہے۔

فرمایا یہ دلیل ہے کہ خدا دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ دیکھنے کو جی اسی چیز کو چاہے گا جو دیکھی جا سکتی ہے اور جس کا دیکھنا محال ہو اس کے دیکھنے کو کبھی جی نہیں چاہے گا۔ کبھی آپ یہ نہیں چاہیں گے کہ میں خوشبو کو دیکھ لوں' یہ جی چاہے گا کہ اس کو سونگھ لوں۔ کبھی آپ کا جی نہیں چاہے گا کہ میں آواز کو دیکھ لوں۔ بلکہ اسے سننے کو جی چاہے گا تو جو چیز جن حواس سے سمجھی جاتی ہے اسی حواس سے معلوم اور محسوس کرنے کی تمنا ہوتی ہے۔ دوسرے حواس سے نہیں ہوتی۔

تو تم جب یہ کہتے ہو کہ خدا کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تمہارے ضمیر میں جی چاہنے کی خواہش موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ورنہ تمنا ہی پیدا نہ ہوتی۔ یہ دلیل ہے دیدار کے ممکن ہونے کی۔ اب واقعی ہونے کا مسئلہ یہ ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ واقعہ ہوگا۔ تو امکان تم نے ثابت کر دیا۔ وقوع صاحب شریعت نے ثابت کر دیا۔ اب بتاؤ تمہارا کیا دعویٰ ہے؟

اب وہ بے چارہ حیران ہو کر چپ رہ گیا اس لیے کہ وہاں تو دل ہی پکڑا گیا' تو اہل اللہ ضمیر اور وجدان سے اپیل کرتے ہیں۔ انسان کی سب سے بڑی دلیل اس کا ضمیر اور وجدان ہے۔ اندرونی ذوق جس کا تقاضا کرے وہی سب سے بڑی دلیل ہے اگر آپ مقدمات ملا کے عقلی طور پر دوسروں کے سامنے کچھ ثابت کر دیں تو یہ دلائل من گھڑت ہونگے۔ اصل دعوی ضمیر میں ہوتا ہے جس کے ماننے پر دل مجبور ہوتا ہے۔

تو سب سے بڑی دلیل انسان کا وجدان اور ضمیر ہے۔ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تقدیر کے مسئلے میں بڑا شبہ ہے' جب انسان مجبور محض ہے تو یہ جنت و دوزخ کیسی ہے تو میں نے کہا کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ میں کوئی اختیار نہیں ہے؟

مسئلہ کی بنیاد اس پر ہے کہ اگر انسان کے لیے اختیار ثابت ہو جائے تب تو تکلیف شرعی بھی درست ہے اور سزا و جزا بھی درست ہے۔ لیکن اگر اینٹ پتھر کی طرح مجبور ہو

اور کوئی بھی اختیار نہ ہو تب بے شک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اینٹ پتھر کی طرح مجبور ہے تو اسے خطاب کیوں کیا جا رہا ہے کہ یہ کام کر اور یہ کام نہ کر۔ اور کیوں کہا جا رہا ہے کہ یہ کام کرے گا تو جنت ملے گی اور نہیں کرے گا تو جہنم میں جائے گا۔ جب وہ مجبور محض ہی ٹھہرا تو بے چارہ کیا کرے۔ اس لیے اصل مسئلہ اس پر ہے کہ انسان میں اختیار ہے یا نہیں۔ اگر اختیار ثابت ہو جائے تو تکلیف شرعی بھی درست ہے۔ سزا و جزا بھی درست اور آخرت بھی درست۔ میں نے کہا کہ اختیار پر بات آئی ہے تو شرعی دلائل کو تو پہلے الگ رکھے میں آپ کے ضمیر سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ میں اختیار ہے یا نہیں۔

میں نے پوچھا کہ جب آپ کوئی اچھا کام کرتے ہیں تو آپ کو کچھ خوشی ہوتی ہے؟ کہنے لگے کہ ہاں خوشی تو ہوتی ہے۔

میں نے کہا یہی اس کی دلیل ہے کہ آپ اپنے کو مختار جانتے ہیں اگر مجبور محض ہو کر کام کرتے تو خوشی نہ ہوتی۔ اس لیے کہ آپ یہ سمجھتے کہ میں خود تھوڑا ہی کر رہا ہوں مجھ سے جبراً کرایا جا رہا ہے اس لیے مجھے خوشی کا کیا حق ہے۔

جب آپ کوئی بدکاری کرتے ہیں تو آپ کو غم اور ندامت ہوتی ہے یہ ندامت اس کی دلیل ہے کہ آپ خود کو مختار جانتے ہیں۔ اسی لیے آپ اس قدر نادم ہوتے ہیں کہ آپ سے جواب نہیں بن پڑتا ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں چور سے اگر مجسٹریٹ کہتا کہ کیوں چوری کی تو چور جواب دیتا ہے کہ صاحب "کیوں" کا سوال ہی نہیں میں تو اینٹ پتھر کی طرح مجبور محض ہوں' خدا نے مجھ سے کرادی۔ آپ کیوں مؤاخذہ کر رہے ہیں؟ لیکن اسکے برخلاف وہ ندامت کا اظہار کرتا ہے اور جھوٹ' سچ کے ذریعہ جوابدہی کی فکر کرتا ہے اپنے ضمیر میں اس بات کو مانتا ہے کہ یہ فعل میں نے کیا ہے اور اپنے اختیار سے کیا ہے۔ اس لیے کچھ ملمع سازی کر کے مجھے اس کو نبھانا چاہیے تا کہ کچھ برئیت ثابت ہو۔ اس لیے اگر ایسا نہ ہوتا تو آدمی ہر صورت میں اپنی مجبوری کا اظہار کر دیا کرتا کہ میں نے زنا کر لیا تو مجبور تھا اور نماز پڑھ لی تو مجبور۔

غرض نیکی کر کے دل میں خوشی کا آنا' بدی کر کے دل میں ندامت کا آنا اس کی دلیل ہے کہ آپ کا ضمیر آپ کو مجبور کے بجائے مختار باور کرا رہا ہے۔ یہ آپ صرف دکھلانے کو کہہ رہے ہیں کہ انسان مجبور محض ہے ورنہ آپ کا ضمیر گواہی دے رہا ہے کہ آپ مجبور نہیں' مختار ہیں۔ اور آپ مختار ہیں تو آپ سے خطاب صحیح ہو گیا۔

پھر میں نے ان سے کہا کہ یہ تو ایک کتا بھی سمجھتا ہے کہ آپ میں اختیار ہے۔ اس واسطے کہ جب آپ کتے کو ڈھیلا پھینک کر مارتے ہیں تو وہ انتقام لینے کے لیے ڈھیلے پہ نہیں جاتا بلکہ آپ کی طرف آتا ہے وہ جانتا ہے کہ ڈھیلا مجبور ہے اور یہ مختار ہے۔

تو تعجب ہے کہ آپ کے اختیار کو بھی سمجھتا ہے لیکن آپ نہیں سمجھتے بلکہ کہہ رہے ہیں کہ میں مجبور محض ہوں۔ جب کہ آپ کا دل آپ کو مختار کہہ رہا ہے۔ یہ جداگانہ بات ہے کہ وہ اختیار کس درجہ کا ہے۔ اس کو ناپ کر بتانے کے لیے ہمارے پاس کوئی ترازو نہیں ہے کہ اتنا تو بندے میں ہے اور اتنا نہیں ہے۔ اتنا مجبور ہے' اتنا مختار ہے' مگر عقلاً اور وجداناً انسان میں اختیار بھی ہے۔ مجبوری بھی ہے۔ نہ مجبور محض ہے' نہ مختار مطلق' ایسا مختار مطلق جس میں جبر کا نشان نہ ہو' وہ اللہ کی ذات بابرکات ہے اور ایسا مجبور مطلق جس میں اختیار کا نشان نہ ہو معدومات (جو چیزیں ابھی پیدا نہیں ہوئیں) ہیں۔ یعنی جن کو ابھی وجود ہی نہیں ملا کیونکہ جس میں وجود آ گیا تو ظاہر ہے کہ اس میں وجودی حد تک کمالات وجود بھی آئیں گے' اختیار بھی آئے گا۔ مگر انسان مجبور ہو کر بھی ایک حد تک معدوم رہتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی اصلیت عدم ہے۔ عدم سے نکال کر خدا نے وجود کا پرتو ڈالا تو اصلی عدم زائل نہیں ہوتا بلکہ وہ باقی رہتا ہے۔ اسی لیے خواہ انسان کی ذات ہو یا اس کی صفات ہوں یا افعال ہوں سب کو وجود اور عدم دونوں نے گھیر رکھا ہے۔

مثلاً آپ کی ذات ہے اور آپ ڈیڑھ گز لمبے ہیں تو ڈیڑھ گز کے اندر تو آپ کا وجود ہے اور ڈیڑھ گز کے باہر آپ کا عدم ہے تو چاروں طرف عدم' بیچ میں تھوڑا سا ذات کا وجود ہے۔ یہ نہیں کہ آپ لامحدود وجود رکھتے ہیں کہ جہاں تک چلے جاؤ آپ ہی کا

وجود نظر آئے بلکہ لامحدود وجود نہیں' محدود وجود ہے۔ چنانچہ ایک حد میں آپ موجود ہیں اور اس حد سے باہر آپ معدوم ہیں۔ غرض ہر طرف عدم سے گھرا ہوا ایک مختصر سا وجود ہے۔

یہی آپ کی صفات کا حال ہے' مثلاً آپ کا علم ہے اب وہ زیادہ سے زیادہ ہزار مسئلوں کا علم ہوگا' دو ہزار کا ہوگا' دس ہزار کا ہوگا۔ اس کے بعد عدم علم۔ تو آپ کے علم کو چاروں طرف سے عدم علم نے گھیر رکھا ہے۔ یعنی جہالت نے ہر طرف سے احاطہ کیا ہوا ہے، جس کے بیچ میں تھوڑا سا علم ہے۔

یہی حال آپ کی قدرت کا ہے مثلاً آپ اس پر قادر ہیں کہ یہ لاؤڈ سپیکر اٹھالیں' اس پر بھی قادر ہیں کہ یہ ریکارڈنگ مشین ہاتھ سے اٹھالیں۔

چنانچہ جب بھی آپ سے کہا جائے گا' آپ تیار ہو جائیں گے' لیکن اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ اس مسجد کو ذرا ہاتھ سے اٹھا لیجئے' آپ کہیں گے کہ یہ تو میرے بس میں نہیں' کیونکہ قدرت کی ایک حد ہے کہ وہاں تک آپ قادر ہیں اور اس کے بعد عاجز ہیں تو آپ کی قدرت کو چاروں طرف سے عدم قدرت نے گھیر رکھا ہے۔

تو علم میں عدم علم بھی اور علم بھی بیچ میں تھوڑا سا علم' چاروں طرف عدم علم' قدرت میں بھی چاروں طرف عدم قدرت' بیچ میں تھوڑی سی قدرت' یہی صورت اختیار کی ہے کہ جب وجود ہے تو وجودی کمال اختیار ہے اس لیے تھوڑا سا اختیار ہے باقی عدم اختیار یعنی اختیار کا نہ ہونا جسے جبر کہتے ہیں۔

تو آپ کسی حد تک مختار بھی ہیں' عالم بھی ہیں' جاہل بھی ہیں۔ قادر بھی ہیں' عاجز بھی ہیں' اس لیے کہ وجود وعدم دونوں کا مجموعہ ہیں' اگر سراسر وجود ہی وجود ہوتے تو علم محض ہوتا' جہل کا نشان نہ ہوتا۔ وجود محض ہوتا تو عدم کا نشان نہ ہوتا اور اگر عدم محض ہوتے تو وہاں جہل ہی جہل ہوتا۔ عجز ہی عجز ہوتا۔ لیکن دونوں کا جمع ہونا اس کی دلیل ہے۔ آپ میں کچھ وجود ہے کچھ عدم ہے۔ وجود اوپر سے آیا ہوا ہے جبکہ عدم آپ کی ذات میں رکھا

ہوا ہے۔ یعنی وہ ذاتی اور اصلی ہے تو وجود عارضی ہے جو اوپر سے آیا ہے۔

اس کو ذرا واضح طور پر آپ اس مثال کے ذریعہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ سورج طلوع کرتا ہے تو دھوپوں کے ہزاروں ٹکڑے آپ کے سامنے آتے ہیں جس انداز کے دروازے روشندان وغیرہ ہوتے ہیں اسی انداز کی دھوپ کی شکل بن جاتی ہے اگر گول روشندان ہے تو گول دھوپ آئے گی۔ چوکور ہے تو چوکور دھوپ آئے گی۔ مثلث ہے تو مثلث دھوپ آئے گی۔ تو یہ جو دھوپوں کے ٹکڑے ہیں ان کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ سورج ان کا موجد ہے۔ یہ اس کی مصنوعات اور اس کی مخلوقات ہیں' کروڑوں رنگوں اور صورتوں کی دھوپیں دنیا میں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ گویا سورج کی موجودات ہیں جس نے ان شکلوں کو بنایا ہے۔

تو تھوڑی دیر کے لیے شکل کے اوپر غور کیجئے کہ شکل کسے کہتے ہیں یہ شکل جو آپ کے سامنے ہے کب بنی جب روشنی اور اندھیرا دونوں جمع ہوئے۔ چاروں طرف اندھیرا ہے۔ بیچ میں روشنی ہے جو گول دھوپ کی شکل بن گئی۔ اگر محض دھوپ ہی دھوپ ہو تو اس کی کوئی شکل نہیں ہوگی' یا اگر محض اندھیرا ہی اندھیرا ہو تو اس کی بھی کوئی شکل نہیں ہوگی۔

لیکن جب اندھیرا اور چاند جمع ہونگے یعنی نور و ظلمت مجتمع ہونگے تو کوئی نہ کوئی شکل بن جائے گی۔

اس لیے شکل نور و ظلمت کے مجموعے یا چاندنے اجالے کے مجموعے کا نام ہوا فقط چاندنے میں بھی شکل نہیں' فقط اندھیرے میں بھی شکل نہیں جب دونوں کو ٹکرا کر جمع کیا جائے گا تو شکل بن جائے گی۔

غرض شکل دو چیزوں کے مجموعے کو کہا جائے گا اور وہ چاندنا اور اندھیرا ہیں۔ اب اس پر غور کیجئے کہ اس شکل میں یہ نور کہاں سے آیا؟ یہ ظلمت کہاں سے آئی؟ اب غور کریں گے تو نور تو آفتاب کی وجہ سے شکل میں آیا لیکن ظلمت تو آفتاب کی وجہ سے نہیں آئی آفتاب میں ظلمت کا نشان ہی نہیں۔

تو درحقیقت وہ ظلمت اس شکل کی ذات میں رکھی ہوئی ہے جس کو اس نور نے چمکا دیا کہ اس کے اندر اتنا اندھیرا ہے اگر اس پر نور نہ پڑتا تو اس کا اندھیرا بھی نہ کھلتا۔ اگر ہم میں وجود نہ آتا تو ہمارا معدوم ہونا بھی واضح نہ ہوتا۔ ہمارا عدم بھی جبھی کھلا جب ہمارے اندر وجود آ گیا۔ تو اس شکل کی ظلمت جب کھلی جب اس کے اوپر آفتاب نے نور ڈال دیا۔ تو نور آفتاب سے آیا ہے اور ظلمت اس شکل کی ذات سے آئی ہوئی ہے۔ یعنی اس کے اندر موجود ہے جس کو آفتاب کے نور نے ذرا سا دھکیل دیا ہے۔

تو عدم ہماری ذات میں ہے اور وجود اللہ کی طرف سے آیا۔ عدم اللہ کے ہاں سے نہیں آیا وہاں عدم کا نشان نہیں۔ اس نے وجود ڈالا تو وجود سے یہ بات کھل گئی کہ ہمارے اندر عدم بھی موجود ہے تو جیسا کہ وہ شکل نور اور ظلمت کا مجموعہ ہے کہ نور آفتاب کی طرف سے آیا، ظلمت شکل کی ذات کی طرف سے آئی۔ اسی طرح ہماری حالت ہے کہ اللہ نے ہم کو وجود دیا اور عدم ہماری ذات میں تھا تو نور وجود وہاں سے آیا جب کہ ظلمت، عدم ہمارے اندر اصلی ہے۔ اس لیے جو بھی ہمارے افعال یا صفات ہونگی دونوں میں وجود اور عدم دونوں ملے ہوئے رہیں گے۔ تو علم میں عدم بھی ہے وجود بھی ہے، قدرت میں وجود بھی ہے، عدم بھی ہے۔ اختیار میں وجود اختیار بھی ہے، عدم اختیار بھی ہے۔ تو چونکہ انسان میں سے عدم کے خواص و آثار تو جا نہیں سکتے کیونکہ اصلیت عدم ہے اس واسطے اسے یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ موجود محض ہے اور یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ معدوم محض اور ناقص محض ہے اس لیے کہ نقص اور کمال دونوں جمع ہیں کہ کچھ کمال ہے کچھ نقصان ہے۔

یہی مذہب ہے اہل سنت والجماعت کا، کہ انسان نہ مختار مطلق ہے نہ مجبور محض ہے، کچھ مختار ہے کچھ مجبور ہے۔ اب یہ بتانے کے لیے کوئی پیمانہ ہمارے پاس نہیں ہے کہ کتنا اختیار ہے اور کتنا عدم اختیار ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سمجھانے کے طور پر اسے بھی سمجھایا اور عوام الناس کے سمجھانے

کے لیے مثال بالکل کافی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ کیا میں مختار مطلق ہوں؟

فرمایا ''نہیں!

تو کیا میں مجبور محض ہوں؟

کہا ''نہیں!

مختار و مجبور دونوں ہوں؟

فرمایا ''ہاں دونوں کا مجموعہ ہو' کچھ مختار' کچھ مجبور اس نے پوچھا کہ کتنا مختار ہوں کتنا مجبور ہوں؟

فرمایا ''ٹانگ اٹھا کر کھڑا ہو جا'' وہ ایک ٹانگ اٹھا کے کھڑا ہو گیا۔

فرمایا ''دوسری بھی اٹھا لے اور کھڑا رہ؟

کہا ''یہ تو نہیں کر سکتا۔

فرمایا ''بس اتنا مختار اتنا مجبور ہے۔

تو اس طرح انہوں نے ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا اور یہ بتلا دیا کہ کسی حد تک اختیار چلتا ہے کسی حد سے آگے جواب دے دیتا ہے۔

تو بہر حال عقلاً اتنا ثابت ہے اور وجداناً اور ضمیر کے طور پر یہ مُسَلَّم ہے کہ انسان مختار ضرور ہے اور جب عقلاً اور وجداناً مختار ہونا ثابت ہو گیا تو تکلیف شرعی بھی درست ہو گئی۔ سزا اور جزا بھی درست ہو گئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اینٹ پتھر کی طرح مجبور محض ہوں' مجھے کیوں خطاب کیا جاتا ہے' مجھے کیوں سزا و جزا دی جاتی ہے' میں تو اینٹ کی مانند ہوں' یہ غلط ہے اس کا ضمیر یہ نہیں سمجھتا کہ وہ اینٹ کی مانند ہے۔

تو بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سب سے بڑی دلیل انسان کا ضمیر اور اس کا وجدان ہے' ضمیر خالی ذہن ہو کر جس چیز کو مانتا ہے اس کے مقابلے میں ہزاروں دلیلیں ایک طرف ہیں اور وہ ضمیر ایک طرف ہے۔ تو اہل اللہ وجدان کو اپیل کرتے ہیں' ضمیر

سے سوال کرتے ہیں۔ ضمیر سے جب آدمی انصاف کرتا ہے تو بات حق نکلتی ہے۔

تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ خدا کے دیکھنے کی تمنا بھی ہے کہا ہاں تمنا ہے اور جی بھی چاہتا ہے۔ کہا یہ دلیل ہے دیدار کے ممکن ہونے کی۔ اگر محال ہوتا تو محال کی تمنا آدمی کو کبھی ہو ہی نہیں سکتی' تو امکان تو نے ثابت کر دیا' وقوع مخبر صادق ﷺ کی خبر نے ثابت کر دیا۔ اس لیے ممکن بھی ہے اور واقع بھی ہوگا۔

اصل دلیل یہ ہے اور اسی طرح میں عرض کر رہا تھا کہ معجزات کے سلسلے میں چونکہ انسان ضمیر کو خراب کر لیتا ہے اور اسباب میں پھنس جاتا ہے۔ اس واسطے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ان سے ہٹ کر خالص اپنے ضمیر پر غور کرے تو حق نظر آئے گا اور باطل باطل نظر آئے گا۔ بعض دفعہ تعصّبات بعض دفعہ تقلید' بعض دفعہ کچھ سوسائٹی کی روایات جیسی چیزیں آدمی کے ذہن کو خراب کر دیتی ہیں۔ ان سب سے الگ ہو کر اور مخلی بالطبع ہو کر جب غور کرے گا تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں ایک نور رکھا ہے اس لیے حق و باطل سمجھ میں آ جائے گا۔ تفصیل سے آئے یا اختصار سے آئے مگر واضح ہو جائے گا۔

تو سب سے بڑی دلیل انسان کا ضمیر اور انسان کا وجدان نکلا۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام وجدان ہی کو اپیل کرتے ہیں' ضمیر کو درست کر دیتے ہیں کہ اس میں خس و خاشاک نہ پڑنے پائیں۔

تو انبیاء علیہم السلام نے معجزہ دکھلا دیا اب ضمیر صاف ہو تو وہ کہہ سکتا ہے کہ جب خدا نے انسان تک کو پیدا کر دیا جو ایسی کامل مخلوق ہے کہ اس کی وجہ سے دنیا میں چاندنا ہے تو اور چیزیں تو سب نیچی نیچی ہیں جنہیں خدا پیدا کر دے تو تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اگر نبی کریم ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے تو کوئی ناممکن اور قیاس سے باہر بات نہیں ہے اس لیے کہ یہ معجزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیے سب آسان ہے۔

جب حضور ﷺ جیسی ذات مقدس کو اللہ تعالیٰ پیدا کرنے پر قادر ہے کہ جو سارے عالموں

پر بھاری اور سارے عالموں سے افضل ہے تو چاند کے دو ٹکرے ہو جانا اس کی قدرت کے سامنے کوئی چیز نہیں۔ مگر یہ جب ہو کہ جب وجدان صاف ہو اسباب کی عادتوں نے وجدان کو خراب نہ کیا ہو مگر عام طور پر وجدان اور ضمیر خراب ہو جاتے ہیں۔ اس لیے حق تعالیٰ نے معجزات کے لیے کچھ حسی مثالیں پیدا فرمائیں تا کہ ان کو دیکھ دیکھ کر آدمی کو انکار کرنے کی قدرت باقی نہ رہے۔ تو کل تک معراج کا انکار تھا مگر جب فلسفیوں نے ارادہ کیا کہ ہم چاند تک جائیں گے۔ تو ان کے ذہن میں جا سکنے کا امکان آ جانا معراج کے ممکن ہونے کی دلیل ہے۔ ان کے ضمیر نے ثابت کر دیا کہ آسمانوں تک آدمی پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے اگر اللہ کا رسول پہنچ جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ فرق اتنا ہو گا کہ تم مادی اسباب سے پہنچو گے وہ روحانی اسباب سے پہنچیں گے۔ اس کو سب جانتے ہیں کہ مادیت میں وہ قوت نہیں ہے جو روحانیات کے اندر ہے۔ اس واسطے کہ مادی چیزیں کثیف ہوتی ہیں اور روحانی چیزیں لطیف ہوتی ہیں اور لطیف چیز بہ نسبت کثیف کے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ دنیا میں بھی کثیف چیزیں متحرک ہوتی ہیں۔ لطیف چیزیں محرک بنتی ہیں۔ وہ اپنی طاقت سے انہیں ہلاتی ہیں۔

آپ کسی فیکٹری میں جائیں تو ہزارہا من لوہے کی بڑی بڑی چکریں، بڑے بڑے پلے اور پہیئے گھوم رہے ہیں اور ایک فیکٹری ہے، ہزاروں پہیہ گھوم رہا ہے، مشینیں چل رہی ہیں لاکھوں من لوہا ناچ رہا ہے، اسے کون نچا رہا ہے؟ آپ غور کر کے دیکھیں گے تو پاور ہاؤس میں جو سٹیم ہے وہ انہیں حرکت دے رہی ہے، سٹیم کا نہ کوئی بدن ہے نہ ظاہری طور پر اس کا کوئی وجود نظر آتا ہے۔ آنکھوں سے اوجھل ہے مگر وہ سٹیم ہی حرکت دے رہی ہے، اس کی حرکت سے لاکھوں من لوہا ناچ رہا ہے، تو سٹیم ذرا سی جگہ میں ہے۔ بے حد لطیف چیز ہے اور یہ کثائف اس کے اوپر گھوم رہی ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ کثیف طاقت ور نہیں ہوتا بلکہ اس کے مقابلے میں لطیف طاقتور ہوتا ہے، جتنی لطافت بڑھتی جائے گی اتنی ہی طاقت بڑھتی جائے گی۔

حدیث میں فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جب اللہ نے زمین پیدا کی اور وہ پانی پر تیرائی گئی تو زمین ہلنے اور لرزنے لگی کیونکہ پانی کے اوپر تھی

فَخَلَقَ الْجِبَالَ فَقَالَ بِهَا عَلَيْهَا

اللہ نے اس کے روکنے کے لیے اس کے اوپر پہاڑ بنائے۔

وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا

پہاڑوں کو گویا میخیں بنا کر زمین کے اندر ٹھوک دیا۔ چنانچہ ان کے بوجھ سے حرکت بند ہو گئی تو پہاڑوں کے شدت و مضبوطی اور سختی کو دیکھ کر ملائکہ نے عرض کیا کہ

يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ بِشَيْءٍ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ؟

یا اللہ میاں آپ کی مخلوق میں پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ یعنی یہ تو بڑی زبردست معلوم ہوتی ہے کہ زمین جیسے عظیم کرے کی جو ہل رہی تھی حرکت روک دی اسے اپنی قوت سے دبا دیا تو یہ پہاڑ تو بڑی طاقت ور چیز معلوم ہوتی ہے کہ جسم بھی بڑا اور صلابت و سختی بھی زیادہ تو هَلْ مِنْ خَلْقِكَ بِشَيْءٍ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ؟ آپ کی مخلوق میں کیا پہاڑوں سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز ہے۔ قَالَ نِعْمَ الْحَدِيْدُ فرمایا ہاں لوہا اس سے زیادہ سخت ہے لوہے کی ایک کدال لے کر آدمی ہزاروں من کی چٹان کے ٹکڑے کر ڈالتا ہے۔ یہ جو ریل کی پٹریوں کے کنارے لاکھوں من پتھر کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں یہ پہاڑوں کے جگر کے ٹکڑے ہیں جنہیں انسانوں نے کدالیں لے کر اور توڑ توڑ کر یہاں لگا دیا۔

تو لوہے میں وہ طاقت ہے کہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دے، جب لوہے کی کدال سامنے آتی ہے تو ان کی ساری سختی دھری رہ جاتی ہے۔ تو فرمایا میری مخلوق میں پتھر سے زیادہ شدید چیز لوہا ہے تو ملائکہ نے عرض کیا کہ

يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ بِشَيْءٍ اَشَدُّ؟

یا اللہ میاں! کیا لوہے سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہاں:

قَالَ نِعْمَ النَّارُ

آ گ اس سے زیادہ طاقت ور ہے۔اس لیے کہ جہاں آ گ کے اندر لوہے کو ڈالا کہ وہ پگھل کر پانی ہوا۔ پرنالے میں سے اس طرح بہتا ہے جیسے پانی بہہ رہا ہو دور سے نظر آ تا ہے آ گ نکل رہی ہے اور حقیقت میں وہ لوہا ہوتا ہے جو آ گ کی شکل میں پانی ہو کر بہتا ہے۔

آپ نے فولاد کے کارخانوں میں دیکھا ہوگا پرنالوں سے لوہا پانی کی طرح بہتا ہے جو آ گ کا اثر ہے۔تو آ گ میں وہ طاقت ہے کہ لوہے جیسی سخت چیز کو نرما کر اور پگھلا کر پانی کر دیتی ہے' لوہا اپنی ساری سختی بھول جاتا ہے کیونکہ آ گ اس سے زیادہ طاقت ور ہے۔

تو ملائکہ نے پھر سوال کیا کہ

یَارَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ بِشَيْءٍ اَشَدُّ مِنَ النَّارِ؟

اللہ میاں آپ کی مخلوق میں آ گ سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز ہے؟

قَالَ نِعْمَ الْمَاءُ

فرمایا ہاں پانی اس سے زیادہ سخت ہے' اس واسطے کہ اگر بیسیوں بیگھے زمین میں آ گ جل رہی ہو اور پانی کے چھینٹے دیئے جائیں تو آ گ بچاری اسی وقت ختم ہو جائے گی سارا کروفر جاتا رہے گا پانی اس کے اوپر غالب آ جاتا ہے معلوم ہوتا ہے پانی میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔

تو پھر ملائکہ نے سوال کیا کہ یا اللہ میاں آپ کی مخلوق میں پانی سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز ہے؟

قَالَ نِعْمَ الْهَوَاءُ

فرمایا ہاں "ہوا" اس سے بھی زیادہ سخت ہے' جب ہوا کے جھکڑ چلتے ہیں تو سمندر تہ و بالا ہو کر چاروں طرف مارا مارا پھرتا ہے' ہوا اسے چین نہیں لینے دیتی' وہ تھمنا چاہتا ہے

مگر ہوا کا ایک جھونکا چلتا ہے اور اس میں موجیں اٹھتی ہیں' ادھر کا ادھر ہو جاتا ہے۔ گویا ایک دوسرے کے اوپر موجیں گر رہی ہیں' اور سمندر اس طرح پچھاڑیں کھا رہا ہے جیسے آپ آپ میں نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہوا اس کے اوپر مسلط ہے تو ہوا پانی سے بھی زیادہ سخت ہے۔ تو یہ عناصر اربعہ آگ پانی مٹی ہوا سائنس کا موضوع ہیں جسے اس حدیث نے واضح کیا۔ کہ سب سے زیادہ سخت پتھر' اس سے زیادہ سخت لوہا' اس سے زیادہ سخت آگ' اس سے زیادہ سخت پانی اور اس سے زیادہ سخت ہوا ہے۔ اگر آپ اس کا معیار دیکھیں کہ یہ چیزیں کیوں سخت ہیں اور دوسرے ان کے مقابلے میں کیوں نرم ہیں تو معیار لطافت اور کثافت نکلے گی۔ جس میں لطافت بڑھتی گئی' اس میں طاقت بڑھتی گئی' جس میں لطافت کی کمی آتی گئی ہے۔ اس میں ضعف بڑھتا گیا ہے' پتھر میں قوت ہے لیکن پتھر سے زیادہ ستھرائی اور لطافت لوہے کے اندر ہے۔ اگر پتھر کو توڑیں تو اس کا برادہ گرے گا جو کپڑے کو آلودہ کرے گا لیکن اگر لوہے کا برادہ گرے گا تو کپڑے کے اوپر کوئی گرد نہیں پڑے گا۔ جھاڑو تو کپڑا صاف کا صاف کیونکہ ستھرائی زیادہ ہے اس لیے اس کے جسم میں لطافت بھی بڑھ گئی اور طاقت بھی بڑھ گئی۔

آگ کو دیکھا جائے تو وہ لوہے سے زیادہ لطیف ہے اس لیے کہ لوہے میں چمک بالکل نہیں جب کہ آگ میں چمک ہے اور اس کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ لوہے پر انگلی مارو تو انگلی ٹوٹ جائے گی اور آگ کے اندر سارا ہاتھ دے دو' ادھر کا ادھر نکل جائے گا اور آگ بدستور باقی رہے گی۔ یہ اس کے جسم کی لطافت کی بات ہے کہ اس سے کوئی چیز ٹکراتی نہیں اور ٹکر لگتی بھی ہے تو وہ اس چیز کو روکتی نہیں بلکہ وہ چیز ادھر سے ادھر نکل جاتی ہے لیکن آپ لوہے میں تو نکال دیں؟ معلوم ہوا کہ اس کے جسم میں باریکی' رقت اور لطافت زیادہ ہے اس لیے اس کی طاقت بھی بڑھ گئی۔ تو آگ کے اندر لوہے سے زیادہ لطافت ہے۔ لہٰذا طاقت بھی زیادہ ہے۔

آگ سے زیادہ طاقت ور پانی ہے کیونکہ پانی میں آگ سے بھی زیادہ لطافت

ہے۔اس لیے کہ آگ کتنی ہی لطیف ہو ادھر سے ادھر کی چیز نظر نہیں آ سکتی۔لیکن پانی میں دیکھا جائے تو ادھر کی چیز ادھر سے نظر آ جائے گی۔صاف ستھرا پانی اگر گزوں تک بھی ہے تو تہ کی چیزیں جو اس میں پڑی ہوئی ہیں نظر آ جاتی ہے کیونکہ پانی نگاہوں کو نہیں روکتا' آگ نگاہ کو روکتی ہے' چاہے آگ کی پتلی سی چادر ہو لیکن نگاہ آر پار نہیں جا سکتی۔ اس کے جسم میں اتنی کثافت ہے اور پانی کے جسم میں اتنی لطافت ہے کہ نگاہیں پار ہو جاتی ہیں۔ ہاتھ ڈالا جائے تو وہ ہاتھ کو نہیں روکتا پھر برابر ہو جائے گا' نگاہ ڈالو تو نگاہ کو نہیں روکتا' تو اس میں لطافت زیادہ ہے یہاں تک کہ جب پانی ستھرا ہوتا ہے تو اس میں آدمی کی صورت نظر پڑتی ہے۔اس میں اتنی چمک پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ آئینے کا کام دیتا ہے تو جو چیز صورت بھی دکھلا دے' ٹکر بھی نہ دے اور نگاہوں کو بھی نہ روکے اس سے زیادہ لطافت کس میں ہوگی؟ آگ میں یقیناً یہ لطافت نہیں ہے۔تو لطافت بڑھنے سے طاقت بھی بڑھ گئی۔

اس سے آگے ہوا ہے' ہوا کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ انسان بیٹھا ہوا ہے اور ہوا چاروں طرف گھوم رہی ہے لیکن نگاہ جیسی لطیف چیز اس پر کارگر نہیں ہوتی اور وہ ہوا کو اپنے اندر نہیں سما سکتی۔تو نگاہ لطیف تھی مگر نگاہ سے بھی زیادہ لطیف ہوا کا جسم ہے کہ نگاہ ہوا کا احاطہ نہیں کر سکتی جس کا سبب ہوا کہ لطافت ہے تو اس لطافت کی وجہ سے وہ کسی چیز کو نہیں روکتی' نہ وہ نگاہ کو روکتی ہے نہ کسی دوسری چیز کو۔حالانکہ فضا میں لاکھوں ڈگری ہوا بھری پڑی ہے لیکن یہاں کی چیزیں میلوں سے نظر آتی ہیں کیونکہ ہوا نگاہوں کو نہیں روکتی۔اس کے مقابلے میں پانی میں یہ لطافت نہیں' تو لطافت بڑھی تو طاقت بھی بڑھ گئی۔

ملائکہ نے عرض کیا یا اللہ میاں! آپ کی مخلوق میں ہوا سے بھی زیادہ کوئی طاقت ور چیز ہے؟

قَالَ نَعَمْ بَنِیْ اٰدَمَ اِذَاتَصَدَّقَ صَدَقَةً فَاَخْفٰهَا حَتّٰی لَاتَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ

فرمایا ہاں! بنی آدم ہوا سے بھی زیادہ قوی ہے جبکہ صدقہ دے اور اس طرح دے کہ دائیں ہاتھ سے جو دے رہا ہے اس کے دینے کا بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے۔ یعنی انتہائی کمال اخلاص اور ایثار سے دے۔ یہ ترک دنیا کی طرف اشارہ ہے کہ جو انسان دنیوی لذات کو ترک کر کے ان سے غنی بن جائے اس کی روح میں وہ طاقت ہوگی جو نہ ہوا میں طاقت ہے نہ آگ میں طاقت ہے۔ اسی واسطے انسان تمام کائنات پر غالب ہے' نہ ہوا کہ غلبہ' نہ پانی کا غلبہ' بلکہ پانی پر بھی' ہوا پر بھی' مٹی پر بھی' آگ پر بھی انسان کا غلبہ ہے۔ اور اتنا غلبہ ہے کہ ان چیزوں کی طبیعت کے خلاف ان پر انسان حکمرانی کرتا ہے اور انہیں مجبور کر لیتا ہے۔ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ نیچے کو جائے مگر انسان پائپ اور مشینوں کے ذریعہ اسے حکم دیتا ہے کہ اوپر کو چل' تو آٹھویں دسویں' یہاں تک کہ سوویں منزل پر بھی پانی جا رہا اگرچہ جی نہیں چاہتا مگر جانے پر مجبور ہے۔ انسان نے مشین لگا کے اسے ابھار دیا ہے اور اب وہ جانے پر مجبور ہے۔

آگ کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی لو اوپر کو اٹھے گی لیکن مشینوں اور برقی چولہوں کے ذریعے آپ اس کی لو کو کبھی اوپر کو نکال دیتے ہیں' کبھی نیچے کو نکال دیتے ہیں' کبھی دائیں کو اور کبھی بائیں کو۔ تو آپ کے سامنے آگ مجبور ہے۔ وہ ادھر ہی چلے گی جدھر اسے آپ چلائیں گے۔

ہوا جیسی چیز جو ساری فضا میں بھری پڑی ہے۔ اور اس کی طاقت بھی معلوم ہے مگر عاجز آئی تو انسان کے سامنے کہ اس بے چاری کو جیل خانہ میں بند کریں تو اسے بند ہونا پڑتا ہے' مثلاً آپ اسے ٹائروں میں بند کر دیتے ہیں۔ ٹیوب میں بند کر دیتے ہیں' فٹ بالوں میں اور گیندوں میں بند کر دیتے ہیں۔ جب آپ گیند کو زمین پر دے کے مارتے ہیں تو وہ گدا کھا کے دو گز پانچ گز اوپر جاتی ہے۔ یہ ہوا ہی ہے جو اس کے اندر بلبلا رہی ہے۔ مگر انسان نے اسے جیل خانے کے اندر بند کر رکھا ہے۔ اگر ہوا نکال دی جائے تو گیند میں کوئی طاقت نہیں اسے زمین میں ڈال دیا جائے تو وہ بالکل نہیں اچھلے گی

وہ ہوا ہی ہوتی ہے جو چوٹ پڑنے پر اوپر جانا چاہتی آپ جب اسے زمین پر دے مارتے ہیں تو وہ اوپر جانے کے لیے زور لگاتی ہے جہاں تک زور ہوتا ہے چلتی ہے پھر بے چاری نیچے آ پڑتی ہے۔ انسان کے ہاتھوں اتنی قید ہے کہ چوں نہیں کر سکتی۔ تو کہیں ٹائروں میں بند ہے، کہیں ٹیوب میں بند ہے۔

اور اگر نکالنا چاہیں تو مشینوں کے ذریعے ڈبوں میں سے ہوا نکال کر ان میں پھل رکھ دیتے ہیں اور ڈبے بند کر دیتے ہیں اب وہ پھل سڑتے نہیں حالانکہ برس برس دن رکھے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ ہوا نکال لی گئی ہے۔ تو جہاں سے نکالنا چاہا اسے کان پکڑ کے نکال باہر کیا اور جہاں بند کرنا چاہا اسے کان پکڑ کے لائے اور بند کر دیا وہ بے چاری چوں بھی نہیں کر سکتی۔ اب سوچئے کہ وہ طاقت ور ہے یا انسان طاقتور ہے؟

اور آگے بڑھئے تو بجلی اس سے بھی زیادہ طاقتور ہے کہ پہاڑوں پہ گرے تو انہیں دو پارہ کر کے ٹکڑے ٹکرے کر ڈالے مگر قیدی ہوئی تو انسان کے ہاتھ میں آ کے ہوئی۔ یہ مصنوعی بجلی ہے ویسے بجلی بنائی ہوئی چیز نہیں ہے بنی بنائی ہے جسے خدا نے پانی اور آگ میں رکھا ہے۔

تو غرض اسے زبردستی اس کے گھر میں سے کھینچ کر پاور ہاؤس نے نکال لیا وہ مٹی میں چھپی پڑی تھی مگر پاور ہاؤس نے لا کے مشینوں میں بند کر دیا مشینوں کے ذریعے آپ نے اسے باریک باریک تاروں میں پھیلا دیا۔

اب بے چاری کی گرفتاری کی یہ کیفیت ہے کہ سوئچ کو نیچے کر دیا جائے تو ہاتھ جوڑ کے آموجود ہوتی ہے اور اوپر کو کر دیا جائے تو جانے پہ مجبور ہو جاتی ہے۔ جو پہاڑوں کے ٹکڑے کر ڈالتی تھی وہ انسان کے ہاتھوں میں عاجز اور مجبور ہے اور باریک باریک تاروں میں گرفتار ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ کچے دھاگے میں چلے آئیں گے سرکار بندھے۔ تو اس اڑتے ہوئے پرندے کو انسان نے کچے دھاگے میں باندھ رکھا ہے اب وہ بے چاری اتنی عاجز ہے کہ کچھ نہیں کر سکتی۔ تو آگ پر بھی تسلط اور پانی پر بھی تسلط اور

پھر ایک تسلط تو استعمال کا ہے۔ استعمال تو سب کرتے ہیں۔ استعمال ہی نہیں کرنا بلکہ مجبور کر کے اپنے احکام پر چلانا کہ تیری طبیعت چاہے نہ چاہے تجھے چلنا پڑے گا۔ پانی کو مجبور کیا کہ تو نیچے جانا چاہتا ہے ہم تجھے اوپر لے جائیں گے۔ آگ کو مجبور کیا کہ تو اوپر جانا چاہتی ہے ہم تجھے نیچے لائیں گے۔ ہوا پھیلنا چاہتی ہے مگر انسان نے اس غریب کو بند کر کے عاجز کر دیا۔

تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان سب سے بڑا طاقت ور ہے۔ یہ طاقت تو مادی طاقت ہے جو اسباب کے ذریعے سے ہے۔

اب اندازہ کیجئے کہ جب طاقت لطافت میں ہوتی ہے تو جن میں خالص روحانی لطافت ہوگی ان کی قوتوں کا کیا حال ہوگا۔ جب تھوڑی سی لطافت سے مادیات پر قبضہ ہے اور مادیات میں مؤثر لطافت ہے تو جن میں خالص لطافت ہے۔ یعنی جو مجردات ہیں جیسے ملائکہ یا انبیاء علیہم السلام ان کی قوتوں کی کیا حد و نہایت ہوگی اور ان کی قوتیں کہاں تک پہنچیں گی۔ اس لیے کہ یہ اصول آپ نے مان لیا کہ طاقت ور لطیف چیز ہوتی ہے اور کثیف چیز ضعیف ہوتی ہے جیسے بھاپ کی طاقت پر مشینیں چل رہی ہیں اور لاکھوں من لوہا ناچ رہا ہے۔

اب سوال یہ ہوگا کہ بھاپ کہاں سے آئی؟ تو بھاپ لانے والا انسان ہے معلوم ہوا کہ اصل میں ان لوہوں کو انسان نچا رہا ہے۔ جس نے اسٹیم کو واسطہ بنا رکھا ہے اور اسٹیم خود انسان کے قبضہ میں ہے۔ تو پاور ہاؤس نے اسٹیم چلائی اور پاور ہاؤس کو جو چکر دے رکھا ہے وہ خود آدمی نے چکر دے رکھا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آدمی بجلی سے بھی زیادہ لطیف ہے کہ یہ اس پہ غالب ہے تو آدمی نے سٹیم کو ہلایا۔ پھر اب سٹیم کو انسان نے ہلایا تو انسان کو کس چیز نے ہلایا؟ ارادی قوت نے۔ انسان کے دل کے اندر جو ارادی قوت ہے وہ اتنی لطیف چیز ہے کہ آج تک آپ نے نہ کسی کا ارادہ دیکھا اور نہ کانوں سے سنا۔ اس ارادے کو حرکت دی تو مشین میں

حرکت آئی اور مشین نے حرکت کی تو لاکھوں من لوہے نے حرکت کی۔

تو اصل محرک آپ کا ارادہ ہوا۔ کیونکہ وہ اسٹیم سے بھی زیادہ لطیف ہے بھاپ سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ بھاپ کم از کم آنکھوں سے تو نظر آ جاتی ہے مگر آپ کا ارادہ دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا۔ وہ صرف آپ جانتے ہیں کہ میرے اندر ارادہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ارادہ سب سے زیادہ لطیف چیز ہے۔ ارادے اور عزم نے جب دماغ میں آ کر گھر کیا اور اس میں چکر کھایا تو اس سے معقولیت پیدا ہوئی۔ گویا جب عقل کے اندر لپٹ کر ارادہ آیا تو مشینیں بن گئیں' انجن بن گئے' کارخانے بن گئے' تمدن بن گیا۔ تو وہ عقل میں معلوم ہوتا ہے اور اس سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے عقل ارادے کو حرکت دیتی ہے' ارادہ مشینوں کو حرکت دیتا ہے۔ مشینیں سامانوں کو حرکت دیتی ہیں' ارادے مشینوں کو حرکت دے رہے ہیں جس سے سامان بن بن کر تیار ہو رہے ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سامانوں کی جتنی جگمگاہٹ ہے یہ انسان کی عقل جگمگا رہی ہے' ان میں عقل متمثل ہو رہی ہے عقل ہی نمایاں اور ان کے اندر گھسی ہوئی ہے' تو عقل نے ارادے کو حرکت دی اور ارادے نے مشینوں کو حرکت دی۔

اب یہ سلسلہ آگے چلے گا کہ عقل میں روشنی کہاں سے آئی؟ جس کا جواب یہ ہے کہ عقل میں روشنی آتی ہے علم کے ذریعے سے تو معلوم ہوا کہ علم عقل سے زیادہ لطیف چیز ہے۔ اسی واسطے محض عقل کارآمد نہیں۔ جب تک علم اس کی مدد نہ کرے۔ جو لوگ تعلیم یافتہ نہیں ہیں وہ عقل مند کتنے ہی ہوں لیکن ان کی عقل کند رہتی ہے۔ اصل میں وہ علم ہے جو عقل کو چمکاتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کہتے ہیں کہ دیہات میں بے وقوف بستے ہیں اور شہروں میں عقل مند بستے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے دیہات میں بھی تو آپ کے ہی بھائی بند ہیں۔ انہیں بے وقوف کیسے کہا جا سکتا ہے۔ ان میں بھی وہی عقل ہے جو آپ میں ہے۔ فرق اتنا ہے کہ آپ تعلیم یافتہ ہیں اور وہ بے چارے جہالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو جہالت نے عقلوں کو ماند اور کند کر رکھا ہے تعلیم پا کر عقلیں چمک گئیں اور اجاگر

ہو گئیں۔

تو معلوم ہوا کہ عقل میں علم سے روشنی آتی ہے' علم نہ ہو تو عقل ماند پڑی رہتی ہے۔ اب علم کہاں سے آیا؟ تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ

لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا

آپ کی ذات میں ذرہ برابر علم نہیں ہے بلکہ علم اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعہ آیا۔ تو لطیف چیز' لطیف وخبیر (قرآن میں اللہ کے ناموں میں سے لطیف بھی اللہ کا نام ہے) کی طرف سے آئی ہے۔ یعنی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے علم کو حرکت دی' علم وحی پہنچا تو اس نے عقلوں کو چمکایا' عقلیں چمکیں تو انہوں نے ارادوں کو حرکت دی' ارادوں میں حرکت آئی تو اس سے مشینوں کو اور اسباب کو حرکت ہوئی' اسباب کو حرکت ہوئی تو سامان بنے' دیانتداری اور شہری زندگی بنی۔ اسی طرح سے اگر اس عقل سے ارادے کو حرکت دیں اور مغویات اور غیبی امور میں ارادہ اور عقل کام کرے تو وہ اجتہادی قوت ہوگی جس سے علوم اور معارف پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔

تو علوم اور معارف اجتہاد سے پیدا ہوتے ہیں اور تمدنی سامان ایجاد سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایجاد اور اجتہاد دونوں کو حرکت دینے والی چیز عقل ہے جب کہ عقل کو علم کی روشنی سے منور کر دیا جائے اور وہ علم وحی ہے۔ تو مادی علوم سے عقل طبعی (دنیا کی چیزوں میں غور وخوض کرنے والی عقل) بن جاتی ہے۔ اور روحانی علوم سے عقل معاد (آخرت اور قیامت کا خیال رکھنے والی عقل) اور عقل شرعی (شریعت کی باتوں کا خیال رکھنے والی عقل) بن جاتی ہے۔ ایک عقل ایجادات کرتی ہے جس سے تمدن بنتا ہے۔ ایک عقل اجتہادات کرتی ہے جس سے دین بنتا ہے۔ اور ایک عقل اجتہادات کرتی ہے جس سے دین بنتا ہے اور گلدستے کی طرح سامنے آ جاتا ہے مگر محرک سب کے لیے وحی خداوندی ہے۔

تو اصل میں لطیف وخبیر اللہ ہے اور اس کی طاقتوں کی حد نہیں جس کے اندر اس کا علم آتا ہے۔ تو علم طاقتور [illegible] جس سے وہ بھی طاقتور بن جاتا ہے۔ علم روح پر آتا ہے تو

روحانیت اجاگر ہو جاتی ہے۔ روحانیت میں جو طاقت ہے وہ مادیت میں نہیں۔ تو یہ مشینیں پاور ہاؤس سے چل رہی ہیں ہم اصل میں پاور ہاؤس سے نیچے کی طرف آتے ہیں کہ پاور ہاؤس میں بجلی نے مشین کو حرکت دی اب اگر کپڑے کی فیکٹری ہے تو کپڑوں کے تھان بن گئے وہ بازار میں بکے تو ہم ادھر سے چل کر ادھر آ گئے اور دنیا کمائی کچھ اسباب مہیا ہوئے۔

لیکن اگر پاور ہاؤس سے اوپر کی طرف چلو تو عقل اور ارادہ اور علم و سعی اور انجام کار اللہ کی ذات بابرکات آئے گی۔ تو اوپر کی طرف چلو تو ذات حق منکشف ہوگی۔ نیچے کی طرف چلو تو مادہ منکشف ہوگا۔ ہم چونکہ فقط نیچے کی طرف آتے ہیں اوپر جانا ہم نے سیکھا نہیں اس لیے اوپر کے علوم سے غائب ہیں' نیچے کے علوم منکشف ہیں جو اسباب کے درجہ کے علوم ہیں۔

اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاَنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ

تو سائنس دانوں نے ایک مقولے کو تو سمجھ لیا کہ اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ دنیا ساری تمہارے لیے ہے' انہوں نے دنیا کو اپنا کر اسے مشینوں کے ذریعے' پاور ہاؤس کے ذریعے' واٹرورکس کے ذریعے اپنا خادم بنایا تو اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ ثابت ہو گیا۔ مگر ایک مقولہ بھول گئے کہ وَاَنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ دنیا تمہارے لیے ہے اور تم اپنے پروردگار کے لیے ہو۔ ایک مقولے پر عمل کرنا باقی ہے تو آدھے حصے پر تو آ گئے' آدھا باقی ہے امید ہے کہ چند دن ان اسباب کی مشق کرتے کرتے اس پر بھی آ جائیں گے بالآخر مسبب الاسباب تک پہنچ جائیں گے۔

تو بات کہیں سے کہیں چلی گئی۔ میرا عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ معجزات اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں جو نبوت کی دلیل ہیں۔ بعض دفعہ لوگ اس کو نہیں سمجھتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے درجے میں ایسی مثالیں مہیا کر دیں کہ آپ بے تکلف سمجھ سکیں۔ مثلاً حدیث میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن تمام اعمال سامنے کر دیئے جائیں گے اور یہی

نہیں کہ نامہ اعمال سامنے کیا جائے گا بلکہ اعمال کو شکلیں دی جائیں گی' انسان کی زندگی قطار باندھے ہوئے کھڑی ہوگی۔ وہ زمانہ اور مکان سارا کا سارا سامنے ہوگا' گویا دکھلا دیا جائے گا کہ آدمی بیٹھا ہوا وہ حرکت کر رہا ہے جس سے اسے انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔ فلاں زمانے میں فلاں مکان میں بیٹھا ہوا ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے۔ وہ بھی سامنے آجائے گا۔ فلاں اور فلاں مکان میں بیٹھا ہوا چوری یا زنا کر رہا ہے وہ بھی سامنے آجائے گا' تو زمانہ اور مکان سب لوٹا دیا جائے گا وہ افعال و اعمال سب لوٹا دیئے جائیں گے' سب چیزیں ایک دم سامنے آجائیں گی۔

اس میں ایک اشکال یہ پیدا ہوا کہ جو زمانہ گزر چکا اسے لوٹا کے کیسے لائیں گے؟ جو مکان ختم ہو چکے انہیں لوٹا کے کیسے لائیں گے؟

تو سیدھا جواب تو یہ ہے کہ اللہ کو قدرت ہے جس نے پہلے بنایا تھا وہ بعد میں بھی بنا دے گا۔ اس نے اعراض (وہ چیزیں جو اپنا وجود نہ رکھی ہوں) کو شکلیں دی تھیں اور مجسم کر دیا تھا وہاں بھی شکلیں دے گا۔

لیکن حسی طور پر جواب یہ ہے کہ ابھی دو تین برس کا عرصہ ہوا' دہلی میں ایک نمائش ہوئی تھی جس میں غیر ممالک نے اپنی اپنی سٹالیں **Stalls** لگائیں اور اپنی ایجادات پیش کیں تا کہ ان کے ملکوں کی ترقیات دنیا کے سامنے آئیں تو روس نے ٹیلی ویژن رکھا اور اس کو عملاً دکھلایا یعنی جس میں ایک شخص دوسری جگہ سے بات کر رہا ہے تو فقط آواز ہی نہیں آرہی ہے بلکہ اس کی صورت پر بھی نظر پڑ رہی ہے اس کے ہونٹ بھی حرکت کر رہے ہیں۔ ہاتھ بھی حرکت کر رہے ہیں اور یوں معلوم ہوگا کہ وہ سامنے کھڑا ہوا تقریر کر رہا ہے تو آواز بھی آرہی ہے' ہونٹوں کی حرکت بھی آرہی ہے اور چہرے کی وضع بھی سامنے ہے۔

تو اب آپ ٹیلی ویژن کے ذریعہ وہ زمانہ دوبارہ دیکھ سکتے ہیں جو آپ کے یہاں سے گزر چکا ہے اور اسی مکان اور جگہ میں دیکھ سکتے ہیں جہاں اب وہ گزر رہا ہے مثلاً آپ مغربی سمت یعنی جس طرف سورج غروب ہوتا ہے اس طرف کے ممالک کو ٹیلی

ویژن پر دیکھیں تو چونکہ سورج کی روشنی وہاں ہمارے یہاں کے بعد پڑی ہے اس لیے وہاں وہ وقت بعد میں نظر آئے گا جو ان کے یہاں پہلے گزر چکا ہے۔ مثلاً آپ کے یہاں نصف النہار کا وقت گزر چکا اور اگلی سرزمین میں سورج چار گھنٹے کے بعد اس حد تک پہنچتا ہے تو وہاں چار گھنٹے کے بعد نصفُ النہار کا وقت ہوگا۔

اب آپ اسی سرزمین کو چار گھنٹے کے بعد ٹیلی ویژن پر دیکھیں گے تو آپ کو پھر نصف النہار کا وقت نظر آئے گا۔ گویا وہی زمانہ دوبارہ لوٹ کر پھر آپ کے سامنے آ گیا جو آپ پر سے گزر چکا ہے اور جسے آپ دیکھ چکے ہیں۔

یہ اللہ کی قدرت نہیں ہے تو کیا ہے کہ جو زمانہ ہمارے سامنے سے گزر چکا ہے وہ ہمارے سامنے موجود ہے؟

تو جب دنیا میں مشینوں کے ذریعے سے گزرے ہوئے زمانے کو آپ چار گھنٹے کے بعد لوٹا کے دکھلا سکتے ہیں اور اسی مکان میں دکھلا سکتے ہیں جس مکان میں وہ زمانہ گزر رہا ہے۔ تو اگر اللہ عالم آخرت میں وہ آخرت کے مکان میں سارے گزرے ہوئے زمانوں کو پھر آپ کے سامنے پیش کر دے تو اس میں آپ کو تعجب کیا ہے؟ مشکل کیا ہے تو مشینوں نے وہ دعوی ثابت کر دیا جو اسلام نے کیا تھا کہ زمانہ بھی لوٹا دیا جائے گا اور مکان بھی لوٹا دیا جائے گا۔

حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ سے ایک صاحب نے سوال کیا جو حضرت کے مریدین میں سے تھے۔ کہ حضرت یہ جو طی ارض کا مسئلہ ہے اس کی کیا حقیقت؟ یعنی اہل اللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ ہفتوں کے کام منٹوں اور گھنٹوں میں کر لیتے ہیں اس کی کیا صورت ہے؟

اب ظاہر ہے کوئی دلیل سے سمجھنے کا تو مسئلہ تھا نہیں یہ تو امر واقعہ تھا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی جواب نہیں دیا وہ بھی چپ ہو گئے۔ یہ سمجھ گئے کہ جواب دینا منظور نہیں ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی فرمائی' جمعہ کا دن تھا فرمایا کہ جمعہ میں کتنی دیر ہے۔ عرض کیا دو گھنٹے' فرمایا کپڑے بدل کے میرے پاس آ جایئے گا۔ جمعہ پڑھنے ساتھ ہی چلیں گے۔ وہ کپڑے بدل کر آ گئے۔ اذان میں جب پندرہ منٹ رہ گئے تو حضرت اٹھے اور ان کی انگلی پکڑ کے لے چلے۔

اب مکہ معظمہ میں حرم شریف میں جانے کی بجائے جبل ابوقبیس کی طرف چلے جو مدینے کا راستہ ہے اور کوئی دس پندرہ منٹ میں پہاڑ آ گیا' اس کے اوپر چڑھے' ادھر جو اترے تو مدینہ منورہ سامنے تھا اور حرم نبوی کے مینار سامنے تھے' پہنچے تو وہاں اذان ہو رہی تھی۔

اب انہیں کچھ خبر نہیں ہے جو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گئے' انگلی تھامے ہوئے' حضرت تشریف لے جا رہے ہیں وہاں جا کے جمعہ پڑھا' کچھ لوگ ملے ان سے بات چیت ہوئی فرمایا کہ چلو واپس چلیں' انگلی تھامی اور چلے تو تھوڑی دیر بعد جبل ابوقبیس آ گیا اب جو ادھر اترے تو حرم مکہ کے مینار نظر آنے لگے' مکہ میں داخل ہو گئے۔ انگلی چھوڑ دی۔ اب یہ اپنے گھر جاتے ہوئے سوچ رہے ہیں کہ میں نے جمعہ کہاں پڑھا؟ میں ہوں تو مکے میں! اب حیران ہیں کہ کیا قصہ تھا۔ میں نے مدینے میں حرم نبوی میں جمعہ پڑھا اور موجود ہوں میں مکہ میں یہ کیا قصہ ہے۔ تب سمجھ میں آیا کہ یہ طی ارض کا مسئلہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبان سے سمجھانے کے بجائے عمل سے سمجھایا۔

تو کرامت کے ذریعے سے ایک چیز ظاہر ہوئی کہ جو مسافت گیارہ دن میں اونٹ کے ذریعے سے طے ہوتی تھی وہ گیارہ منٹ میں طے ہو گئی۔

یہ طی ارض جو کرامت تھی' خلاف عادت تھی' اس پر اگر کوئی اشکال کرے کہ یہ کیسے ہو گیا تو وہ بوئنگ Boeing ہوائی جہاز میں بیٹھ کر کراچی سے ڈھاکہ چلا جائے۔ دو ہزار میل کی مسافت ہے۔ اگر دو ہزار میل کی مسافت آپ بیل گاڑی میں طے کریں تو کئی مہینے لگیں گے اور موٹر میں طے کریں تو ممکن ہے کہ پندرہ بیس دن لگ جائیں۔ لیکن ہوائی جہاز نے دو ہزار کی مسافت اڑھائی گھنٹے میں طے کر دی۔ معلوم ہوا کہ تیز رفتاری

کی کوئی انتہانہیں۔ جومسافت دس بیس برس پہلے ہم چھ مہینے میں طے کرتے تھے وہ چھ گھنٹے میں طے ہوئی۔ اور چھ گھنٹے کی بجائے اب جبکہ بوئنگ ہوائی جہاز آ گیا تو وہ اڑھائی گھنٹے میں طے ہوئی۔ اور اب ایک اور ہوائی جہاز کا اعلان کیا جارہا ہے وہ ایک گھنٹے میں پندرہ سومیل اڑان کرے گا تو اب دو ہزار میل سوا گھنٹے کے اندر طے ہو جائیں گے۔ جدہ ڈھائی ہزار میل ہے وہاں آپ دو گھنٹے کے اندر پہنچ جائیں گے۔

گویا صبح کا ناشتہ کر کے چلے کہ میں ذرا عمرہ کر آؤں وہاں آٹھ بجے پہنچ گئے‘ عمرہ کیا اور کھانا ظہر کے وقت گھر آ کے کھالیا۔ پھر جی چاہا کہ دوسرا عمرہ کروں تو ظہر کے بعد پھر ہوائی جہاز میں بیٹھے اور دو گھنٹے میں پہنچ گئے عصر اور مغرب کے درمیان عمرہ کیا اور مغرب پڑھ کے پھر سوار ہو گئے اور عشاء اپنے گھر آ پڑھی۔

اگر پچاس برس پہلے کوئی یہ کہتا کہ میں دو گھنٹے یا تین گھنٹے میں مکے پہنچ جاؤں گا تو لوگ اسے دیوانہ سمجھتے لیکن آج وہ امر واقعہ ہے۔

تو جب مادی اسباب میں یہ وقت ہے کہ مہینوں کی مسافت گھنٹوں اور منٹوں میں طے ہو جائے۔ تو روحانیت میں یہ طاقت کیوں نہیں ہے کہ مہینوں اور برسوں کی مسافت پل بھر میں طے ہو جائے۔

اگر گاگرین (تقریباً چوبیس گھنٹوں میں) دنیا کے سترہ چکر کر سکتا ہے تو اللہ کے رسول آسمانوں کی پانچسو برس کی راہ پل بھر میں کیوں نہیں طے کر سکتے؟ اگر یہ ممکن ہے تو وہ بھی ممکن ہے‘ یہ مادیات میں ممکن ہے تو وہ روحانیات میں اس سے زیادہ ممکن ہے اس لیے کہ روحانیات میں لطافت زیادہ ہے۔

اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ لطافت جتنی زیادہ ہوگی اتنی سی طاقت زیادہ ہوگی۔ تو روحانیت میں جو طاقت ہے وہ مادیات میں نہیں ہے اور ان مادیات کو ہلانے والی طاقتیں وہی روحانی اور علمی طاقتیں ہیں کچھ اسباب کے درجے ہیں کچھ روحانیت میں اعلیٰ طاقتیں ہیں جن کا کنکشن اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔

تو معجزات انبیاء علیہم السلام کے نام پر ظاہر ہوئے مثالیں ہم نے بنا دیں تا کہ ان مثالوں کے ذریعہ سے معجزات ثابت ہو جائیں اور انہیں عقلیں قیاس سے باہر نہ سمجھیں۔ اللہ کے رسول نے دعوی کیا اور اللہ نے دعوی کیا کہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ تو فلاسفہ کو منہ پھلا کر چپ تھے۔ کہ بھلا چاند میں اور آسمانوں میں پھٹ جانا اور پھر آپس میں مل جانا تو محال ہے نہ پھٹن ہو سکتی ہے نہ ٹوٹ پھوٹ ہو سکتی ہے۔

لیکن آج کے فلسفے نے یہ ثابت کیا کہ ٹوٹ پھوٹ بھی ممکن ہے اور اس کے اندر جانا بھی ممکن ہے تو پہلے وہ پھٹے گا جبھی تو آپ اس کے اندر جائیں گے۔ لوگ تو زمینیں الاٹ کرا رہے ہیں اب چاند کے اندر جا کے رہیں گے۔

تو بہر حال چاند میں کوئی دروازہ کوئی دڑاڑ کوئی شق ہوگا جبھی تو اندر پہنچیں گے۔ اگر پھٹ جانا اور پھر آپس میں مل جانا اور پھٹن محال ہوتی تو یہ تصور بھی محال ہوتا۔ تو کل تک محال تھا آج آپ نے ممکن ہونا ثابت کر دیا کہ اس کے اندر جا سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ سواریاں تیار کر رہے ہیں اور زمینیں الاٹ کرا رہے ہیں۔

تو اگر اللہ کے رسول نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکرے ہو گئے اور اس میں پھٹن واقع ہو گئی تو آپ تو بجلی کی طاقت سے پھاڑ سکتے ہیں۔ اللہ کا رسول اپنی روحانی طاقت سے کیوں نہیں پھاڑ سکتا جب کہ روحانی طاقت بجلی کی طاقت سے کہیں زیادہ اونچی اور کہیں زیادہ طاقت ور ہے۔

تو جتنے معجزات ہیں، آج کی ایجادات نے ان کو نہ صرف ممکن بنا دیا بلکہ انہیں عقل کے قریب کر دیا کہ وہ واقعات صحیح ہیں۔

اگر آپ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ نے شق صدر فرمایا یعنی سینہ کھول کر آپ کے قلب مبارک کو چاک کیا گیا۔ اور اس میں حکمت و ایمان زیادہ سے زیادہ بھر دیا گیا جتنا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ بھر دیا گیا

جتنا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ اور پھر فرشتے نے برابر کر دیا تو لوگ ہنستے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے دل کے اوپر زندگی کا مدار ہے جب دل کھل گیا تو آدمی زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن آج کی ایجادات میں ایسے ایسے نازک اپریشن ہیں کہ دل کھول کر اس میں کچھ بھر دیتے ہیں اور پھر سی دیتے ہیں لیکن انسان زندہ رہتا ہے اس کی حرکت کو مشینوں کے ذریعے قائم رکھ کر اپریشن کر دیا جاتا ہے۔ تو جب مادی اسباب سے قلب کا شق کرنا ممکن ہے تو روحانی اسباب سے قلب کا شق ہونا کیوں ممکن نہیں؟ جب کہ روحانی قوتیں مادی قوتوں سے زیادہ ہیں۔ تو تمام معجزات میں یہی دیکھتے چلے جائیے۔

آپ آج اس لاؤڈ سپیکر کے ذریعے آوازیں لگاتے ہیں حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا تو حق تعالیٰ شانہ نے حکم دیا کہ

أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا

عرض کیا آواز کیسے پہنچاؤں گا۔ فرمایا اس کے ذمہ دار ہم ہیں تم آواز لگاؤ' تو مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر آواز لگائی۔

حدیث میں ہے کہ مشرق و مغرب میں وہ آواز گونجی اور جس نے ایک دفعہ لبیک کہا اسے ایک حج نصیب ہوا جس نے دو دفعہ لبیک کہا اسے دو دفعہ حتی کہ ان روحوں کو بھی آواز پہنچی جو ماؤں کے پیٹ کے اندر تھیں یعنی ماں کے پیٹ میں بچوں نے بھی وہ آواز سنی اور جس نے جتنی دفعہ لبیک کہا اسے اتنے ہی دفعہ حج نصیب ہوا۔ تو آپ کے نزدیک یہ بات بڑی ناممکن تھی کہ مکہ میں بیٹھ کر آواز لگائی جائے اور وہ مشرق و مغرب میں پہنچ جائے۔ لیکن ریڈیو نے اس مسئلہ کو حل کر دیا۔

تو جب آپ مادی اسباب سے آواز کو مشرق سے مغرب تک پہنچا سکتے ہیں تو اللہ کا رسول روحانی اسباب سے اپنی آواز مشرق سے مغرب تک کیوں نہیں پہنچا سکتا۔ جب کہ مادیات کمزور ہیں اور روحانیات میں لطافت زیادہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ممبر نبوی پر بیٹھ کر آواز دیتے ہیں يَا سَارِيَةَ الْجَبَلْ جب کہ

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اڑھائی سوتین سومیل پر عراق کے ملک میں لڑ رہے ہیں۔ لیکن لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ حالانکہ ان سے غلطی ہوگئی تھی اور اندیشہ تھا کہ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ شکست کھا جائیں۔ ادھر مدینے میں اس وقت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ممبر پر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے ان پر وہ میدان منکشف ہوا تو وہیں سے کہتے ہیں یَاسَارِیَۃَ الْجَبَلْ الْجَبَلْ اے ساریہ پہاڑ کی آڑ پکڑ اگر فتح چاہتا ہے۔

یہ آواز جب ان کے کان میں پہنچی تو انہوں نے پہچانا کہ یہ آواز تو امیر المومنین کی ہے اسی وقت پہاڑ کی آڑ پکڑی چنانچہ مسلمانوں کو فتح ہوگئی آ کے معلوم ہوا کہ آواز دینے والے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔

وہاں نہ لاؤڈ سپیکر تھا نہ ریڈیو تھا اور نہ کوئی پاور ہاؤس تھا مگر روحانی طاقت سے آواز پہنچ گئی۔ اگر اسے کوئی ناممکن سمجھے تو وہ ریڈیو کی ایجاد کو دیکھ لے۔ جب مادی اسباب سے آواز پہنچ سکتی ہے تو روحانی قوت سے کیوں نہیں پہنچ سکتی؟ اور ریڈیو میں بھی لطیف طاقت ہی آواز کو پہنچاتی ہے لوہا لکڑی آواز نہیں پہنچاتی' تو جو اس لطیف طاقت سے بھی زیادہ لطیف ہو وہ یقیناً ایسی آواز پہنچا سکتی ہے جو آسمانوں کے اندر بھی چلی جائے گی دنیا ہی دنیا میں نہیں رہے گی۔

تو جتنی بھی خوارق ہیں' جتنے بھی معجزات ہیں ان سب کے لیے اس دور میں کچھ ایسی مثالیں مہیا ہوگئیں کہ جو لوگ معجزات کا انکار کرتے رہے ہیں آج وہ ذلت کے ساتھ واپس ہو رہے ہیں اور ان کے ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

یہی حال احکام کا بھی ہے کہ جن احکام میں کل تک شبہات کیے جاتے تھے کہ یہ عقل کے خلاف ہیں۔ جب حادثات پیش آئے اور مجبور ہو کر انہیں چیزوں کی طرف رجوع کرنا پڑا تو آج کہتے ہیں کہ اس سے تو یہی مسئلہ زیادہ بہتر تھا۔

تو بہر حال روشن اور واضح دلائل اور معجزات جو دلیل نبوت ہیں وہ معجزات ہیں اور خود نبی کی ذات احکام کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ تو جب نبی کی حقانیت ثابت ہوگئی تو

احکام کی حقانیت ثابت ہوگئی اور نبی کی حقانیت اور نبوت معجزات سے ثابت ہوتی ہے اور معجزات کو عقل اور فہم سے قریب کرنے والی چیز آج کے زمانے کی ایجادات ہیں۔ کل تک عقیدے صحیح تھے تو مثال کی ضرورت نہیں تھی، نبی کی بات کانوں میں پڑی لوگوں نے مان لیا۔ آج لوگ اسباب کے بندے ہو گئے ہیں اس لیے اس وقت تک نہیں مانتے جب تک کہ اسباب رہنمائی نہ کریں۔ تو اسباب کے درجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایجادات پیدا کر دیں کہ ان کو دیکھو اور معجزات کو قرین عقل سمجھو تا کہ انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

اب اگر آدمی اسے مانے گا تو وہ سب کچھ پالے گا اور اگر نہیں مانے گا تو اللہ تعالیٰ کی حجت اس پر تمام ہوگئی۔

تو آیت کریمہ میں فرمایا گیا

لَقَدْ اَرْسَلْنَا بِالْبَيِّنٰتِ

ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔

کھلی کھلی نشانیاں معجزات ہیں تو معتقد کے اوپر تو وہ بالکل کھلی ہوئی ہیں منکر کے اوپر بند تھیں تو اسباب و وسائل اور ایجادات نے انہیں کھول دیا۔ تو کوئی عقیدت سے مانے اور نہیں مانتا تو پھر ان دلائل اور سائنس کی ترقیات سے مانے، اس صورت میں تو اسے ماننا ہی پڑے گا۔

لَا یَبْقٰی عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَّذُلِّ ذَلِیْلٍ

فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ روئے زمین پر کوئی کچا اور پکا گھرانہ خیمے کا اور اینٹ کا گھر باقی نہیں رہے گا جس میں اسلام کا کلمہ داخل نہیں ہو جائے گا بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَّذُلِّ ذَلِیْلٍ خواہ طوعاً مانو یا کرھاً مانو رغبت سے مانو یا مجبور ہو کر مانو۔

تو رغبت سے ماننے کا مطلب ہے عقیدت کی خوش اعتقادی سے ماننا اور مجبور ہو کر ماننا دنیا کے واقعات اور حادثات کو دیکھنے کے بعد ماننا تو بجائے اس کے جھک مار

کے اور مجبور ہو کر مانا جائے آدمی سلامتی قلب سے ہی کیوں نہ مانے تاکہ ایمان بھی مضبوط ہو اور اس پر کلی اور کامل اجر و ثواب بھی ملے۔

غرض رسولوں کی حقانیت اور نبوت کی دلیل بینات ہیں اور خود رسول کتاب اللہ کی حقانیت کی دلیل ہیں کہ جب حقانی نے پیش کیا تو یقیناً یہ قانون اللہ کی طرف سے ہے اس لیے کہ رسول کے ہاتھ پر افعال خداوندی ظاہر ہو رہے ہیں جس کے بعد ظاہر ہے کہ زبان پر بھی اقوال خداوندی ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ ہاتھ پیر غلطی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح زبان بھی غلطی نہیں کر سکتی اس لیے فرمایا کہ:

وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ

نبیوں کے ساتھ ہم نے کتاب اتاری جس میں قانون اور احکام ہیں۔ ان قوانین کے سمجھنے کے لیے ہم نے ایک میزان رکھی ہے۔ جس کے دلائل اور وجوہ نقلی بھی ہیں اور عقلی بھی ہیں۔

نقلی دلیل کی سب سے بڑی وجہ روایت اور سند (روایت بیان کرنے والوں کا سلسلہ) ہوتی ہے کہ اللہ کے رسولوں تک سلسلہ ملا ہوا ہو بیچ میں انقطاع نہ ہو' تو جب رسول کی حقانیت واضح ہو جائے گی اور رسول کا کلام ثابت ہو جائے گا تو وہ بھی حق ہو گا خواہ ایک واسطے سے ثابت ہو یا دو سے یا دس اور بیس سے۔ غرض واسطے صحیح ہونے چاہییں۔

تو روایت کے درجہ میں تو یقین کا ذریعہ سند بنتی ہے جبکہ روایت کے پہنچانے والے سچے اور حقانی لوگ ہوں اور ان کے کیریکٹر اعلیٰ ہوں اور سلسلہ ملا ہوا ہو تو روایت کے ماننے پر آدمی دلیل سے مجبور ہوتا ہے اور وہ دلیل سند ہے۔ یا پھر آدمی دلائل سے اور ثبوت سے مجبور ہوتا ہے۔ یعنی فقہی دلائل ہوں اور عقلی دلائل ہوں کہ جس سے ان جزئیات کا حقانی ہونا معلوم ہو جو اہل علم جانتے ہیں۔ ان سے آدمی سیکھے تو واضح ہو گا کہ فلاں مسئلے کی یہ دلیل ہے۔ نقلی دلیل الگ واضح ہو گی اور عقلی دلیل الگ۔

اسلامی قانون کی صورت میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اصول فقہ میں سب جمع کر

دیا۔ ہدایہ کو دیکھا جائے تو ہر مسئلے کی ایک نقلی دلیل ملے گی ایک عقلی دلیل ملے گی۔ کہا جائے گا پیغمبر سے یہ ثابت ہے لہٰذا یہ مسئلہ ہے اور آگے کہیں گے کہ عقل سلیم اس کی تائید کرنے والی ہے یہ عقلی دلیل ہوگی۔ غرض ہر ہر مسئلے کے لیے نقلی اور عقلی دلائل پیش کیے ہیں۔

تو احکام نبی کی وجہ سے حق ثابت ہوا اور اس کتاب کی حقانیت نبی کی وجہ سے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کو قبول کرنے کے لیے کچھ ثبوت اور دلائل بھی رکھے ہیں اور وہ عقلی و نقلی دلائل ہیں اور روایتی و درایتی وجوہ ہیں کہ جن کے ذریعہ سے آدمی اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اور اس کے کلام کو پہنچانے گا۔

غرض اسلام اللہ کے رسول کے ذریعہ آیا اور اپنے ساتھ حجتیں لے کر آیا۔ ضعیف اور کچی چیزیں لے کر نہیں آیا بلکہ پکی اور اٹل چیزیں لے کر آیا۔

ادھر انسان میں استعداد رکھ دی گئی' انبیاء علیہم السلام نے اس تعداد کو ابھار کر اس جاہل کو عالم اور اس ظالم کو عادل بنا دیا۔ اگر دنیا میں انبیاء علیہم السلام نہ آئیں تو انسان ڈھوروں اور ڈنگروں کا مجموعہ ہے جس میں کوئی آدمیت نہیں ہے۔

تو آدمیت انبیاء علیہم السلام بھرتے ہیں اس لیے کہ آدمیت کا خلاصہ علم اور عمل ہے جو انبیاء علیہم السلام کے راستہ سے آتا ہے۔ ورنہ انسان تو اپنی ذات سے ظلوم وجہول ہے۔ بس خوبی ہے تو صلاحیت کی ہے اس کے علاوہ اس کے اندر کوئی خوبی نہیں ہے۔ تو یہ مدارس جو قائم کیے جا رہے ہیں ان میں نبوت کی تعلیم دی جا رہی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے علوم پیش کیے جا رہے ہیں تا کہ انسانوں کی صلاحیتیں اجاگر ہوں اور ان میں ظلم کے بجائے عدل اور جہالت کی بجائے علم پیدا ہو جائے جو انبیاء علیہم السلام کے علم سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

یہ چند باتیں اس آیت کے تحت میں عرض کر دی گئی ہیں حق تعالیٰ شانہ ہمیں اس دین کو ماننے کی' اس کو استعمال کرنے کی اور اس قانون پر چلنے کی توفیق دے اور اللہ ہمارا انجام بخیر فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُحِبُّكَ بِقَلْبِیْ كُلِّهٖ وَاُرْضِیْكَ بِجَهْدِیْ كُلِّهٖ۔

○

اے اللہ، مجھے ایسا بنا دے کہ اپنے سارے دِل کے ساتھ تجھ سے محبت کروں، اور اپنی ساری کوششیں تجھے راضی کرنے میں لگا دوں۔

○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل

معجزات سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج و تحقیق ترجمہ

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان

فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان
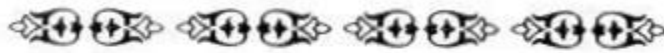
شعبہ تحقیق و تصنیف

دار المطالعہ

0622442059

بالمقابل جامع مسجد اللہ والی حاصل پور شہر ضلع بہاولپور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

قرآن ایک عظیم الشان معجزہ

معجزات اور نبوت کے دلائل وشواہد دو قسم کے ہیں' ظاہری اور باطنی مادی اور حسی' روحانی اور معنوی۔ روحانی اور معنوی معجزات میں سے قرآن پاک کا نزول ہے اور یہ سب سے عظیم معجزہ روشن دلیل اور بین برہان ہے اور وہ ایسا فصیح وبلیغ کلام ہے جس کی نظیر محال ہے۔عرب میں زبان دان شعراء اور آتش بیان خطباء موجود تھے۔مخالفت اور عداوت میں چور تھے مگر سب کے سب اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○ (۱)

کہہ دو اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لاسکیں اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

''اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ'' (۲)

''کیا کہتے ہیں کہ پیغمبر نے قرآن ازخود بنالیا ہے بات یہ ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا تو لائیں''

یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تصنیف شدہ ہے تو سنو! وہ تم جیسا انسان ہے تم بھی ایسا کلام تصنیف کر کے لے آؤ کہ تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز ہے۔

---

(۱) سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۸)

(۲) سورۃ الطور آیت ۳۳۔۳۴

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیَاتٍ ○①

''یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنالیا ہے کہہ دو اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنالاؤ''

یعنی ایسی کتاب ترتیب نہیں دے سکتے تو کم از کم ایسی دس سورتیں بنالاؤ۔ پھر اس چیلنج اور اعلان عام کو مزید کم کر کے صرف ایک سورت کا مطالبہ کیا کہ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو کہہ دو اس طرح کی ایک سورت ہی بنالاؤ۔

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ ○ (۲/۳۸)

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیَاتٍ ○②

اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنالاؤ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا اگر تم ایسی سورت نہ لاسکو تو آئندہ بھی تم ہرگز نہیں کر سکو گے۔ یہ ایک نیا چیلنج اور دوسرا معجزہ ہے کہ قرآن کا مقابلہ ایک محال امر ہے۔ اور ناشدنی بات' اس کا معارضہ اب ہو سکتا ہے نہ کبھی آئندہ ہو سکے گا۔ ایسا اعلان اور ناقابل تردید دعویٰ ایک با اعتماد اور پر وثوق انسان کر سکتا ہے۔ جس کو پورا یقین ہو کہ انسان اس دعوی کو چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ بالفرض اگر اس کا اپنا کلام ہوتا تو اسے معارضے اور مقابلے کا اندیشہ ہوتا اور اس کا پول کھل جاتا۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام کائنات سے دانشور اور کامل تر انسان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا چیلنج اسی لیے دیا کہ اسے قبول کرنے کی کوئی فرد بشر جرأت نہیں کر سکے گا اور واقعات کی دنیا میں بھی ایسا ہی ہوا کہ نبی علیہ السلام کے عہد مسعود میں تو کجا' بلکہ اب تک دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ یہ رب العالمین کا کلام ہے مخلوق میں سے اس کی ذات صفات اور افعال میں اس کا کوئی بھی ہمسر اور مثل نہیں تو پھر کلام اللہ کا معارضہ کیسے ممکن ہے۔

① (ہود' آیت ۱۳) ② (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳)

ایک وہم کا ازالہ:

باقی رہا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝⑴

''اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا کلام ہم بھی کہہ دیں اور یہ ہے ہی کیا صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔'' یہ ایک بے دلیل بات اور باطل دعویٰ ہے اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو مقابلہ کرتے۔ وہ بالکل ڈینگیں مارتے ہیں اور شیخی بگھارتے ہیں اور ان کو اپنی کذب بیانی کا خوب علم ہے جیسے کہ وہ اس بات میں دروغ گو اور بہتان تراش ہیں۔

وَقَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝⑵

''یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوار کھی ہیں وہ صبح اور شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں''

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝⑶

کہہ دو کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمان اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے''

یعنی قرآن پاک غیب جاننے والے نے اتارا ہے وہ ارض وسما کا مالک ہے جو ماضی اور مستقبل سے خوب آگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ کتاب کو اپنے ان پڑھ اور ناخواندہ نبی ﷺ پر اتارا ہے جو فن کتابت سے بالکل ناآشنا۔ ے سابقہ امتوں اور قوموں کی تاریخ سے بھی ناواقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مَا کَانَ اور وَمَا يَكُوْنُ گذشتہ اور آئندہ کے غیبی علوم سے واقعاتی طور پر آگاہ فرمایا ہے اور وہ سابقہ سماوی کتابوں کے تضادات واختلافات کو رفع کرتا ہے۔

⑴ (سورۃ انفال آیت ۳۱)

⑵ (سورۃ الفرقان آیت ۵)

⑶ (سورۃ الفرقان آیت ٦)

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۝ (۱)

”یہ بعض خبریں ہیں غیب کی کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف ان کو جانتا نہ تھا تو نہ تیری قوم اس سے پہلے۔“

وَكَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۝ (۲)

”اسی طرح پر ہم تم سے وہ حالات بیان کرتے ہیں جو گزر چکے ہیں۔“

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (۳)

”ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے“

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (۴)

”اور اس سے پہلے تو نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا اس وقت البتہ باطل پرست شک کرتے بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں۔ ان کے دلوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کا صرف ظالم ہی

---

(۱) سورۃ ھود آیت ٤٩

(۲) سورۃ طٰہ آیت ٩٩

(۳) سورۃ المائدہ ٤٨

(۴) سورۃ العنکبوت آیت ٤٨ تا ٥١

انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتریں۔ کہہ دو نشانیاں تو اللہ ہی کے اختیار میں ہیں اور میں تو بس کھول کر سنا دینے والا ہوں۔''

یعنی اُمّی ہونے کے باوصف قرآن جیسی جامع مانع کتاب کا اترنا ایک بڑا معجزہ ہے۔ جو آپ کی صداقت کی علامت ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنَاتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○[1]

''اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں کہ یا تو اسکے سوا کوئی اور قرآن بنالا ؤ یا اس کو بدل دو کہہ دو کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اس کے حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے سخت دن کے عذاب سے خوف آتا ہے یہ بھی کہہ دو کہ اگر خدا چاہتا تو (نہ تو) میں ہی کتاب تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ وہی تمہیں اس سے واقف کرتا میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا۔ بھلا تم سمجھتے نہیں''

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ افترا کرے اور اس کی آیتوں کو جھٹلائے بے شک گناہ گار فلاح نہیں پائیں گے۔ یعنی میں اپنے پاس سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا' اس میں ردوبدل صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ میں تو محض ایک

---

① سورۃ یونس آیت ۱۵'۱۶

پیامبر ہوں اور تم میری صداقت و دیانت کے قائل ہو میری ساری کتاب زندگی تمہارے سامنے ہے تم میرے حسب نسب اور دیانت امانت سے خوب آگاہ ہو میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو پھر مجھے یہ کیونکر سزاوار ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کذب و بہتان کا افترا کروں جو سود و زیاں کا مالک ہے ہر چیز اس کی دسترس میں ہے اور ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔

بتاؤ! اللہ تعالیٰ پر تہمت لگانے سے بڑھ کر کوئی جرم ہے خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنِ ○ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ○[1]

اگر یہ پیامبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالائے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا' یعنی وہ افترا کرتا تو ہم اس سے سخت انتقام لیتے او رکوئی اسے ہمارے عذاب سے بچا نہ سکتا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ ○[2]

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ افترا کرے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آئی ہو اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب خدا نے نازل کی ہے اس طرح کی میں بھی بنا لیتا ہوں۔''

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ○[3]

''ان سے پوچھو سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے کہہ دو کہ خدا ہی مجھ میں اور تم میں گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا

---

(۱) سورۃ الحاقۃ آیت ٤٤ تا ٤٧

(۲) سورۃ الانعام آیت ٩٣

(۳) سورۃ الانعام آیت ١٩

گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے اس کو آگاہ کروں۔"
یعنی اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر اور گواہ ہے۔ اس سے عظیم گواہی کسی کی نہیں وہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔

بیان شہادت کا لفظ قسم اور حلف کے مفہوم کو متضمن ہے یعنی میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ اس نے مجھے مخلوق کی طرف مبعوث کیا ہے کہ مخلوق کو اس قرآن سے آگاہ کروں گویا جس تک یہ قرآن پاک پہنچ گیا ہے میں اس کیلئے نذیر ہوں۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۝[1]

"اور ان کافر فرقوں میں سے جو کوئی اس قرآن یا پیامبر کو نہ مانے تو اس کا ٹھکانا آگ ہے"

الغرض قرآن پاک الوہیت باری تعالیٰ' ملائکہ' عرش' ارض و سماء اور اس کے مابین ہر چیز کے متعلق علم و آگہی سے بہرہ ور کرتا ہے۔ (۱۷/۸۹) "اور ہم نے اس قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کردی ہیں۔[2]

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے سمجھانے کیلئے بیان کرتے ہیں اور اسے اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔[3]

قرآن پاک گذشتہ واقعات کا صحیح حامل اور اہل کتاب کی ساری کتب کا شاہد عدل مزید برآں وہ ایک امی اور ناخواندہ نبی پر نازل ہوا ہے جو فن کتابت سے یکسر مستغنی اور علم تاریخ سے بالکل بے نیاز تھے۔ الغرض قرآن پاک بہترین اور اعلیٰ علوم پر مشتمل ہے جس میں گذشتہ قوموں اور نبیوں کا تذکرہ ہے اور ان کے حالات اور سوانح حیات کا مرقع ہے' مسلمانوں کی سرفرازی اور کافروں کی ذلت و تباہی کا آئینہ ہے۔ ایسا شائستہ اور سلیس کہ انسان کا مبلغ علم اس کے سامنے ہیچ ہے۔

---

(۱) سورۃ ھود آیت ۱۷

(۲) سورۃ الاسراء آیت ۸۹

(۳) سورۃ العنکبوت آیت ۴۳

ایک ہی واقعہ مختلف پیرائے سے بیان ہے، گاہے مختصر گاہے طویل اور طرز بیان نہایت سلیس وشیریں اور شگفتہ گویا پڑھنے اور سننے والا واقعہ کا چشم دید گواہ اور عینی شاہد ہے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِنْ رَّبِّكَ ۝ ①

''اور نہ تم اس وقت جب کہ ہم نے موسیٰ کو آواز دی طور کے کنارے تھے بلکہ تمہارا مبعوث کرنا تمہارے پروردگار کی رحمت ہے۔''

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۝ ②

''اور جب وہ لوگ اپنے قلم بطور قرعہ ڈال رہے تھے کہ مریم کا کفیل کون بنے تو تم انکے پاس نہیں تھے''

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ ③

''اور جب برادران یوسف علیہ السلام نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو تم ان کے پاس نہ تھے''

ان کے قصہ میں عقل مندوں کیلئے عبرت ہے، یہ قرآن ایسی بات نہیں ہے جو اپنے دل سے بنائی گئی ہو۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے، کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی نشانی نہیں آئی۔''

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۝ ④

''کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہو پھر تم اس سے انکار کرو تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو حق کی پرلے درجے کی مخالفت میں ہو۔

---

① سورة القصص آیت ٤٦

② سورة آل عمران آیت ٤٤

③ سورة یوسف آیت ١٠٢

④ سورة حم سجدة آیت ٥٣،٥٢

ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں بھی اور ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن حق ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ عنقریب ان کے گرد و پیش ایسے حالات رونما ہوں گے جن سے واضح ہو جائے گا کہ قرآن اور پیغمبر برحق تھے۔

اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ [1]

"کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے اگر آپ (معاذ اللہ) افترا پرداز اور جھوٹے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فوراً گرفت مضبوط کر لیتا۔

قرآن پاک میں غیب کی باتیں اور پیش گوئیاں ہیں جو سب کی سب بلا کم و کاست حرف بحرف پوری اتریں۔ مثلاً وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [2]

اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہونگے" یہ سورت مزمل مکی زندگی کے آغاز اور ابتدائی دور میں نازل ہوئی اور یہ پیش گوئی مدنی زندگی میں ظہور پذیر ہوئی۔ اسی طرح سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ (۵۴/۴۰)

"عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر جائیں گے" یہ سورت قمر جو مکی ہے اس کی یہ پیش گوئی کچھ عرصہ بعد بدر اور دیگر غزوات میں لفظ بلفظ صحیح ثابت ہوئی۔ آئندہ یہ بتفصیل بیان ہوگا۔ قرآن پاک عدل و انصاف پر مبنی احکام و مسائل کا عمدہ ذخیرہ ہے جس کے بارے میں فہم انسانی اور عقل سلیم کا قطعی فیصلہ ہے کہ یہ سراسر حکمت و دانائی پر مشتمل ہے اور رحیم و کریم کا اتارا ہوا ہے جو عیاں و پنہاں کو خوب جانتا ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۝ [3]

"تیرے رب کی باتیں حق و صداقت اور امر و نہی، عدل و انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں"

---

① ۵۳ سورۃ حم السجدہ

② سورۃ مزمل آیت ۲۰

③ سورۃ الانعام آیت ۱۱۵

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ ①

''اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث کیا ہے۔ علم نافع اور عمل صالح سے آراستہ کیا ہے'

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کمیل بن زیاد کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ''قرآن پاک گذشتہ اقوام کا آئینہ دار ہے حالات حاضرہ کا حل ہے اور آئندہ کے حوادثات کی پیش گوئی ہے''

اعجاز قرآن:

قرآن پاک بوجوہ معجزہ ہے۔ فصاحت و بلاغت کی حیثیت سے بدیع اور انوکھے نظم و نسق کی وجہ سے' عجیب اور نرالے فقروں کے لحاظ سے' جدید طرز بیان اور پسندیدہ اسلوب کی بدولت' اظہار غیب اور پیش گوئی کی وجہ سے احکام و مسائل اور قوانین و تعزیرات کے لحاظ سے۔ قرآن پاک کی فصاحت و شائستگی' الفاظ کی شیرینی اور کلام کے معجزانہ نظم و نسق کے تحدی اور چیلنج کے مخاطب فصحائے عرب ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر وجوہ اعجاز از قسم احکام و معانی اور قوانین و تعزیرات کا چیلنج سارے جہاں اور اقوام عالم کو ہے۔

مغالطہ:

بعض متکلمین کے نزدیک وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار کے باوجود چیلنج قبول کرنے سے باز رکھا یا ان کی قوت گویائی کو سلب کر لیا اور ان کی زبانیں گنگ کر دیں۔

یہ بات یکسر غلط اور باطل ہے اور قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ کی پیداوار ہے اور حقیقت امر کے خلاف ہے۔ بلکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حسب مشیت و ارادہ اس کا صدور رہوا۔ تمام کائنات اس کے مثل کلام

① سورۃ التوبۃ آیت ۳۳

کرنے اور قرآن پاک کا معارضہ کرنے سے قاصر و درماندہ ہے' بلکہ انبیاء علیہم السلام جو فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ اور ہمہ پہلو کامل ترین انسان ہوتے ہیں' بھی کلام اللہ کے مقابلے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ان کا اسلوب بیان اور طرز گفتار کلام اللہ کے بدیع بیان اور عجیب طرز کلام کے ہمسر نہیں ہوتا۔

اسی طرح نبی علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت کا کوئی صحابی بھی مقابلہ نہیں کرسکتا اور صحابہ کرام کا اسلوب بیان' تابعین کے طرز کلام سے بلند و بالا ہے۔ اور اسی طرح سلف صالحین کا کلام و بیان متاخرین کے طرز گفتار سے فائق ہوتا ہے۔ جیسا کہ عہد جاہلیت کے شعراء کا کلام بعد کے شعراء اور مولدین سے فصیح و بلیغ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں ''ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عطا فرمائے کہ ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے۔ مجھے قرآن کا معجزہ عطا ہوا ہے' مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز میرے تابعداروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔[1]

یعنی ہر نبی کو اس کے حسب حال اور بہ تقاضائے وقت معجزات عطا کئے گئے۔ بعض لوگ ان کی تصدیق و تائید کر کے سرخرو اور بامراد ہوئے اور بعض ان کی تکذیب و تردید کر کے روسیاہ اور نامراد ہوئے۔ اور ان کے یہ معجزات وقتی اور عارضی تھے جو ختم ہو گئے' اب صرف ان کی یاد باقی ہے۔ باقی رہا قرآن مجید تو یہ ایک ابدی و دائمی اور سرمدی معجزہ ہے گویا کہ سامع آنحضور ﷺ کی زبان مبارک سے سن رہا ہے اور یہ تا قیامت باقی رہے گا اور نئے نئے اشخاص کو اپنی معجزانہ کشش اور تاثیر سے متاثر اور مسحور کرتا رہے گا۔ اور اس تاثیر اور کشش کی بدولت رسول اللہ ﷺ کے تابعداروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا۔

---

[1] بخاری' مسلم' مسند احمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا معجزہ ہے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق، عادات و خصائل اور جملہ گفتار و کردار معجزہ ہیں۔ غرضیکہ آپ کی کتاب زندگی کا ہر نقش اعجاز کا حامل ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکہ آرا کتاب ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح'' ج ۴ ص ۸۰ پر ایک عمدہ اور قابل قدر بحث رقم فرمائی، وہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت:

آپ کا اخلاق اور اقوال و افعال بھی آپ کا معجزہ ہیں۔ آپ کی شریعت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مستقل معجزہ ہے اور آپ کی امت کا علم اور ان کی دینداری اور زندگی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے اور آپ کی امت کے صالحین کی کرامات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بعثت تک اور بعثت سے وفات تک پوری سیرت کے مطالعہ سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن مالوف اور حسب ونسب میں غور وفکر سے بالکل واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات (معجزہ ہے) اور ساری کائنات سے افضل ہے۔

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان سے ہیں جن کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت سے نوازا اور ہر نبی آل ابراہیم علیہ السلام میں سے آیا۔ اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام آپؑ کے دو فرزند ارجمند ہیں جن کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔

تورات میں ذریت اسماعیل علیہ السلام کے مناقب ومحاسن بیان ہوئے ہیں ان کا مصداق ماسوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے کہ ذریت اسماعیل علیہ السلام سے رسول مبعوث فرما۔ آل ابراہیم علیہ السلام سے معزز ومحترم قریش ہیں اور قریش میں سے بنی ہاشم قبیلہ اور بنی ہاشم میں سے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب عمل میں آیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ومنشا مکہ اور ام القریٰ ہے۔ جہاں بیت اللہ ہے جس کے معمار ابراہیم علیہ السلام ہیں جو حج کے داعی ہیں۔ عہد ابراہیم علیہ السلام سے آج تک حج قائم اور جاری ہے اور ساری کتب میں مذکور ہے۔ تمام جہاں سے آپ کی تربیت و پرورش اعلیٰ اور عمدہ تھی اور نشو ونما بھی نرالی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور اخلاق معیوب نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ' ظلم وتعدی اور فحش گوئی سے مبرا اور پاک تھے۔ راست گوئی اور نیکی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلم اور ضرب المثل تھے۔ عدل و انصاف کے پیکر اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ تھے' اپنے اور بیگانے مسلم اور کافر آپ کی بلند اخلاقی اور عالی ظرفی کے قائل تھے' شکل وصورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ تھے' حسن وجمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کے مظہر تھے۔ جاہل اور ناخواندہ قوم کے ایک فرد تھے۔ تورات' انجیل علم اور علمی مجالس سے بے خبر تھے۔

چالیس سالہ بے داغ زندگی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ورسالت کا اعلان کیا اور بے مثال کلام پیش کیا' ایسی علم وآگہی کا آغاز کیا جو سب سے نرالی اور انوکھی تھی۔ ازل سے نبیوں کے پیروکار' کمزور اور ناتواں انسانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی' شریر اور رئیس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کے درپے تھے' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آپ کی ہلاکت کے ہر طرح سے کوشاں تھے' جیسا کہ گزشتہ نبیوں کے ساتھ ان کے مخالفین کا وطیرہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار اور پیروکار کسی قسم کے خوف وخطرے اور خواہش ولالچ سے بے نیاز تھے۔ ان کو آپ سے کسی مال کا طمع تھا نہ منصب کا۔ بلکہ بہ ظاہر شان شوکت اور دولت وحشمت کے قابض کفار تھے۔ جو صحابہؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار تھے۔ مگر یہ رنج او رآزار ان کو بیزار اور دل برداشتہ نہ کرسکا اور ان کے ایمان کی حلاوت کو مکدر نہ کرسکا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے ہی لوگ بیت اللہ کا حج کیا کرتے تھے او رموسم حج میں عرب قبائل جمع ہوا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے توحید کی دعوت اور رسالت کا پیغام پیش کرتے تھے۔ حسن اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات یثرب

(مدینہ منورہ) کے باشندوں سے ہوئی جو یہود کے ہمسایہ تھے اور ان سے ایک نبی کی آمد کے بارے سنتے رہتے تھے۔ جب آپ نے ان کو دعوت پیش کی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ وہی نبی منتظر ہیں جن کا چرچا یہود کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی تعلیمات سے متاثر ہوئے اور آپ ﷺ کی قدر و منزلت کے معترف ہوئے کہ اتنے قلیل عرصہ میں آپ کی دعوت کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا ہے پھر انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کی بیعت کی کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہوں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہؓ سمیت مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں مہاجر اور انصار سب مقیم اور آباد تھے' دنیاوی مال و متاع اور منصب کے طمع سے پاک تھے ماسوائے چند انصار کے جن میں سے بعض کو پھر اخلاص نصیب ہوا۔

بعد ازاں آپ کو جنگ و جہاد کا اذن ہوا' آپ ﷺ اشاعت اسلام کی خاطر برابر جہاد کرتے رہے اور اس کے اصول و قواعد کے پابند رہے' کذب بیانی' غداری اور بے وفائی کے داغ سے پاک رہے اور ہر حال میں اعلیٰ اخلاق ایفائے عہد اور عمدہ اصول پر قائم رہے۔ اسلام کی دعوت تمام سرزمین عرب پر چھا گئی جو اس سے پیشتر بتوں کی پرستش' کاہنوں کی اطلاعات' خالق کے انکار اور مخلوق کی اطاعت' خونریزی اور قطع رحمی سے معمور تھی نہ کسی کو آخرت کا علم تھا نہ زندگی بھر موت کا ہوش' یہ جاہل و کندۂ ناتراش آپ ﷺ کی تعلیم کے فیض سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم' سب سے بڑے دیندار' سب سے بڑے عابد اور سب سے بڑے فاضل بن گئے' عیسائیوں نے ان صحابہ کرامؓ کو جب شام میں دیکھا تو انہوں نے کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ مسیح کے حواری ان لوگوں سے افضل نہ تھے' یہ ان کے علم اور عمل کی یادگاریں ہیں جو تمام دنیا میں روشن درخشاں ہیں' ان کے مقابلہ میں دوسری قوموں کی یادگاریں اور آثار دیکھو اہل عقل کو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

بایں ہمہ سروری و پیشوائی اور صحابہؓ کی جان نثاری اور فدائیت کے' آپ ﷺ نے

پسماندگان کیلئے درہم ودینار' مال مویشی کوئی ترکہ نہیں چھوڑا' ماسوائے ایک خچر اور سامان حرب کے طرہ یہ کہ آپ ﷺ کی زرہ تیس وسق جو کے عوض ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ آپ ﷺ کے زیر تصرف کچھ رقبہ تھا جس کی پیداوار سے اہل خانہ کا خرچہ چلتا تھا۔ اور باقی ماندہ حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس رقبہ کے بارے میں وصیت فرمائی کہ وارثان بازگشت اس میں حصہ دار نہ ہوں گے وہ صدقہ شمار ہوگا۔

ہمہ وقت آپ ﷺ معجزات وعجائبات کا مظہر تھے۔ ماضی اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ کرتے تھے۔ نیکی کی تلقین کرتے اور برائی سے منع کرتے' پاکیزہ اشیاء کے استعمال کو حلال قرار دیتے اور ناپاک کو حرام کرتے اور حسب ضرورت شرعی احکام نافذ فرماتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین محمدی کی تکمیل کا اعلان کر دیا اور آپ ﷺ کی شریعت مکمل ترین شریعت ہے' کوئی ایسی معقول اور بھلی بات نہیں جو عقلی طور پر معقول و مستحسن ہو اور آپ ﷺ نے حکم نہ دیا ہو اور کوئی ایسی نامناسب اور قبیح بات نہیں جس کو عقل نامناسب اور قبیح سمجھتی ہو اور آپ ﷺ نے اس سے نہ روکا ہو۔ آپ نے کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا جس کے متعلق آج یہ کہنے کا موقع ہو کہ کاش آپ اس کا حکم نہ دیتے اور نہ کسی ایسی چیز کی ممانعت کی کہ آج یہ کہا جا سکے کہ کاش آپ ﷺ اس کی ممانعت نہ کرتے۔ آپ ﷺ نے تمام پاکیزہ صاف ستھری چیزوں کو حلال کیا اور ان میں سے کسی چیز کو حرام نہیں کیا' جیسا کہ بعض شریعتوں میں حرام کیا گیا تھا اور تمام ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام کیا' ان میں سے کسی چیز کو حلال نہیں کیا جیسا کہ بعض شریعتوں میں حلال ہوئیں۔ دنیا کی تمام قوموں کے پاس جتنی خوبیاں اور محاسن ہیں اس شریعت میں وہ سب جمع ہیں' تورات و انجیل وزبور میں اس کے فرشتوں اور یوم آخرت کے متعلق جو اطلاعات ہیں وہ مکمل ترین طریقہ پر قرآن میں اور آپ کی شریعت میں آ گئی ہیں۔ اور کچھ ایسی چیزوں کی بھی اطلاع گی گئی ہے جن کا ان کتابوں میں تذکرہ نہیں' ان کتابوں میں عدل کی ضرورت' صحیح فیصلہ' فضائل کی دعوت اور حسنات کی جو کچھ ترغیب آئی ہے وہ

رسول اللہ ﷺ لائے اور اس پر اضافہ کیا اگر کوئی عقلمند ان عبادات کے بارے میں غور کرے گا تو اسلامی عبادات کی برتری اور فوقیت ظاہر ہوگی' یہی حال تمام حدود واحکام اور شریعت کے مسائل وقوانین کا ہے۔

آپ ﷺ کی امت ہر فضیلت میں تمام امتوں سے زیادہ مکمل ہے' اگر تمام دنیا کی قوموں کے علم کا ان کے علم سے مقابلہ کیا جائے تو ان کے علم کی برتری ثابت ہوگی' اگر ان کے دین وعبادات اور طاعت الٰہی کو ان کے دین وعبادت وطاعت الٰہی کے مقابلہ میں لایا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے زیادہ دیندار ہیں' اگر شجاعت وجہاد فی سبیل اللہ' اللہ کے راستہ میں صبر علی المکارہ اور جفاکشی کو دیکھا جائے تو ان کا پلہ بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگر سخاوت وانفاق اور فراخ دلی اور بلند حوصلگی کو دیکھا جائے تو ان ہی میں زیادہ سخاوت وکرم نظر آتا ہے۔ یہ تمام فضائل ومکارم اخلاق ان مسلمانوں کو آپ ﷺ ہی سے حاصل ہوئے اور آپ ہی کی ذات سے انہوں نے اخذ کئے اور آپ ﷺ ہی نے ان کو ان کا حکم دیا آپ کی بعثت ونبوت سے پہلے وہ کسی کتاب کے پیرو نہ تھے۔ جس کی آپ ﷺ نے تکمیل فرمائی ہوتی جیسے کہ حضرت مسیحؑ تورات کی شریعت کی تکمیل کیلئے تشریف لائے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے پیرووٴں کے فضائل وعلوم کچھ تورات سے ماخوذ تھے' کچھ زبور سے' کچھ اور تعلیمات انبیا علیہم السلام سے اور کچھ حضرت مسیح علیہ السلام سے اور کچھ حصہ حواریوں کے بعد بعض دوسری تعلیموں اور فلاسفہ وغیرہ کے کلام سے ماخوذ۔ لیکن امت محمدی میں آپ ﷺ سے پہلے نہ کسی کتاب کا وجود تھا اور نہ کسی نبی کی تعلیم تھی' بلکہ ان میں سے اکثر تو موسیٰ علیہ السلام' عیسیٰ علیہ السلام اور داوٴد علیہ السلام اور تورات اور زبور پر بھی آپ ہی کے ذریعہ سے ایمان لائے آپ ﷺ ہی نے ان کو تمام انبیا علیہ السلام پر ایمان لانے اور تمام کتب منزلہ کے اقرار کا حکم دیا اور انبیا علیہم السلام کے درمیان تفریق کرنے کی ممانعت کی۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝①

''کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا ہے اور جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام اور اسحق اور یعقوب اور اس کی اولاد (علیہم السلام) پر اتارا گیا۔ اور جو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔''

سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے۔ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔ (کہ ایک مانا اور دوسرے کو نہ مانا) (سورۃ بقرہ آیت ۲۸۵)

امت محمدیہ کسی جدت کی روادار ہے اور نہ کسی بدعت کی قائل ہے اور نہ نئی ایجاد کی خوگر بلکہ صرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے عبرت آموز۔ اہل کتاب کی تعلیمات جو مسلمانوں کے موافق ہوں اس کی تصدیق کرتے ہیں اور جو مشکوک ہوں اس سے خاموش رہتے ہیں اور جو باطل ہوں اس کی تردید کرتے ہیں اور اسلام میں کسی قسم کے اضافے اور ایجاد کو ایجاد اور بدعت قرار دیتے ہیں۔ یہی وہ دین ہے جس پر جلیل القدر صحابہؓ، تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم گامزن تھے۔ اور جو اس جادہ مستقیم سے بھٹک گیا وہ ذلیل وخوار ہوا، یہی اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے جو تا قیامت غالب وفائق رہے گا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ ''امت محمدیہ کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا تا قیامت ان کا مخالف اور دشمن ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا''

انبیا علیہ السلام کی دعوت توحید پر اتفاق کے باوصف بعض مسلمانوں میں اختلاف وتنازعہ پیدا ہوتا ہے۔ ان میں جو فرقہ دعوت انبیا علیہم السلام اور توحید کا مخالف ہو وہ ملحد اور بے دین ہوتا ہے۔

① سورۃ بقرہ آیت ۱۳۶

مسلمان عیسائیوں کی طرح بدعات وخرافات کے حامی نہیں جنہوں نے جدت اور بدعت ایجاد کی اور اکابر نے ان کی حمایت کی شاہان وقت نے ان کی خاطر جنگ وجدال کیا اور عیسائیوں کی اکثریت نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا یہ موجودہ عیسائیت بدعت و جدت کا ملغوبہ اور پلندہ ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین ہے نہ سابقہ انبیا علیہم السلام کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کو علم نافع اور عمل صالح عطا فرما کر مبعوث کیا' جس نے ان کی اطاعت واتباع کی' اسے کونین کی سروری عطا ہوئی' بدعات و خرافات کا مرتکب وہی ہوتا ہے جو انبیا علیہم السلام کی تعلیمات میں کوتاہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد کریم ﷺ کو سچا دین اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا اور امت محمد یہ نے اس ہدایت اور دین حق کو آپ ﷺ سے اخذ کیا' چنانچہ ہر علم نافع اور عمل صالح امت مسلمہ کا ورثہ اور حق ہے۔ اور یہ حقیقت عیاں ہے کہ متعلم کا ہر کمال وعروج اور ارتقا معلم اور استاد کا مرہون منت ہوتا ہے تو واضح ہوا کہ آنحضور ﷺ علمی اور دینی سماجی اور اقتصادی ہمہ پہلو کامل ترین انسان تھے۔

آنحضور ﷺ کے فضائل وشمائل سے یہ بداہتہً آشکارا ہوتا ہے کہ آپ عالمگیر رسالت کے اعلان:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا[1]

میں بالکل صادق اور حق گو ہیں مفتری اور کاذب نہیں ہیں۔ کیونکہ رسول ہونے کا اعلان اور دعویٰ صرف بہترین بشر اور کامل ترین انسان یا بدطینت اور بدترین انسان سے بھی ممکن ہے کہ وہ مکار اور دروغ گو ہے۔ آپ ﷺ کے ستودہ صفات اور حمیدہ خصائل اور مذکورہ بالا کمالات وفضائل سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضور ﷺ کو شرارت' خباثت اور جہالت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ تو واضح ہوا کہ آپ ﷺ دین اور علم وعمل کے انتہائے عروج وکمال پر فائز تھے اور عالمگیر رسالت کے اعلان میں سچے اور

---

(۱) سورۃ اعراف آیت ۱۵۸

راست گو تھے۔ کیونکہ جھوٹا شخص یا تو دانستہ جھوٹ بولتا ہے یا سہواً دانستہ جھوٹ بکنے والا ظالم اور غاوی ہوگا۔ سہواً جھوٹ بولنے والا جاہل اور گمراہ ہوگا۔ علمی عروج کے باعث سہواً اور دینی کمالات کی بدولت ارادۃً جھوٹ بولنا محال ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضلالت "یعنی جہالت کے سبب بہک جانے سے" اور غوایت (یعنی عمداً راہ راست بھٹک جانے سے) پاک رکھا ہے۔

مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰى ۝①

"تمہارا ساتھی نہ تو بہکا ہے نہ بھٹکا"

وَمَاصَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝② "اور نہ دیوانہ ہے"

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سفارت کار فرشتہ کو کریم، مطاع اور امین ایسے معزز القاب سے نواز کر فرمایا کہ "یہ پیغام راندے ہوئے شیطان کا قول نہیں بلکہ ایک معزز اور کریم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جو رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے" (۲۶/۱۹۴)

"قرآن کو شیطان لے کر نہیں اترتے اور نہ ان کا یہ کام ہے اور نہ وہ اسے کر سکتے ہیں۔③

کیا میں تمہیں بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور اکثر ان میں سے جھوٹے ہوتے ہیں۔④

یعنی شیطان شریر اور مفسد لوگوں کے پاس آتے ہیں شرارت کی اشاعت اور دروغ کے فروغ کی خاطر۔ بنابریں دینی مسائل میں سہو ونسیان شیطان کی جانب سے ہوتا ہے جیسا کہ ایک سوال کے جواب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

---

① سورۃ النجم آیت نمبر ۲

② سورۃ الشمس آیت ۲۲

③ سورۃ الشعراء آیت ۲۱۱

④ سورۃ الشعراء آیت ۲۲۱_۲۲۳

یہ میری رائے ہے درست اور حق بجانب ہو تو یہ توفیق الٰہی سے ہے غلط ہو تو یہ میری اور شیطان کی غلط کاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بیزار ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہر حال میں شیطان کی دسترس سے بالا ہوتا ہے۔ بخلاف عامی مسلمان اور امتی کے وہ خطا کار ہوتا ہے گو اس کی خطا معاف ہو جائے۔ واضح ہوا کہ شیطان کی نبی علیہ السلام کے پاس آمد و رفت نہیں۔ ان کے پاس تو فرشتہ پیغام لاتا ہے اور (۴۰/۲۹) میں ہے اور یہ فرشتہ عالی مقام کا پیغام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ لیکن تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کا قول ہے مگر تم بہت ہی کم غور کرتے ہو وہ پروردگار عالم کا نازل کیا ہوا ہے۔"

چاند کا دو ٹکڑے ہونا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ ①

قیامت قریب آ گئی اور چاند شق ہو گیا" اہل علم اور ائمہ اسلام سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاند کا شق ہونا رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں رونما ہوا اس سلسلہ میں متعدد احادیث کئی ایک اسناد سے مروی ہیں جو یقین اور قطعی علم کا موجب ہیں۔ مسند احمد اور صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے آپ سے معجزے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا اور دو ٹکڑوں کے درمیان کوہ حرا نظر آیا۔ ②

مسند احمد ابن جریر اور بیہقی میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہوا ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پر۔ یہ منظر دیکھ کر کفار نے کہا محمد ﷺ نے ہم پر جادو کر دیا ہے تو بعض نے کہا اگر ہم پر جادو کر دیا ہے تو سب پر جادو نہیں کر سکتے۔ ③

---

① سورۃ القمر آیت نمبر ۱

② رواہ مسلم فی صحیحہ و البخاری فی صحیحہ فی مناقب الانصار

③ رواہ احمد فی سندہ

ابن جریر ابو عبدالرحمٰن سلمٰی سے بیان کرتے ہیں کہ ہم مدائن سے ایک فرسخ کی مسافت پر تھے کہ جمعہ کا وقت ہوگیا۔ چنانچہ میں اپنے والد کے ہمراہ نماز جمعہ میں حاضر ہوا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ سنو! قیامت قریب آ چکی ہے اور شق قمر کا معجزہ ظاہر ہو چکا ہے۔ غور کرو! دنیا ختم ہونا چاہتی ہے' آج گھوڑ دوڑ کا میدان ہے اور کل کو مسابقت کا نتیجہ ظاہر ہوگا۔

میں نے عرض کیا ابا جی! کیا لوگ دوڑیں گے تو ابا جی نے کہا بیٹا! تو نرا جاہل ہے' یہ اعمال و کردار کی دوڑ ہے۔ دوسرا جمعہ آیا تو اس میں بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ دہرایا۔[1]

دلائل النبوۃ میں ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طرق سے یہ روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ چاند رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دو ٹکڑے ہوا۔

اِلَا اِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ وَغَدًا السباق اَلَا وَاِنَّ الْغَايَةَ النَّارُ وَالسَّابِقُ مَنْ سَبَقَ اِلَى الْجَنَّةِ[1]

مسلم اور بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں چاند شق ہوا' دوسری روایت میں ہے کہ شق قمر کا معجزہ قبل از ہجرت نمودار ہوا۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند گرہن لگا تو کفار نے کہا چاند پر جادو چل گیا ہے تو اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ آیات نازل ہوئیں یہ سند غریب ہے۔ ممکن ہے شق قمر کے وقت گرہن بھی لگا ہو۔ اس سے واضح ہوا شق قمر چاندنی راتوں میں واقع ہوا' واللہ اعلم[3]

سنن بیہقی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔

ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس جانب اور دوسرا پہاڑ کے عقب میں اور رسول اللہ ﷺ نے

---

(1) رواہ ابن جریر طبری فی تفسیر والبھیقی فی دلائل النبوۃ

(2) طبرانی احمد بن عمرو بزار' محمد بن یحییٰ قطیعی' محمد بن بکر' ابن جریج' عمرو بن دینار' عکرمہ

(3) البدایہ والنہایہ عربی ج ۶/ص ۱۱۵

فرمایا خدایا! گواہ رہ اللھم اشھد[1]

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا اور لوگوں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! گواہ رہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک معلق روایت بیان کی ہے جو ابوداؤد طیالسی نے مسند میں (ابوعوانہ، مغیرہ، ابی الضحیٰ، مسروق) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو کفار نے کہا یہ ابن ابی کبشہ یعنی محمد رسول اللہ کا جادو ہے۔ تو باقی لوگوں نے کہا محمد ﷺ تمام دنیا پر جادو نہیں کر سکتے دیگر مقامات سے مسافروں کو آنے دو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ مختلف سمت سے مسافر آئے تو سب نے اس بات کی تصدیق کی۔[2]

سنن بیہقی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو قریشی کافروں نے کہا یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔ مسافروں سے پوچھو اگر انہوں نے بھی یہ مشاہدہ کیا ہو تو محمد ﷺ سچا ہے اگر انہوں نے دیکھا نہ ہو تو یہ نرا جادو ہے۔ چنانچہ ہر سمت سے آنے والے مسافروں سے دریافت ہوا تو انہوں نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھنے کا اقرار کیا اور اس وقت سورۃ قمر ۵۴ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند شق ہوا، میں نے چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان پہاڑ دیکھا۔[3]

ابن جریر نے ابن سیرین سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ چاند کے شق ہونے کا معجزہ واقع ہو چکا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جو سورت دخان کی تفسیر کے ذیل میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پانچ معجزات واقع ہو چکے ہیں۔

---

① رواہ مسلم والترمذی وقال الترمذی حسن صحیح

② رواہ ابو داؤد الطیالسی فی سندہ ص ۳۸ و ذکرہ البیہقی فی الشعب ج ۲/ص ۲۶۶

③ رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۱/ص ۴۱۳

(۱) غلبہ روم (۲) لزام یعنی مکی زندگی میں خشک سالی کا دور (۳) بطشہ جنگ بدر (۴) دخان یعنی بھوک کی شدت سے دھواں نظر آنا (۵) چاند کا پھٹنا۔[1]

دلائل النبوۃ میں ابوزرعہ نے ابن بکر سے نقل کیا ہے کہ شق قمر کا معجزہ مکہ میں قبل از ہجرت رونما ہوا تو مشرکین نے کہا چاند پر بھی ابن ابی کبشہ کا جادو چل گیا ہے۔[2]

شق قمر کا واقعہ قرآن پاک میں بصراحت مذکور ہے' علاوہ ازیں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے دیگر اس کی شہرت اور تواتر کی بنا پر چنداں اسناد کی بھی ضرورت نہیں۔

موضوع روایت:

بعض واعظ جو یہ بیان کرتے ہیں کہ چاند نبی علیہ السلام کے گریبان میں داخل ہوکر آستین سے خارج ہوگیا یہ بالکل بے اصل اور موضوع قصہ ہے۔ چاند جب دو ٹکڑے ہوا تو آسمان سے نیچے زمین پر نہیں آیا بلکہ آسمان پر ہی قائم رہا۔ ایک ٹکڑا کوہ حرا کے اس جانب تھا اور دوسرا اس کے پیچھے اور حراء ان کے درمیان سے نظر آیا۔ کفار مکہ نے یہ منظر دیکھ کر کہا ہماری نظر و نگاہ پر جادو چل گیا ہے۔ باہر سے آنے والے مسافروں سے دریافت کیا' انہوں نے تصدیق کی تو پھر ان کو اعتبار آیا۔[3]

تنبیہ:

یہ اعتراض کہ روئے زمین کے دیگر ممالک میں یہ شق قمر کیوں معروف نہیں تو عرض ہے کہ اس کی نفی اور انکار کون کرتا ہے' عرصہ دراز گزر گیا اور طویل مدت بیت چکی ہے ممکن ہے ان کے علمی آثار و ذخائر ضائع ہوگئے ہوں۔ کفار اور منکرین نبوت' آیات الٰہی کے منکر تھے' غالب امکان ہے جب ان کو شق قمر کی اطلاع پہنچی ہو تو انہوں نے اسے چھپالیا اور عمداً بھلا دیا ہو۔ علاوہ ازیں بیشتر سیاحوں کا بیان ہے کہ ہندوستان میں ایک عالی شان

① رو البخاری فی صحیحہ فی التفسیر
② دلائل النبوۃ لابی زرعۃ ج ۱/ص ۳۱۲
③ البدایۃ والنھایہ عربی ج ۶/ص ۱۱۸

اور دیوہیکل عمارت ہے جس پر یہ تحریر کندہ ہے کہ شق قمر کی رات اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے۔ نیز یہ معجزہ بوقت شب بہت رات گئے واقع ہوا بوجوہ اسے دیگر ممالک کی عوام نہ دیکھ سکے کہ آسمان ابر آلود ہوا اکثر لوگ محو خواب ہوں مختلف ممالک میں چاند کے طلوع اور غروب میں بھی خاصا فرق ہوتا ہے' علاوہ ازیں اور توجیہات بھی ہوسکتی ہیں' واللہ اعلم۔[1]

سورج کے پلٹنے کی موضوع روایت:

بہاء الدین القاسم بن المظفر بن تاج الامنا بن عساکر (ابوعبداللہ بن محمد بن احمد بن عساکر نسابہ' ابوالمظفر بن قشیری اور ابوالقاسم المتملی' ابوعثمان البجر' ابومحمد عبداللہ بن محمد بن حسن' محمد بن احمد بن محبوب' بقول قشیری ابوالعباس المحبوبی) سعید بن مسعود اور الحافظ ابوالقاسم بن عساکر (حضرت ابوالفتح ماہانی' شجاع بن علی' ابوعبداللہ بن مندہ' عثمان بن احمد نسی) ابوامیہ محمد بن ابراہیم طرسوسی سے اور سعید بن مسعود اور ابوامیہ طرسوسی دونوں (عبیداللہ بن موسیٰ' فضیل بن مرزوق' ابراہیم بن حسن' فاطمہ بنت حسین) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز عصر نہ پڑھ سکے اور سورج غروب ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا علی! نماز عصر پڑھ چکے ہو؟ عرض کیا جی نہیں' رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی' الٰہی وہ تیری اور تیرے نبی کی طاعت میں تھا آفتاب واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سورج غروب ہوتے دیکھا اور پھر غروب کے بعد طلوع ہوتا دیکھا۔[2]

---

① البدایۃ والنہایہ عربی ج۶/۱۱۸

② البدایۃ والنہایہ ج۶/ص۱۱۹

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابوعبداللہ بن مندہ کی سند سے موضوعات میں درج کیا ہے۔ نیز یہ دوسری سند (ابوجعفر عقیلی، احمد بن داؤد، عمار بن مطر، فضیل بن مرزوق) سے بیان کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، دیگر سند میں شدید اضطراب اور الجھن ہے کہ سعید بن مسعود، عبیداللہ بن موسیٰ کی معرفت فضیل بن مرزوق سے بیان کرتے ہوئے فضیل کا استاد بجائے ابراہیم کے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں اور عبدالرحمٰن کا استاد علی رضی اللہ عنہما بن حسن اور ان کی استاد فاطمہ بنت علی ۱۱۷ھ اور وہ اسماء سے بیان کرتی ہیں۔

نیز سابق سند میں احمد بن داؤد بقول امام دارقطنی متروک اور کذاب ہے اور بقول ابن حبان حدیث وضع کرتا ہے اور عمار بن مطر بقول محدث عقیلی ثقہ لوگوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے اور بقول ابن عدی متروک ہے اور فضیل بن مرزوق کو یحییٰ نے ضعیف کہا ہے (تاریخ عثمان دارمی عن یحییٰ ص ۱۹۱) اور بقول ابن حبان موضوع روایت بیان کرتا ہے اور ثقہ راویوں سے غلط روایات بیان کرتا ہے۔

ابن عساکر (ابومحمد، طاؤس، عاصم بن حسن، ابوعمرو بن مہدی، احمد بن محمد ابوالعباس ابن عقدہ، احمد بن یحییٰ صوفی عبدالرحمٰن بن شریک، شریک ابوہ) موسیٰ جہنی اور عروہ بن عبداللہ بن قشیر کہتے ہیں کہ میں فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جو بہت بوڑھی ہو چکی تھیں۔ ان کے گلے میں یاقوتی ہار اور ہاتھوں میں موٹے موٹے کنگن تھے۔ میں نے عرض کیا اس عالم بزرگی میں یہ کیوں تو فرمایا ”عورتوں کیلئے مردوں سے مشابہت ممنوع ہے“ پھر انہوں نے مجھے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور ان پر وحی نازل ہو رہی تھی، آپ پر چادر ڈال دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس رہے اور سورج غروب ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے فراغت کے بعد پوچھا علی رضی اللہ عنہ! نماز پڑھ لی؟ تو عرض کیا جی نہیں تو آپ نے دعا فرمائی

اور سورج واپس پلٹ آیا۔ حافظ ابن عساکر کہتے ہیں یہ حدیث منکر ہے اور اس میں کئی ایک راوی مجہول ہیں۔[1]

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ابن شاہین م ۳۸۵ھ نے یہ حدیث ابوالعباس بن عقدہ م ۳۳۳ھ سے بیان کی ہے اور اسے باطل کہا ہے اس میں متہم اور مشکوک راوی ابن عقدہ ہے جو رافضی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معائب اور مثالب بیان کرتا رہتا ہے۔ خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ص ۱۴ ج ۵) علی بن محمد بن نصر کی معرفت حمزہ بن یوسف سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عقدہ براثا کی جامع مسجد میں صحابہ کرامؓ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے معائب بیان کیا کرتا تھا۔ میں نے اسے ترک کر دیا اور بقول امام دارقطنی وہ بدترین انسان تھا۔

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ابوبکر بن ابوطالب سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عقدہ حدیث کا احترام نہیں کرتا تھا۔ حدیث کے نسخے وضع کر کے لوگوں کو اسے بیان کرنے کو کہتا تھا اور متعدد شیوخ سے کوفہ میں ہم اس کی دروغ گوئی بیان کر چکے ہیں۔

الذریۃ الطاہرۃ' میں حافظ ابوبشر دولابی م ۳۱۰ھ (اسحاق بن یونس' سوید بن سعید' مطلب بن زیاد' ابراہیم بن حبان' عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ' فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا) حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اسی اثنا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز فوت ہو گئی۔

محاکمہ: امام دارقطنی وغیرہ نے ابراہیم بن حبان کو متروک قرار دیا ہے اور الحافظ محمد بن ناصر بغدادی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔

ابن مردویہ (اپنی سند سے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسب سابق متن بیان کرتے ہیں بقول امام ابن جوزی' شعبہ نے داؤد کو ضعیف قرار دیا ہے نیز فرماتے ہیں کہ حدیث

---

[1] البدایۃ النہایۃ عربی ج ۶ ص ۱۱۹۔۱۲۰

گھڑنے والے کی کس قدر عجیب غفلت ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کی فضیلت کو تو مدنظر رکھا مگر ردشمس کے بے فائدہ ہونے پر غور نہیں کیا' کیونکہ سورج غروب ہوتے ہی نماز قضا ہوگئی' سورج کے دوبارہ طلوع سی ادا نہ ہوگی اور صحیح حدیث میں ہے کہ سورج کی رفتار صرف یوشع علیہ السلام کیلئے رکی۔ سچ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی سند بھی ضعف اور قدرت ونکارت سے خالی نہیں ایک میں متروک راوی ہے تو دوسری میں مجہول اور شیعہ ہے۔ایسے مقام پر اس قدر ضعیف اور کمزور روایت نا قابل قبول ہوتی ہے کہ یہ ایک ایسا عجیب اور انوکھا واقعہ ہے جس کے راوی کثیر اور بے شمار ہونے چاہئیں۔ ردشمس اور سورج کے پلٹنے کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے پیش نظر انکار نہیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی دعا مستجاب کے مدنظر ہے کیونکہ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام نے بیت المقدس کے محاصرہ کے دوران بروز جمعہ پچھلے پہر (وہ ہفتہ کے روز جنگ کو حرام سمجھتے تھے) سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر دعا کی' اے آفتاب! تو بھی اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان اور میں بھی۔ خدایا! اس کی حرکت کو روک دے' چنانچہ حرکت رک گئی اور قبل از غروب اسے فتح کرلیا۔

غور کیجئے رسول اللہ ﷺ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے بلند وبرتر اور فائق ہیں بلکہ مطلقاً تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔لیکن ہم وہی حدیث بیان کرتے ہیں اور وہی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہو اگر سورج پلٹنے کی روایت درست ثابت ہو جائے تو ہم سب سے پہلے اس کی تصدیق کریں گے اور اس کی صحت کے قائل ہونگے۔[1]

سوال اور جواب:

اثبات امامتہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ میں حافظ ابوبکر محمد بن حاتم بن زنجویہ بخاری بیان

[1] البدایۃ والنہایہ عربی ج۶/ص ۱۲۱۔۱۲۲

کرتے ہیں اگر کوئی رافضی اعتراض کرے کہ روایت رد شمس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت پر ایک عظیم دلیل ہے تو عرض ہے کہ یہ حدیث صحیح ثابت ہوتو ہم یہود ونصاری کے سامنے اتمام حجت کی خاطر' امت محمدیہ کی فضیلت وکرامت کے طور پر یہ حدیث پیش کریں لیکن صد افسوس! کہ یہ حدیث موضوع اور بالکل بے بنیاد ہے اور روافض کی خانہ ساز ہے۔ آفتاب غروب کے بعد ظاہر ہوتا تو سب مسلم اور کافر اسے دیکھتے اور بہ تفصیل بیان کرتے۔ دیگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر کی خاطر تو سورج پلٹا دیا گیا مگر غزوہ خندق میں رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہؓ کی جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے نماز ظہر' عصر اور مغرب قضا ہوگئی اور سوج نہیں لوٹایا گیا۔

نیز غزوہ خیبر سے واپسی کے دوران ایک بار صبح کی نماز قضا ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کو سورج چڑھے جاگ آئی تو رات نہیں لوٹائی گئی اگر دن اور رات کو لوٹانا فضیلت کا موجب ہوتا تو لامحالہ رسول اللہ ﷺ اس فضیلت کے سب سے لائق اور مستحق تھے۔

ابراہیم بن یعقوب جوزجانی ۲۵۹ھ نے محمد بن طنافسی ۲۰۳ سے دریافت کیا کہ نماز عصر کی خاطر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے سورج کے لوٹانے اور دوبارہ طلوع کے قائل کے بارے آپ کی کیا رائے ہے؟ تو طنافسی نے کہا یہ کاذب اور جھوٹا ہے اور یعلی طنافسی ۲۰۹ھ سے دریافت کیا کہ ہمارے ہاں ایسے لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا وصی اور جانشین تصور کرتے ہیں اور ان کی خاطر سورج کے پلٹنے کے قائل ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ سب داستان دروغ بے فروغ ہے۔[1]

تصحیح رد الشمس وترغیم النواصب الشمس

(1) مصنفہ ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ حسکانی حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے علاقہ صہباء میں ظہر کی نماز پڑھائی بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی ضرورت کیلئے روانہ کردیا۔

---

(1) البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص ۱۲۲۔۱۲۳

وہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں سر رکھا اور سورج کے غروب تک وہیں لیٹے رہے، پھر بیداری کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی الٰہی! تیرا بندہ علی رضی اللہ عنہ نبی کی خدمت میں مصروف تھا (اس کی نماز قضا ہوگئی ہے) سورج کو لوٹا دے۔ بقول حضرت اسماءؓ سورج پلٹا اور وادی کے پہاڑ روشن ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کر کے نماز پڑھی پھر سورج غروب ہوا۔[1]

رواۃ:

عون اور اس کی والدہ ام جعفر کے حافظہ و یادداشت اور عدالت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں جس کے باعث ان کی ایسی اہم روایت قبول کی جائے جو نہ صحابہ کرامؓ سے مروی ہے نہ سنن اور مسانید میں مذکور ہے دیگر یہ بھی معلوم نہیں کہ ام جعفر کا اسماءؓ بنت عمیس سے سماع بھی ہے یا نہیں۔[2]

ایک اور سند کی تحقیق:

(۲) (حسین بن حسن اشقر، عبیداللہ بن موسیٰ عبسی شیعہ م ۲۱۳ھ، فضیل بن مرزوق عن ابراہیم بن حسین بن حسن، فاطمہ بنت حسین، اسماءؓ بنت عمیس) اس روایت میں حسین اشقر غالی شیعہ ہے اور متروک ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۰) امام بخاری نے (تاریخ صغیر ص ۲۳۰) میں حد درجہ ضعیف قرار دیا ہے وقال عندہ مناکیر، کامل ابن عدی (ج ۱ ص ۹۷) میں ہے وہ اہل خیر کو سب و شتم کیا کرتا تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس کا برادر محمد کہتا ہے حسین اشقر کذاب ہے، اس سے حدیث تحریر نہ کیا کرو۔[3]

---

(۱) البدایۃ و النہایۃ عربی جلد ۶/ص ۱۲۳

(۲) البدایۃ و النہایۃ عربی ج ۶/ص ۱۲۳

(۳) البدایۃ و النہایۃ عربی ج ۶/ص ۱۲٤

فضیل بن مرزوق:

الاغر رقاشی یا رواسی' ابو عبدالرحمان' بنو عنزہ کا غلام' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عبید اسے ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے علم میں وہ اچھا ہے یحییٰ بن معین نے ایک دفعہ اسے ثقہ کہا' پھر صالح اور اچھا کہا اور پھر لا باس بہ یعنی کوئی برا نہیں کہا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں راست گو ہے اس کی روایت اچھی ہے بہت وہمی ہے اس کی حدیث قابل تحریر ہے لیکن قابل حجت نہیں ہے۔[1]

عثمان بن سعید دارمی اور امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ امام ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ کوئی برا نہ ہوگا۔ امام ابن حبان کہتے ہیں اس کی حدیث نہایت منکر ہے' ثقہ راویوں سے غلط روایت بیان کرتا ہے اور عطیہ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔

امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے اس سے روایت نقل کی ہے مگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر اس کی حدث بیان کرنے کے سبب نکتہ چینی ہوئی ہے۔[2]

ایسے راوی کے بارے میں دانستہ کذب بیان کا تو شبہ نہیں مگر کبھی وہ تساہل سے کام لیتا ہے۔ بالخصوص ایسی روایت جو اس کے عقیدہ کے موافق ہو چنانچہ وہ کسی غیر معروف راوی سے بیان کرتا ہے یا حسن ظن کی بنا پر مجروح راوی سے روایت کرتا ہے اور تدلیس کر کے اس کا نام حذف کر دیتا ہے اور اس کے شیخ کا نام ذکر کر دیتا ہے۔ اس لئے اس نے رد شمس والی روایت (جس میں شدید احتیاط کی ضرورت لاحق تھی اور کذب بیانی کے الزام سے بچنے کی اشد ضرورت تھی) کو بصیغہ تدلیس (عن) بیان کیا ہے اور لفظ (تحدیث) بیان نہیں کیا احتمال ہے کہ ان کے درمیان کوئی مجہول اور مجروح راوی کا واسطہ ہو۔

ابراہیم: باقی رہا اس کا شیخ ابراہیم تو اس کا حال معروف نہیں اور نہ ہی معتمد کتابوں

---

(1) البدایۃ والنہایۃ ج ٦/ص ١٢٤

(2) تہذیب التہذیب ج ٨ص ٢٩٩

میں اس کی روایت موجود ہے۔ فضیل اور یحییٰ بن متوکل کے علاوہ کوئی اس سے روایت نہیں کرتا۔ نیز امام ابوحاتم رازی اور ابوزرعہ رازی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جرح وتعدیل کے سلسلہ میں کوئی بیان نہیں دیا۔①

فاطمہؓ بنت حسین رضی اللہ عنہ:

آپ علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ ہیں' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دمشق میں دیگر افراد کے ہمراہ تشریف لائیں تھیں۔ ثقہ ہیں' سنن اربعہ میں ان کی روایت موجود ہیں' لیکن ان کا حضرت اسماءؓ سے سماع معلوم نہیں' واللہ اعلم۔ نیز حاشیہ الفوائد المجموعہ از شوکانی ص ۳۵۴ میں ہے۔ وَلَا یَتَحَقَّقُ لَهَا سِمَاعٌ مِنْ اَسْمَاءَ فِیْمَا اَعْلَمُ②

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس:

آپ آغاز اسلام میں مسلمان ہوئیں' اپنے شوہر جعفر بن ابی طالبؓ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی' فتح خیبر ۷ھ کے موقعہ پر حبشہ سے واپس آئیں' غزوہ موتہ میں ان کے شوہر شہید ہوئے۔ محمد' عبداللہ اور عون ان کے تین لڑکے ہیں۔ چھ ماہ بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شادی کی اور ایک لڑکا محمد بن ابی بکر پیدا ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور ایک لڑکا یحییٰ پیدا ہوا اور ۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوت ہوئیں۔

③ ابوحفص کنانی (محمد بن عمر قاضی جعابی' قاسم بن جعفر عسکری' احمد بن محمد بن یزید بن سلیم خلف بن سالم' عبدالرزاق' سفیان ثوری' اشعث بن ابی الشعثاء' ام اشعث' فاطمہ بنت حسین) حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اور سورج پلٹ آیا۔③

---

① البدایة و النهایه ج ٦ ص ١٢٤

② البدایة و النهایه ج ٦ ص ١٢٤

③ البدایة و النهایه ج ٦ ص ١٢٤

تبصرہ:

عبدالرزاق اور سفیان ثوری کے سب روایت محدثین کے ہاں نہایت معروف اور محفوظ ہیں' کوئی اہم روایت ان سے اوجھل نہیں یہ عظیم معجزہ کی حامل روایت خلف بن سالم کے سوا کوئی بھی ان سے بیان نہیں کرتا' دراصل یہ روایت نہ سفیان ثوری نے بیان کی نہ عبدالرزاق نے نقل کی' نہ خلف نے روایت کی بفرض محال ان سے یہ حدیث مروی بھی ہو تو اس کی سند میں ام اشعث ایک گمنام اور مجہول راوی ہیں' واللہ اعلم۔[1]

④ محمد بن مرزوق حسین اشقر' علی بن ہاشم بن یزید' عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار علی بن حسین' فاطمہ بنت علی حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے مذکور بالا حدیث رد شمس نقل کرتے ہیں۔[2]

تبصرہ:

حسین اشقر کا حال بیان ہو چکا ہے' بقول ابن حبان' علی بن ہاشم م۱۸۹ھ غالی شیعہ ہے۔ ثقہ راویوں سے منکر اور اپنی غرض کے موافق روایات نقل کرتا ہے اور عبدالرحمٰن ضعیف ہے۔ لیس بذاک (کلام یحییٰ بن معین فی الرجال ص۱۰۷) علی بن حسین سے عبدالرحمٰن کا لقاء ثابت نہیں' الفوائد المجموعہ للشوکانی ص۳۵۳' بس یہ سند صحیح ثابت نہیں۔

⑤ عبدالرحمٰن بن شریک' ابوہ ۱۷۷ھ عروہ بن عبداللہ بن قیشر' فاطمہ بنت علیؓ' اسماءؓ بنت عمیس سے بیان ہے کہ سورج پلٹا اور اس کی دھوپ نصف مسجد تک پہنچ گئی۔

تبصرہ:

عبدالرحمٰن ۲۲۷ھ سے ائمہ نے حدیث نقل کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب المفرد

---

① البدایة والنهایه ج۶/ص ۱۲٤

② البدایة والنهایه ج۶/ص ۱۲۵

میں اس سے روایت بیان کی ہے (اور یہ یاد رہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب میں ضعیف راوی سے بھی روایت نقل کرتے ہیں۔ ندوی) امام ابو حاتم رازی اس کی حدیث واہی اور کمزور ہے۔ امام ابن حبان نے اسے ثقات میں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ (ربما اخطاء) بسا اوقات وہ خطا کرتا ہے' دیگر یہ روایت ان سے ابن عقدہ بیان کرتا ہے جس کے بارے میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا متن سابقہ روایت (کہ یہ واقعہ خیبر میں پیش آیا) کے خلاف ہے اور اس قسم کا تفاوت اور اختلاف حدیث کے ضعیف اور واہی ہونے کا باعث ہوتا ہے۔[1]

محمد بن عمر (قاضی جعابی' علی بن عباس بن ولید' عبادہ یعقوب رواجنی' علی بن ہاشم' صباح' عبداللہ بن حسن ابو جعفر' حسین رضی اللہ عنہ' فاطمہ) اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کا بیان ہے کہ حضرت علی غنیمت کی تقسیم میں اس قدر مصروف رہے کہ سورج غروب ہو گیا یا غروب ہونے کے قریب تھا' رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا عصر کی نماز نہیں پڑھی؟ عرض کیا جی نہیں' آپ نے دعا فرمائی سورج واپس پلٹ آیا' حضرت علی نے نماز پڑھ لی تو سورج غروب ہونے کی آواز آئی جیسے لوہے میں آرہ چلنے کی۔[2]

تبصرہ:

محمد بن عمر جعابی رقیق الدین ہے دِیْوَانُ الضُّعَفَاوَالْمَتْرُوْكِيْنَ لِلذَّهَبِيِّ عبادہ بن یعقوب رواجنی م ۲۵۰ھ غالی شیعہ ہے' سلف کو سب وشتم کرتا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے۔ اپنے مذہب کا داعی ہے اور مشاہیر سے منکر روایت بیان کرتا ہے لہٰذا محدثین کے نزدیک نا قابل اعتبار اور متروک ہے۔[3]

علی بن ہاشم کے بارے آپ پڑھ چکے ہیں۔ صباح یہاں ولدیت کے بغیر بیان ہے'

---

① البدایة و النهایه ج ٦ ص ١٢٤

② البدایة و النهایه ج ٦ ص ١٢٤

③ تهذیب التهذیب ج ٥ ص ١٠٩

⑨ حسن شاذان فضلی نے ایک رسالہ میں صباح بن یحییٰ لکھا ہے' الفوائد المجموعہ للشوکانی ص ۲۵۵ الضُّعفا والمتروکین للذہبی رقم ۱۹۴۷ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فیہ نظر اور قابل اعتراض کہا اور حافظ ابن تیمیہ نے منہاج (ج ۴ ص ۱۹۲) پر صباح کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ دیگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بارے فاطمہ خواہ وہ ان کی ہمشیر ہو یا بیٹی سے زیادہ باخبر ہوتے اور یہ واقعہ اگر صحیح ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرامؓ اور اسماءؓ سے براہ راست بیان کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مال غنیمت کی تقسیم میں مصروف رہے اور نماز فوت ہوگئی کوئی بھی تقسیم غنیمت کی خاطر نماز کے قضا کرنے کا قائل نہیں گو مکحول' اوزاعی اور انس بن مالک وغیرہ صحابہ کرامؓ کا مسلک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جنگ و جہاد کے سلسلہ میں نماز کو موخر کرنے کا بیان کیا ہے اور غزوہ خندق کے قصہ سے استشہاد پیش کیا ہے۔ اور بنی قریظہ کے محاصرہ کے وقت آپ کا فرمان نقل کیا ہے کہ وہیں جا کر عصر پڑھیں۔ اور بعض اہل علم کا مسلک ہے کہ نماز کو تاخیر سے پڑھنا نماز خوف سے منسوخ ہو چکا ہے۔

غرضیکہ کوئی صاحب علم بھی مال غنیمت کی تقسیم کے عذر کی خاطر نماز کو موخر کرنے کے جواز کا قائل نہیں طرہ یہ کہ یہ تاخیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ جو اَلصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی (۲/۲۳۸) سے نماز عصر کے قائل ہیں۔ ان راویوں کے مطابق اگر نماز عصر کا دانستہ مؤخر کرنا اور رسول اللہ ﷺ کا کوئی تنبیہ نہ کرنا ثابت ہو جائے تو یہ واقعہ تاخیر نماز کے جواز پر بہترین دلیل ہوگا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل سے بھی قوی' کیونکہ یہ غزوہ خیبر ۷ھ کا واقعہ ہے اور نماز خوف قبل ازیں مشروع ہے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نسیان کا شکار ہوگئے اور نماز قضا ہوگئی تو آپؓ معذور ہیں۔

۔ رَدِّ شمس کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ نماز کا جائز وقت غروب کے بعد ہی تھا کہ نماز کا وہی وقت ہے (جب یاد آئے) یہ سب توجیہات حدیث شمس کے ضعف پر قوی دلائل ہیں۔ اگر اسے کسی اور واقعہ پر محمول کیا جائے تو سورج کے بار بار لوٹنے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اس کے علاوہ یہ ردشمس کا واقعہ کسی مشہور اور معتبر کتاب میں منقول نہیں صرف یہی راوی یہ قصہ بیان کرتے ہیں جن میں بعض مجہول اور گمنام ہیں اور بعض متروک اور متہم ہیں۔[1]

(۷) علامہ حسکمانی ابن عقدہ (یحییٰ بن زکریا' یعقوب بن سعید) عمرو بن ثابت سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے ردشمس والی حدیث کی بابت دریافت کیا تو کہا وہ صحیح ہے' میں نے کہا قربان جاؤں بالکل آپ نے سچ کہا ہے لیکن میں آپ سے اس روایت کا سماع چاہتا ہوں تو آپ نے اپنے والد حسن کی معرفت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز با جماعت پڑھنے کی خاطر آئے اور اتفاق سے رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے تھے اور آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر آپ ﷺ کو سینے سے لگا لیا وحی سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ آپ نے کہا جی نہیں! آپ ﷺ کو ٹیک لگائے بیٹھا رہا اور سورج غروب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دعا کی الٰہی! علی رضی اللہ عنہ تیری طاعت میں مصروف تھا سورج کو اس کی خاطر لوٹا دے۔ بقول حضرت اسماءؓ سورج لوٹ آیا اور عصر کی نماز کے وقت کے موافق ہو گیا اور لوٹنے کی گڑگڑاہٹ چکی کی آواز جیسی تھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو تاریکی چھا گئی اور آسمان پر ستارے نمودار ہو گئے۔ یہ روایت سند اور متن دونوں لحاظ سے غلط اور منکر ہے اور دیگر مضامین حدیث کے خلاف اور متضاد ہے۔[2]

عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہما:

بن ہرمز کوفی مولیٰ بکر بن وائل' عمرو بن ابی المقدام حداد کے نام سے بھی معروف ہے۔ یہ متعدد تابعین سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابوداؤد طیالسی اور ابوالولید طیالسی

(۱) البدایة والنهایه ج۶/ص ۱۲۶

(۲) البدایة والنهایه ج۶/ص ۱۲۶

روایت کرتے ہیں اور یہی عمرو ہی اس روایت کے وضع یا سرقہ کا مرتکب ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو متروک کہا ہے اور فرمایا کہ اس سے کوئی روایت نقل نہ کرو کہ وہ اسلاف کرام کو سب وشتم کرتا تھا نیز آپ نے اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی۔ عبداللہ بن مہدی نے بھی اس کو متروک کہا ہے۔

ابو معین اور امام نسائی کا فرمان ہے کہ وہ غیر ثقہ اور نا قابل اعتبار ہے اور اس کی روایت تحریر کے قابل نہیں اور امام نسائی' ابو حاتم اور ابوزرعہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ بقول ابو حاتم غالی شیعہ اور بدطینت تھا۔ اس سے روایت نہ کی جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں محدثین کے نزدیک وہ قوی اور معتبر نہیں۔ ابوداؤد طیالسی فرماتے ہیں یہ شریر' خبیث' رافضی اور بدترین انسان تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو میں نے اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی کیونکہ اس کا اعتقاد تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد پانچ صحابہ کرامؓ کے علاوہ سب مرتد کافر ہو گئے تھے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ مشاہیر حفاظ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور اس کی حدیث پر وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اس لئے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ اور ان کے والد گرامی حسن اس موضوع روایت کے بیان سے کوسوں دور ہیں۔ اس کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی مگر تہذیب ج ۸ ص ۹ پر ہے کہ اس کی وفات ۱۷۲ھ میں ہوئی۔[1]

(۸) علامہ حسکمانی نے (عقیل بن حسن سکری' ابو محمد صالح بن فتح نسائی' احمد بن عمر بن حوصا' ابراہیم بن سعید جوہری' یحیٰی بن یزید بن عبدالمالک نوفلی' یزید نوفلی' داؤد بن فراہیج وعمارہ بن برد) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رد شمس والی روایت نقل کی ہے۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت موضوعات میں ابن مردویہ کی سند سے بیان کی ہے۔ یہ سند رکیک و تاریک ہے۔ یحیٰی بن یزید' یزید بن عبدالمالک نوفلی اور داؤد بن فراہیج سب کے سب

---

(۱) البدایة والنهایه ج ٦ ص ١٢٧

ضعیف ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی داؤد کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس روایت کا خود ساختہ اور موضوع ہونا بالکل واضح ہے یا ممکن ہے کسی راوی سے نادانستہ غلطی ہوگئی ہو واللہ اعلم [1]

(۹) محمد بن اسماعیل جرجانی عمر بن علی بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کا سر مبارک علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا اور سورج غروب ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا علی رضی اللہ عنہ! نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ کی تکلیف کے مدنظر سر مبارک کو سرکانا گوارہ نہ کیا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی! دعا کرو کہ سورج واپس کر دیا جائے تو علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ ﷺ دعا کیجئے میں آمین کہتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی یارب! (اِنَّ عَلِیًّا فِیْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ نَبِیِّكَ فَارْدُدْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سورج پلٹنے کی آواز چرخی کی طرح سنی اور وہ بالکل سپید اور صاف شفاف تھا۔ یہ سند اور مضمون روایت دونوں ناقابل اعتبار اور منکر ہیں اور سابقہ مضمون حدیث کے متضاد اور برعکس ہے۔ [2]

ان وجوہ سے واضح ہوتا ہی کہ یہ حدیث خانہ ساز' موضوع اور خود ساختہ ہے اور روافض کی کارستانی ہے اگر یہ واقعی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہوتی تو حدیث خوارج اور قصہ مخدج کی طرح صحابہ کرامؓ آپ سے ضرور بیان کرتے۔

(۱۰) ابوالعباس فرغانی (ابوالفضل شیبانی' رجاء بن یحییٰ سامانی' ہارون بن سعد ان سامرامین در ۲۴۰ھ عبداللہ بن عمرو بن اشعث داؤد بن کمیت یا عن عمہ مستہل بن زید بن سلب زید بن سلب) جویریہ بنت شہر نے کہا میں ایک سفر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھی۔

---

(۱) البدایة و النهایه ج ٦/ص ١٢٧

(۲) البدایة و النهایه ج ٦/ص ١٢٧

آپ نے فرمایا جویریہ! رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک میری آغوش میں تھا حسب سابق مضمون حدیث بیان کیا۔ اس سند کے راویوں کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ اکثر ان میں سے غیر معروف اور مجہول ہیں۔ بظاہر یہ روایت کسی رافضی کی شرارت ہے۔ جعلی اور موضوع ہے۔ اللہ ان کا برا کرے اور رسول اللہ ﷺ پر افترا کرنے والے پر لعنت کرے اور اس سزا اور پاداش سے ہمکنار کرے جس کی اس نے وعید سنائی ہے کہ جو شخص دانستہ مجھ پر افتراء کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یہ بات ہر صاحب علم و دانش کے لیے ناقابل یقین ہے کہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہو۔ اس میں آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت مذکور ہو اور آنحضور ﷺ کا عظیم معجزہ بیان ہو اور ایسی ناگفتہ بہ سند اور مجہول راویوں سے مروی ہو جن کا دنیا میں موجود بھی مشکوک ہو۔ پھر طرفہ یہ کہ وہ ایک مجہول اور غیر معروف خاتون سے مروی ہو۔ فرمایئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پختہ مزاج اور ثقہ تلمیذان گرامی عبیدہ سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ' قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ اور عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ ایسے صاحب علم و فضل کہاں غائب تھے؟ اس کے علاوہ امام مالک وغیرہ اور ائمہ صحاح ستہ' اصحاب مسانید و سنن اور مولفین صحاح وحسان کا اس حدیث کو نظر انداز کرنا اور اپنی تالیفات میں نہ بیان کرنا ہی اس حدیث کے موضوع اور جعلی ہونے کی اہم دلیل ہے۔

غور فرمایئے امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ صاحب مستدرک شیعیت کی طرف مائل سمجھے جاتے ہیں اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خصائص علی کے نام سے ایک مستقل تصنیف موجود ہے' بایں ہمہ انہوں نے یہ حدیث بیان نہیں کی اور جس نے بیان کی ہے۔ اس نے صرف بر سبیل تعجب و حیرت بیان کی ہے۔ سنئے ایک واقعہ روز روشن میں نمودار ہوتا ہے اور ہر ایک کا چشم دید ہوتا ہے پھر اس کا ضعیف اور کمزور سند۔ سے بیان ہونا اور مجہول راویوں سے نقل ہونا اس کے جعلی اور مصنوعی ہونے کا بین ثبوت ہے۔

ان سب ضعیف اور موضوع روایات میں سے پہلی روایت کی سند نسبتاً عمدہ ہے

جو ہم بیان کر چکے ہیں اسی وجہ سے احمد بن صالح مصری م ۲۴۸ھ دھوکے میں آ گئے اور اس کی صحت وثبوت کی طرف مائل ہو گئے۔ مشکل الآثار از علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ[1]

میں احمد بن صالح مصری کا مقولہ علی بن عبدالرحمٰن کی معرفت منقول ہے کہ حدیث رد شمس ہر طالب علم اور علم پرور کو حفظ یاد ہونی چاہیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا معجزہ اور علامت ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس کی صحت کی طرف میلان اور رجحان منقول ہے۔ ابوالقاسم حسکمانی صاحب رسالہ نے ابوعبداللہ بصری معتزلی سے یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ غروب ہونے کے بعد سورج پلٹنے کا بیان پختہ اور یقینی ہے۔ گو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت ہے مگر دراصل یہ نبوت کا اعجاز اور علامت بھی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس حدیث کو مسلسل اور متواتر نقل کرنا چاہیے۔ یہ حدیث صحیح اسناد سے منقول ہوتی تو یہ بات لائق صد توجہ تھی مگر یہ صحیح طریق سے منقول نہیں تو واضح ہوا کہ دراصل یہ حدیث درست نہیں' واللہ اعلم۔ ہر دور میں ائمہ اسلام نے اس روایت کی صحت کو چیلنج کیا ہے اور اس کا اعلانیہ انکار کیا ہے (جیسے کہ ہم گزشتہ اوراق میں بہ تفصیل بیان کر چکے ہیں) مثلاً شیخ محمد بن عبید طنافسی اور علی بن عبید طنافسی' ابراہیم بن یعقوب جوزجانی خطیب دمشق ابوبکر محمد بن حاتم عرف ابن زنجویہ بخاری' حافظ ابن عساکر' امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

حافظ ابوالحجاج' مزی اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو شدومد سے موضوع کہا ہے امام حاکم' قاضی القضاۃ ابوالحسن محمد بن صالح ہاشمی' عبداللہ بن حسین بن موسیٰ' عبداللہ بن علی بن مدینی' علی بن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ پانچ حدیثیں بالکل بے بنیاد اور باطل ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے قطعاً منقول نہیں۔ وہ یہ ہیں۔

۱......اگر سائل سچا ہو تو اسے محروم لوٹانے والا فلاح نہیں پاتا۔

۲......صرف آنکھ کا درد ہی تکلیف دہ ہوتا ہے' قرضے کا فکر وغم ہی مہلک ہوتا ہے۔

---

[1] ۰۳۳۹/۹۳۱-۲۲۹

(۳)......سورج حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاطر پلٹنا۔

(۴)......اللہ تعالیٰ مجھے دوسو سال سے زیادہ زیر زمین مدفون نہیں رکھے گا۔

(۵)......سینگی لگانے والا اور لگوانے والا دونوں کا روزہ فاسد ہوگیا کہ وہ غیبت کررہے تھے۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان گو حدیث رد شمس کی طرف واضح ہے مگر وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث رد شمس کا انکار اور اس کے راویوں کا تمسخر اڑانا نقل کرتے ہیں۔

ابوالعباس بن عقدہ (جعفر بن محمد بن عمر، سلیمان بن عباد) بشار بن دراع سے بیان کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن نعمان سے پوچھا حدیث رَدِ شمس تم کن راویوں سے نقل کرتے ہو تو اسنے جواب دیا جن سے تم ''ساریۃ الجبل'' نقل نہیں کرتے۔

سنئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے باشندے ہیں، جلیل القدر امام ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی محبت وعقیدت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ وہ بایں ہمہ اس روایت کے راوی کو منکر اور ناپسند سمجھتے ہیں۔ باقی رہا محمد بن نعمان کا جواب تو یہ کوئی معقول جواب نہیں بلکہ یہ محض بے کار معارضہ اور کٹ حجتی ہے۔ کجا یہ سند اور متن جو دونوں موضوع اور جعلی ہیں اور کجا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مکاشفہ اور رسول اللہ ﷺ کا ان کو محدث کہنا۔[2] (البدایۃ والنہایہ ج۶/ص۱۲۹)

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یاد رہے کہ یوشع علیہ السلام کیلئے سورج واپس نہیں لوٹا تھا بلکہ اس کی طبعی رفتار ذرا دھیمی ہوگئی تھی۔

---

(۱) البدایۃ والنہایہ ج۶/ص۱۲۸۔۱۲۹

نوٹ:

ابو بشر دولابی کی الذریۃ الطاہرۃ میں جو روایت حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ دراصل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے' واللہ اعلم

منہاج الکرامہ فی اثبات الامامہ ص ۱۱۵ پر' جس کا رد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنہ کے نام سے لکھا ہے ابن مطہر حلی م ۷۷۶ھ رقم طراز ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دو مرتبہ سورج واپس لوٹا (ایک رفقا کے ہمراہ نماز عصر ادا کی اور اکثر لوگ نماز میں شامل نہ ہو سکے تو انہوں نے نماز باجماعت کا مطالبہ کیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی اور سورج پلٹ آیا اور ان کو نماز پڑھائی اس واقعہ کو حمیری نے نظم کیا ہے۔

رُدَّتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ لَمَّا فَاتَهُ
وَقْتُ الصَّلَاةِ وَقَدْ دَنَتْ لِلْمَغْرِبِ
حَتّٰى تَبَلَّجَ نُوْرُهَا فِيْ وَقْتِهَا
لِلْعَصْرِ ثُمَّ هَوَتْ هَوِيَّ الْكَوْكَبِ
وَعَلَيْهِ قَدْ رُدَّتْ بِبَابِلَ مَرَّةً
أُخْرٰى وَمَا رُدَّتْ لِخَلْقٍ مُقَرَّبِ

(جب نماز عصر کا وقت فوت ہو گیا اور سورج کے قریب ہو گیا تو وہ آپؓ کیلئے واپس لوٹا دیا گیا۔ وقت عصر کے موافق اس کی چمک دمک ہو گئی' بعد ازاں پھر غروب ہو گیا۔ اور دوسری بار بابل میں واپس لوٹایا گیا اور کسی بھی مقرب انسان کیلئے نہیں لوٹایا گیا)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و فضیلت اور علو قدر و منزلت بہترین اسناد سے مروی ہے جو یقین اور اذعان کا باعث ہے' اس قسم کی موضوع اور غیر مصدقہ روایات سے ان کی فضیلت ثابت کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔[1]

---

(1) منہاج السنة ۱۶۵/۸

امام ابوجعفر طحاوی اور قاضی عیاض وغیرہ نے ردشمس والی روایت کا ذکر کیا ہے اور اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا ہے۔ منہاج السنہ ج ۴ ص ۱۸۵ پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے تمام طرق بیان کر کے ان کی خوب تردید کی ہے اور ابوالقاسم حسکمانی کی ہر بات کا جواب باصواب دیا ہے بحمد اللہ ہم نے یہاں البدایہ میں یہ تفصیل بیان کر دیا ہے اور مزید بھی۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احمد بن صالح مصری نے حدیث ردشمس کو اس وجہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ ان کو سند میں دھوکہ ہوگیا ہے اور چکمے میں آ گئے۔ اور امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کو اہل تحقیق حفاظ حدیث کی طرح سند میں مہارت تامہ نہیں ہے۔ قطعی اور یقینی بات صرف یہی ہے کہ یہ کذب وافتراء کا پلندہ ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مطہر نے جو حدیث جابر پیش کی ہے وہ غریب ہے اور اس کی سند بھی بیان نہیں کی۔ نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ردشمس کی دعا خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی جو دیگر احادیث کے منافی ہے۔ رہا قصہ بابل یہ بھی بے سند ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی زندیق شیعہ کا وضع کردہ ہے۔ کیونکہ غزوہ خندق میں ایک روز سورج غروب ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم (جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے) نماز عصر نہ پڑھ سکے، چنانچہ سب نے وادی بطحان میں وضو کیا اور سورج غروب ہونے کے بعد نماز ادا کی۔ اسی طرح بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مہم میں بنی قریظہ کی طرف گئے۔ ان کی نماز عصر فوت ہوگئی اور ان کی خاطر بھی سورج واپس نہیں کیا گیا۔

غزوہ خیبر سے واپسی کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طلوع شمس کے بعد جاگ آئی۔ سب نے دن چڑھے نماز پڑھی اور رات نہیں لوٹائی گئی، پس جو فضیلت اور منقبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عطا نہیں فرمائی گئی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی عطا نہیں ہوئی۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ مشہور ہے جو سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ آپ بابل کے علاقہ میں گئے عصر کا وقت ہوگیا تو اسے عبور کرنے کے

بعد نماز پڑھی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارض بابل میں نماز پڑھنے سے منع کیا تھا کہ وہ ملعون ہے۔ باقی رہے حمیری کے اشعار تو وہ بالکل نا قابل حجت ہیں بلکہ ابن مطہر حلی کی نثر کی طرح ہذیان اور نا معقول ہیں بلکہ حقیقت سے بعید ہیں۔

اِنْ کُنْتُ اَدْرِیْ فَعَلَیَّ بَدَنَۃٌ

مِنْ کَثْرَۃِ التَّخْلِیْطِ اِنِّی مَنْ اَنَّہٗ

الملل والنحل میں حافظ ابن حزم نے رد شمس کے دعوے کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا ہے کہ آسمان پر چڑھنا' ملائکہ سے بات کرنا' ارنڈ سے انگور اور کھجور توڑنا وغیرہ امور کے کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے اور روافض کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے دو دفعہ رد شمس کے دعویٰ میں ذرا برابر فرق نہیں۔ جسے بقول ان کے حبیب بن اوس نے نظم کیا ہے اور نظم پر رقت اور پژمردگی کے آثار نمایاں ہیں۔

فَرُدَّتْ عَلَیْنَا الشَّمْسُ وَاللَّیْلُ رَاغِمٌ

بِشَمْسٍ لَّھُمْ مِنْ جَانِبِ الْخِدْرِ تَطْلَعُ

نَضَا ضُوْءُ ھَا صِبْغَ الدَّجْنَۃِ وَانْطَوٰی

لِبَھْجَتِھَا نُوْرَ السَّمَاءِ الْمُرَجَّعُ

فَوَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ عَلِیٌّ بَدَا لَنَا فَرُدَّتْ

لَہٗ اَمْ کَانَ فِی الْقَوْمِ یُوْشَعُ

[1]

(رات کے برعکس ہم پر سورج لوٹایا گیا جو ان کی خاطر ایک پردہ سے طلوع ہو رہا ہے۔ اس کی روشنی نے رات کی تاریکی کو بدل دیا اور اس کی تر و تازگی کے باعث آسمان کی روشنی دوبالا ہے۔ خدا کی قسم! معلوم نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہور پذیر ہیں جن کی خاطر سورج لوٹایا گیا ہے یا قوم میں یوشع علیہ السلام موجود ہیں)

[1] کذافی الملل و النحل لابن حزم ج ۱/ص ۱۴

بارش سے متعلق معجزات

نبی علیہ السلام کا قول اور امت کے لئے بارش کی دعا کرنا اور فوراً قبول ہونا کہ منبر سے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ ریش مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور اسی طرح بارش کے تھم جانے کی دعا وغیرہ کا بیان:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابوطالب عم رسول اللہ ﷺ کا یہ شعر سنا

فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ عَلِیٌّ بَدَا النَّافَرُدَّتْ
لَـهٗ اَمْ کَـانَ فِـی الْـقَـوْمِ یُـوْشَـعْ

(سپید چہرہ جس کی بدولت ابر باراں طلب کیا جاتا ہے، یتیموں کا جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ اور سہارا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ استقاء کی دعا کرتے تو مجھے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر شاعر کا یہ شعر یاد آ جاتا اور آپ کے منبر سے اترنے سے قبل بارش شروع ہو جاتی اور پرنالے زور شور سے بہنے لگتے۔

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثَـمَـالُ الْیَـتَـامٰـی عِـصْـمَـةٌ لِلْاَرَامِلِ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس معلق روایت کو امام ابن ماجہ نے سنن میں پوری سند سے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو باب مَاجَآءَنِیْ فِی الدُّعَاءِ فِی الْاِسْتِسْقَاءِ

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کا بیان ہے کہ ایک شخص جمعہ کے روز منبر رسول ﷺ کے سامنے والے دروازے سے مسجد نبوی میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ فرما رہے تھے، اس نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!

---

(1) رواہ البخاری صحیحہ فی السقاء

مویشی ہلاک ہو چکے ہیں' قحط کی وجہ سے راستے بند ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے باران رحمت کی دعا فرمایئے۔ آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور تین بار کہا اللھم اسقنا (الٰہی! بارش برسا) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آسمان بالکل صاف تھا' کوئی بادل نہ تھا' اس وقت ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی آبادی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے چھوٹا سا بادل نمودار ہوا پھر آسمان کے وسط میں آ کر پھیل گیا اور خوب برسا۔ ہم نے مسلسل چھ روز دھوپ نہیں دیکھی پھر آئندہ جمعہ وہی شخص یا کوئی اور اسی دروازے سے داخل ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ فرما رہے تھے اور اس نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بارش کی وجہ سے مویشی مر گئے (مکانات گر گئے) راستے بند ہو گئے' دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ بارش روک لے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالْجِبَالِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ

الٰہی! ہمارے گرد و نواح برسا' ہم پر نہ برسا' الٰہی! ٹیلوں پر پہاڑوں پر نباتات کے اگنے کے مقامات پر'

بادل فوراً چھٹ گئے' سورج چمک اٹھا اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شریک نے دریافت کیا کہ پہلے سائل نے ہی دوسرے جمعہ میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مجھے معلوم نہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

یہی واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے شریک بن عبداللہ بن ابی عمر کے علاوہ قتادہ بن دعامہ' عبداللہ بن ابی طلحہ' یحییٰ بن سعید' ثبت' حمید اور عبدالعزیز صہیب بھی بیان کرتے ہیں۔ الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل ہے اور منظر کشی میں بھی کچھ تفاوت ہے۔ اور مسند احمد میں یہ ابن ابی عبدی' حمید' انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تلاثی سند سے بیان ہے جو مسلم اور بخاری کی شرط کی حامل ہے۔ امام بیہقی' مسلم ملائی کے واسطہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے

---

[1] رواہ البخاری فی صحیحہ فی الاستقاء

بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے قحط سالی کا شکوہ کیا ہے اور یہ اشعار پڑھے:

اَتَیْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ یَدْمِیْ لُبَانُهَا
وَقَدْشُغِلَتْ اُمُّ الصَّبِیِّ عَنِ الطِّفْلِ
وَاَلْقٰی بِکَفَّیْهِ الْفَتٰی لِاِسْتِکَانَةٍ
مِنَ الْجُوْعِ ضُعْفًا قَائِمٌ وَهُوَ لَایُخْلِیْ
وَلَاشَیْءٌ مِمَّا یَاکُلُ النَّاسُ عِنْدَنَا
سِوَی الْحَنْظَلِ الْعَامِیِّ وَالْعِلْهِزُ الْفَسْلِ
وَلَیْسَ لَنَا اِلَّااِلَیْكَ فِرَارُنَا
وَاَیْنَ فِرَارَ النَّاسِ اِلَّااِلَی الرُّسُلِ

(ہم آپ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوئے ہیں کہ کنواری لڑکی کا دل بھی گھائل ہے اور بچے والی بھی اپنے بچے کو دودھ پلانے سے بیزار ہے۔ اور نوا جوان نے بھوک کی وجہ سے ہتھیلیاں ڈال دی ہیں اور وہ اس میں تنہا نہیں۔ ہمارے کھانے کو کچھ نہیں ماسوائے قحط سالی کے اندرائن کے اور خراب خون کے۔ آپ کی خدمت میں ہی ہمارا حاضر ہونا ہے بتائیے لوگ رسولوں کے علاوہ کس کے پاس جائیں)[1]

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ حمد و ثنا کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ''الٰہی ضرورت کے موافق فوراً بارش برسا خوشگوار اور خوب اگانے والی موسلا دھار دور دراز تک جلدی ہو دیر نہ ہو' مفید ہو نقصان دہ نہ ہو جس سے حیوانوں کے تھن بھر جائیں کھیتی خوب ہو مردہ زمین زندہ ہو''

واللہ! رسول اللہ ﷺ نے دعا سے ہاتھ نہیں ہٹائے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور لوگ چلاتے آئے یا رسول اللہ ﷺ الغرق' الغرق سیلاب آ گیا' طوفان آ گیا' آپ نے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی:

---

(۱) دلائل النبوة بیهقی ج٦/ص ٤١

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا الٰہی ! بارش ہمارے گردونواح ہو، ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل فوراً چھٹ گئے اور تاج کی طرح مدینہ منورہ کا مطلع صاف ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کھل کھلا کر ہنسے اور فرمایا ابوطالب زندہ ہوتے تو ان کو خوب راحت ہوتی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی۔ تم میں سے کون ان کا کلام پیش کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ
یَلُوْذُ بِہِ الْھُلَّاکُ مِنْ آلِ ھَاشِمٍ
فَھُمْ عِنْدَہٗ فِیْ نِعْمَۃٍ وَفَوَاضِلٗ
کَذَبْتُمْ وَبَیْتُ اللّٰہِ یُبْزٰی مُحَمَّدٌ
وَلَمَّا نُقَاتِلُ دُوْنَہٗ وَنُنَاضِلُ
وَنُسْلِمُہٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَہٗ
وَنَذْھَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلَ

(سپید چہرہ جس کی بدولت ابر باراں طلب کیا جاتا ہے، یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ اور سہارا ہے۔ کمزور و ناتواں ہاشمی اس کی پناہ لیتے ہیں وہ ان کے پاس خوب انعام و اکرام سے بہرہ مند ہیں۔ بیت اللہ کی قسم تم جھوٹے ہو کیا محمد ﷺ تمہاری گرفت میں آ جائیں گے؟ اور ابھی ہم نے حفاظت کی خاطر نہ برچھے چلائے نہ تیر چلائے۔ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے قتل و غارت سے قبل ہم ان کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے) پھر ایک بنی کنانہ کے شاعر نے یہ کلام پیش کیا

لَکَ الْحَمْدُ وَالْحَمْدُ مِمَّنْ شَکَرَ
سُقِیْنَا بِوَجْہِ النَّبِیِّ الْمَطَر
دَعَا اللّٰہَ خَالِقَہٗ دَعْوَۃً
اِلَیْہِ وَاَشْخَصَ مِنْہُ الْبَصَرُ

فَلَمْ یَكُ اِلَّا كَلَفِّ الرِّدَاءِ
وَاَسْرَاعَ حَتّٰی رَاَیْنَا الدِّرَرَ
رِقَاقَ الْعَوَالِیْ عَمَّ الْبِقَاعَ
اَغَاثَ بِهِ اللّٰهُ عَیْنًا مُضَرَ

(تیری حمد وثنا اور یہ حمد ہے ایک شکر گزار کی، نبی اکرم کے رخ انور کی بدولت باراں رحمت ہوا۔ اس نے اپنے خالق کو پکارا اور اس کی طرف نگاہ لگ گئی۔ چادر کے تہہ کرنے کے مانند بلکہ اس سے بھی جلد بارش شروع ہوگئی اور ہم نے بارش دیکھی۔ اوتاڑ کی نرم زمین پر پائی جو سب علاقہ پر محیط تھی اللہ تعالیٰ نے مضر قوم کی مدد فرمائی)

وَكَانَ كَمَا قَالَهٗ عَمُّهٗ
اَبُوْ طَالِبٍ اَبْیَضُ ذُوْ غُرَرٍ
بِهِ اللّٰهُ یَسْقِیْ بِصَوْبِ الْغَمَامِ
وَهٰذَا الْعَیَانُ كَذَاكَ الْخَبَرُ
فَمَنْ یُّشْكُرِ اللّٰهَ یَلْقَى الْمَزِیْدُ
وَمَنْ یَّكْفُرِ اللّٰهَ یَلْقَى الْغِیَرَ

(اور یہ اسی طرح ہوا جیسے ان کے چچا ابو طالب نے کہا تھا کہ سپید روشن چہرہ ہے۔ جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی یہ چشم دید ہے اور اس طرح شنید ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہو وہ مزید انعام کا مستحق ہوتا ہے اور جو ناشکری کرے وہ آفتوں میں پڑے گا)

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر اسکی تعریف فرمائی اور کلمہ تحسین کہا۔[1]

اس روایت میں غرابت اور عجوبہ پن ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایات کے مشابہ نہیں، بالفرض اگر یہ قصہ صحیح ہو تو یہ اور واقعہ ہوگا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابو رجزہ یزید بن عبید سلمی بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے جب آنحضرت ﷺ واپس ہوئے تو آپ ﷺ

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ٦ ص ١٤١۔١٤٢

کی خدمت میں بنی فزارہ کا ایک مسلمان وفد حاضر ہوا۔ جس میں خارجہ بن حصین اور عیینہ بن حصن کا برادر زادہ حر بن قیس تھا وہ رملہ بن حارث انصاریہ کے احاطے میں فروکش ہوئے ان کی سواریاں نہایت لاغر اور کمزور تھیں اور وہ قحط سالی سے دوچار تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاقہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا ہمارا علاقہ خشک سالی کا شکار ہے۔ اہل وعیال بدحال ہے مال مویشی تباہ ہے دعا فرمایئے ہماری رب کے پاس سفارش کیجئے اور اللہ تعالیٰ آپ سے سفارش کرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! ہاں میں نے تو اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کی مگر اللہ تعالیٰ کس سے سفارش کرے اس کے بغیر تو کوئی کارساز نہیں اس کی کرسی سلطنت تو ارض وسماسے بھی وسیع ہے اور وہ اس کی عظمت وہیبت سے نئے پلان کی طرح چرچرا رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی تنگ دستی اور عنقریب فریادرسی پر مسکراتا ہے۔ یہ سن کر اعرابی نے عرض کیا کیا ہمارا پروردگار مسکراتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بالکل تو پھر اعرابی نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم ہنس مکھ خدا کی خیر وبرکت سے محروم نہ رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ اس کی بات سن کر مسکرائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر کچھ کلمات کہے اور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور اس قدر ہاتھ بلند کئے کہ بغلوں کی سپیدی نظر آئی اور آپ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِ بَلَدَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ
اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مُرِيْعًا طَبَقًا وَاسِعًا عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ نَافِعًا
غَيْرَ ضَارٍّ اَللّٰهُمَّ سُقْيَا رَحْمَةٍ وَلَا سُقْيَا عَذَابٍ وَلَا هَدْمٍ وَلَا غَرَقٍ وَلَا مَحْقٍ
اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَانْصُرْنَا عَلَى الْاَعْدَاءِ۔

یہ دعا سن کر ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کھجور سکھانے کیلئے باہر کھلی جگہ میں پڑی ہے'' آپ ﷺ نے پھر باران رحمت کی دعا کی اور ابولبابہ

نے سہ بار یہ جملہ کہا اور آپ ﷺ نے بھی اس طرح دعا کی۔ آخرکار آپ نے فرمایا خدایا! اس قدر بارش برسا کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ قمیص اتار کر خود اپنے کھلیان کا سوراخ اپنی ازار سے بند کرے۔ واللہ! آسمان بالکل صاف تھا' ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا اس زمانہ میں مسجد نبوی اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی آبادی نہ تھی۔

سلع پہاڑ کے درے سے معمولی سا بادل نمودار ہوا۔ آسمان کے وسط میں آ کر پھیل گیا اور خوب برسا۔ مسلسل چھ روز بارش ہوتی رہی اور سورج نظر نہ آیا۔ اور ابولبابہ نے قمیص اتار کر اپنے کھلیان کا سوراخ بند کیا کہ سوراخ سے کھجور باہر نہ بہہ جائے۔ پھر ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہو گئے ہیں' سب راستے سیلاب سے بند ہو گئے ہیں' تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اس قدر ہاتھ بلند کئے کہ بغلوں کی سپیدی نظر آئی اور دعا کی' الٰہی ہمارے گردونواح بارش برسا' الٰہی! ٹیلوں' پہاڑوں اور وادیوں میں باران رحمت نازل فرما۔ تو فوراً کپڑے کی شگاف کی طرح بادل چھٹ گئے۔[1]

یہ مضمون حدیث مسلم ملائی کی سابقہ روایت سے مشابہ ہے اور کچھ حصہ سنن ابوداؤد اور ابورزین عقیلی کی روایت کے موافق ہے۔

دلائل میں امام بیہقی نے آٹھ واسطوں سے ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ بروز جمعہ رسول اللہ ﷺ نے باران رحمت کی دعا فرمائی۔ الٰہی بارش برسا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا اور مطلع بالکل صاف تھا' تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ابھی تو کھجور کھلیان میں پڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر دعا فرمائی تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے پھر وہی عرض کیا کہ کھجور کا فصل باہر کھلیان میں پڑا ہے۔ آپ نے پھر دعا فرمائی الٰہی! اس قدر بارش برسا کہ ابولبابہ اپنے تہ بند سے کھلیان کے سوراخ بند کرے۔ چنانچہ خوب بارش ہوئی اور آپ ﷺ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ ابولبابہ کے پاس آئے' واللہ بارش نہ رکے گی جب تک کہ

---

(1) دلائل النبوۃ للبیہقی ٦/١٤٣۔١٤٤

تو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے قمیص اتار کر اپنے کھلیان کا سوراخ بند نہ کرے گا۔ چنانچہ ابولبابہ نے کھلیان کا سوراخ بند کیا اور بارش تھم گئی۔ یہ سند حسن ہے۔ بیہقی کے علاوہ اسے نہ امام احمد نے بیان کیا ہے اور نہ دیگر کتب کے مولفین نے' واللہ اعلم۔①

غزوہ تبوک کے دوران سفر بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ تبوک میں موسم شدید گرم تھا۔ ایک منزل میں حال یہ تھا کہ پیاس کے مارے دم نکلا جا رہا تھا اور اس قدر پیاس کی شدت تھی کہ اپنے پلان نظر نہیں آتے تھے اور اونٹ کو ذبح کر کر کے اس کے اوجھ کا گندہ پانی پینے پر مجبور تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرماتا ہے' دعا فرمایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا تمہاری خواہش ہے؟ عرض کیا جی ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور فوراً بارش آ گئی اور ہم نے سب برتن پانی سے بھر لیے پھر ہم نے ادھر ادھر جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ صرف اسلامی لشکر پر ہی بارش برسی ہے (رواہ البزار) (یہ سند بھی خوب قوی ہے) مگر کتب صحاح میں اس کی تخریج نہیں۔ بقول مورخ واقدی اس جنگ میں ۳۰ ہزار فوج تھی' بارہ ہزار گھوڑے اور بارہ ہزار شتر تھے' موسم سخت گرم تھا اس قدر بارش ہوئی کہ تمام تالاب اور نشیب وفراز پانی سے بھر گئے۔② یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایسے کئی واقعات پیش آئے جو صحیح احادیث میں بیان ہیں۔ گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ جب قریشی سخت مخالفت پر اتر آئے تو آپ نے بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسا قحط ڈالے جیسا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا' چنانچہ ان پر ایسا قحط پڑا کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں کتوں اور ان کے خون کے کھانے پر مجبور ہو گئے پھر آپ نے ابوسفیان کی خواہش پر دعا فرمائی اور بارش ہوئی۔

---

① دلائل النبوة للبیهقی ٦/١٤٣-١٤٤

② الطبقات الکبری لابن سعد ٢/١٦٦

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ قحط سالی سے دوچار ہوتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش کی دعا کرتے۔ الٰہی! ہم اپنے نبی کے ذریعہ سے تجھ سے بارش کی دعا مانگا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی معرفت بارش کی دعا مانگتے ہیں تو ہمیں برسات سے سیراب فرما چنانچہ اس دعا سے بارش برس جاتی ①

انگلیوں سے پانی کا فوارہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا مگر وضو کیلئے پانی ندارد' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وضو کے پانی کا برتن پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھا اور صحابہ کرامؓ کو وضو کرنے کو کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آنحضور ﷺ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی کا فوارہ نکلتا دیکھا' چنانچہ سب صحابہ کرامؓ نے وضو کیا۔ مسلم نسائی اور سنن ترمذی میں یہ روایت موجود ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ ②

۲......امام احمد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز کسی مہم میں مدینہ سے باہر تشریف لے گئے دوران سفر نماز کا وقت آ گیا ور وضو کے لیے پانی نہ تھا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وضو کا پانی نہیں ہے۔ بنابریں آپ ﷺ نے ان کے چہروں سے ناگواری محسوس کی پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک پیالہ میں معمولی سا پانی پیش کیا اور آپ نے اس سے وضو کرلیا اور بعد میں پیالہ پر اپنی انگلیاں پھیلا دیں اور فرمایا آؤ وضو کرو' چنانچہ سب حاضرین نے وضو کرلیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت ہوا وہ کتنے لوگ تھے فرمایا ستر یا اسی تھے۔ ③

---

① تفرد به البخاری رواه البخاری فی صحیحه فی الاستسقاء

② رواه مسلم فی الفضائل وفی الطهارة والنسائی فی سننه فی الطهارة ج ۱/ص ۶۰ والترمذی فی الجامع فی المناقب

③ رواه الامام احمد فی مسند احمد ج ۳/ص ۲۱۶

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حزم سے بواسطہ عبدالرحمٰن بن مبارک عنسی بیان کی ہے۔[1]

۳......امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں مسجد میں اذان ہوئی تو جن کے گھر قریب تھے وہ گھر سے وضو کر آئے اور دور دراز کے لوگ مسجد میں باقی رہ گئے' تو رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا پیالہ لایا گیا جس میں آپ ﷺ کی انگلیاں بھی نہ سما سکیں' آپ نے انگلیاں بند کر کے اس میں مٹھی ڈال دی اور باقی ماندہ سب صحابہؓ نے وضو کر لیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کی تعداد دریافت ہوئی تو فرمایا اسی یا کچھ زائد ہونگے۔[2]

۴......امام بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے یہی واقعہ نقل کیا ہے اس میں صرف اسی افراد بتاتے ہیں۔[3]

۵......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ "زوراء" مقام پر قیام پذیر تھے (اور وہاں پانی موجود نہ تھا) چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں چھوٹا سا برتن پیش کیا گیا جس میں انگلیاں بھی سما نہ سکتی تھیں۔ آپ ﷺ نے اس میں دست مبارک رکھا اور فرمایا وضو کرو اور پانی انگلیوں اور اس کے اطراف سے پھوٹنے لگا۔ چنانچہ سب صحابہ کرامؓ نے وضو کر لیا تو قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کتنے افراد تھے فرمایا تقریباً تین سو تھے۔[4]

صحیحین میں بھی بہ اختلاف سند یہ روایت موجود ہے' اس میں تین سو یا قریباً تین سو کے الفاظ ہیں۔

۶......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے کنوئیں پر چار سو افراد فروکش تھے اور اس کا پانی ختم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی منڈیر پر بیٹھ کر اس میں کلی ڈالی' معمولی وقفہ کے بعد ہم اور ہماری سواریوں نے اس سے خوب سیر ہو کر پیا۔[5]

---

① رواہ البخاری فی المناقب
② رواہ احمد فی سندہ ج۳/۱۰۶
③ رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب
④ رواۃ الامام احمد فی مسندہ ج۳/ص ۱۷۰
⑤ رواۃ البخاری فی صحیحہ فی المناقب وفی المغازی

۷......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ چنانچہ دوران سفر ایک معمولی پانی والے کنوئیں پر قیام ہوا ہم چھ افراد اس میں نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کنوئیں کی منڈیر پر تشریف فرما تھے، ہم نے کنوئیں سے پانی کا ڈول نصف یا اس سے کم بھرا اور کنوئیں میں حلق تر کرنے کا بھی پانی باقی نہ رہا، ڈول آپ ﷺ کی طرف اٹھایا گیا اور آپ ﷺ نے ڈول میں ہاتھ ڈبویا اور کچھ پڑھا اور ڈول واپس کنوئیں میں لوٹا دیا گیا پھر اچانک اتنا پانی جمع ہو گیا کہ ڈوبنے کے خطرہ سے ہم نے فوراً کپڑے باہر نکال لئے اور ایک نہر بن گیا (ایک الگ واقعہ ہے)۔[1]

۸......مسند احمد جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے شکوہ کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیالے میں معمولی سا پانی پیش کیا آپ ﷺ نے اس میں دست مبارک ڈالا اور فرمایا پیو چنانچہ سب صحابہ کرامؓ نے پی لیا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے سوتے پھوٹتے دیکھ رہا تھا۔[2]

درخت، عذاب قبر، پانی اور مچھلی کا معجزہ:

۹......امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور میں پانی کا لوٹا لے کر آپ ﷺ کے ساتھ ہو گیا اور وہاں کوئی چیز اوٹ کیلئے نظر نہ آئی اور وادی کے کنارے صرف دو درخت تھے چنانچہ آپ ﷺ ایک درخت کی طرف گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر کہا "اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر" وہ نکیل دار اور فرمانبردار اونٹ کی طرح آپ کے ساتھ ہو لیا۔ پھر آپ ﷺ نے دوسرے درخت کی شاخ پکڑ کر کہا (اِنْقَادِی بِاِذْنِ اللّٰہِ) چنانچہ وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلا آیا۔ جب وہ دونوں درخت قریب ہو گئے تو فرمایا:

---

① تفرد به الامام احمد فی مسنده ج۴/ص ۲۹۷

② تفرد به الامام احمد

اللہ کے حکم سے تم دونوں مجھ پر چھا جاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں باہم بالکل مل گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں وہاں سے دور ہٹ کر بیٹھ گیا کہ مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے محسوس کر کے دور نہ چلے جائیں پھر میں نے اچانک دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک سے دائیں بائیں اشارہ کیا اور وہ دونوں درخت الگ الگ اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا جابر رضی اللہ عنہ تو نے میری جائے قیام کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں درختوں سے ایک ایک شاخ کاٹ لے اور جہاں میں کھڑا تھا وہاں ایک شاخ دائیں جانب ڈال دے اور ایک بائیں جانب۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پتھر کی نوک کو تیز کیا اور ہر درخت سے ایک ایک شاخ کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے قیام کے دائیں بائیں ڈال دیا پھر میں نے اطلاعاً عرض کیا یا رسول اللہ! میں وہ کام سرانجام دے چکا ہوں۔ میں نے اس کام کی حکمت اور وجہ دریافت کی تو فرمایا وہاں دو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ میں نے چاہا کہ جب تک یہ شاخیں تر و تازہ رہیں میری سفارش کی بدولت ان سے عذاب رفع ہو جائے۔

ہم لشکر میں واپس چلے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر! وضو کا اعلان کر دو' میں نے وضو کا اعلان کر کے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ میں پانی بالکل نہیں۔ ایک انصاری آپ کیلئے ٹھنڈے پانی کا اہتمام کیا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس انصاری صحابیؓ کے پاس جاؤ اور پانی لے آؤ۔ میں اس کے پاس آیا تو اس کے ہاں معمولی سا پانی پایا۔ اگر میں وہ کسی دوسرے برتن میں ڈالتا تو وہ برتن کے خشک حصہ میں ہی جذب ہو کر رہ جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اسے لے آؤ' میں نے وہ ذرا سا پانی لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ پڑھا اور مجھے پکڑا کر کہا جابر رضی اللہ عنہ! کوئی بڑا طشت منگواؤ۔ چنانچہ وہ طشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا گیا آپ نے طشت میں دست مبارک کی انگلیاں پھیلا کر رکھ دیں اور فرمایا جابرؓ

بسم اللہ پڑھ کر یہ ذرا سا پانی میرے ہاتھ پر ڈالو چنانچہ میں نے بسم اللہ پڑھ کر دست مبارک پر پانی ڈالا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی کا فوارہ پھوٹ پڑا اور طشت بھر گیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا' جابر رضی اللہ عنہ اعلان کر دو جسے پانی کی ضرورت ہو وہ آ جائے' چنانچہ سب نے حسب ضرورت استعمال کر لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے طشت سے ہاتھ اٹھا لیا اور وہ طشت پانی سے لبالب تھا۔

پھر صحابہؓ نے آپ ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور کھلائے گا۔ پھر ہم سمندر کے ساحل پر پہنچے تو اس میں لہر آئی اور ایک بہت بڑی مچھلی باہر آ پڑی ہم نے اس کے ایک پہلو پر آگ جلائی اور بھون کر خوب کھایا ہم پانچ شخص اس کے ایک چشم خانہ میں سما گئے پھر اس کی ایک پسلی کو کمان بنا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے نیچے سے ایک عظیم شتر سوار سر نیچے کئے بغیر گزر گیا۔[1]

۱۰......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک برتن میں سے وضو فرما رہے تھے اور لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' دریافت کیا' کیا بات ہے؟ سب نے عرض کیا' وضو اور پینے کیلئے پانی میسر نہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اس برتن میں دست مبارک ڈالا اور انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹ پڑے۔ خوب پیا اور وضو کیا' دریافت ہوا' تم کتنے تھے؟ بتایا لاکھ بھی ہوتے تو پانی کافی تھا مگر ہم اس وقت ڈیڑھ ہزار تھے۔ اور مسلم میں اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ ہم چودہ سو تھے۔[2]

۱۱......امام احمد جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ۲۱۷' افراد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے' نماز کا وقت آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ پانی ہے؟ تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ برتن میں معمولی سا پانی لیتا ہوا دوڑا آیا' آپ ﷺ نے

---

(۱) رواہ مسلم فی صحیحہ فی الزھد والرقاق

(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب

وہ پانی پیالے میں انڈیل لیا اور اس سے وضو کر لیا اور پیالہ وہیں چھوڑ دیا تو صحابہؓ کا ایک جم غفیر اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے بالکل صاف کر دیا یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو! ٹھہرو! پھر رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر اپنی ہتھیلی برتن میں رکھی اور فرمایا وضو کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹتے دیکھے اور سب نے وضو کر لیا تو آنحضور ﷺ نے ہاتھ اٹھایا۔ (وَهٰذَا اِسْنَادٌ جَيِّدٌ تَفَرَّدَ بِهِ اَحْمَدُ) سیاق وسباق سے واضح ہے کہ یہ ایک جدا معجزہ ہے۔

۱۲...... مسلم شریف میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ میں چودہ سو یا اس سے مزید افراد موجود تھے اور کنوئیں کا پانی ناکافی تھا جو پچاس افراد کو بھی سیراب نہیں کر سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ کر دعا فرمائی یا اس میں لعاب دہن ڈالا' اس میں اس قدر پانی جوش مارنے لگا کہ ہم سب سیراب ہو گئے اور جانوروں کو بھی پلایا۔[1]

۱۳...... بخاری شریف کی صلح حدیبیہ کی طویل حدیث میں جو مسور اور مروان بن حکم سے مروی ہے' یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے ایک گوشہ میں فروکش ہوئے کنوئیں میں پانی کم تھا۔ لوگ چلو' چلو لے رہے تھے پھر وہ بالکل ختم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ سے پیاس کا شکوہ کیا چنانچہ آپ ﷺ نے ترکش سے ایک تیر کھینچا اور فرمایا کہ اسے کنوئیں میں گاڑ دو۔ پھر کنوئیں کا پانی خوب جوش سے نکلتا رہا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔[2] کنوئیں میں تیر گاڑنے والا بقول ابن اسحاق ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ تھا اور یہی راجح ہے اور بعض سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ منقول ہے۔

۱۴...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز لشکر میں پانی نہ تھا۔

---

① رواہ المسلم فی صحیحہ وفی الجواد

② رواہ البخاری فی صحیحہ

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر میں پانی بالکل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس کچھ پانی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لے آؤ۔ چنانچہ وہ برتن میں معمولی سا پانی لے آیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں انگلیاں ڈال کر پھلا دیں اور انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہا اعلان کر دو لوگ وضو کر لیں۔ طبرانی میں بھی مذکور ہے۔

۱۵......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ ہم معجزات کو خیر و برکت اور خوش حالی سمجھتے تھے اور تم لوگ ان کو خوفناک سمجھتے ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے' پانی کی شدید قلت تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ پانی تلاش کرو۔ چنانچہ وہ ایک برتن میں معمولی سا پانی لے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا بابرکت پانی کی طرف چلے آؤ میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی ابل رہا تھا' مزید برآں ہم دسترخوان پر طعام کی تسبیحات سنا کرتے تھے۔[1] (ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے)

۱۶......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ رات بھر چلتے رہے' صبح صادق سے کچھ دیر پہلے آرام کیلئے لیٹ گئے ایسے سوئے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد آنکھ کھلی اور سب سے قبل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ وہ احتراماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار نہیں کیا کرتے تھے تاوقتیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی بیدار ہو جائیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر ذرا بلند آواز سے ذکر واذکار میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیدار ہو گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔ ایک صحابیؓ جماعت سے الگ ہو گیا' اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز نہ پڑھی۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت میں شامل نہ ہونے کی وجہ دریافت کی تو

---

[1] رواہ البخاری فی صحیحہ فی الانبیاء

اس نے جنابت کا عذر پیش کیا۔ آپ نے اسے تیمّم کر کے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں لشکر کے ہراول دستے میں تھا اور ہم شدید پیاس سے دوچار تھے۔ چلتے چلتے راستہ میں ایک عورت ملی جو اونٹ پر دو مشکیزوں میں پانی لاد کر چلی آ رہی تھی ہم نے اس سے چشمہ کا پتہ پوچھا اس نے کہا یہاں پانی نہیں ہے۔ پھر پوچھا تمہارے اور چشمہ کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے۔ اس نے ایک رات اور دن کی مسافت بتائی۔ ہم نے کہا ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو اس نے کہا (مَنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ) رسول اللہ کون ہیں؟ پھر ہم اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور اس نے آپ ﷺ کو بھی وہی کچھ بتایا جو ہمیں بتا رہی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے مشکیزے اتارنے کا حکم دیا اور بسم اللہ پڑھ کر ان کو کھولا اور پانی کو اپنے دست مبارک سے چھوا۔ ہم چالیس افراد نے خوب سیر ہو کر پیا اور اپنے مشکیزے اور برتن سب بھر لیے اور یہ پہلے سے بھی زیادہ بھری معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے سب سے کھجور اور روٹی کے ٹکڑے جمع کر کے اس عورت کو دے دیئے اور اسے کہا یہ اپنے اہل وعیال کیلئے لے جاؤ اور سنو! ہم نے تمہارا پانی کم نہیں کیا' بس اللہ تعالیٰ نے ہمارے پانی کا اہتمام کیا ہے۔ وہ حیرت واستعجاب کے ملے جلے جذبات سے متاثر اپنے قبیلہ میں چلی آئی اور اس نے کہا "میں ایک عظیم ساحر کے پاس سے آئی ہوں۔ یا بقول ان کے رفقاء کے وہ ایک پیغمبر ہیں" اس معجزہ کی برکت سے وہ اور اس کا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔[1]

۱۷...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (آج) اگر پانی میسر نہ ہوا تو کل پیاسے رہو گے۔ چنانچہ تیز رفتار لوگ پانی کی تلاش میں روانہ ہو گئے اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ ﷺ کو سواری پر اونگھ آ گئی میں نے سہارا دیا' آپ ﷺ سنبھل گئے۔

---

(1) رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب

پھر سر جھکایا' میں نے پھر سہارا دیا اور آپ ﷺ سنبھل گئے۔ پھر اس قدر جھکے قریب تھا کہ آپ ﷺ سواری سے گر پڑیں۔ میں نے سہارا دیا تو آپ ﷺ بیدار ہو گئے' پوچھا کون؟ عرض کیا ابوقتادہؓ۔ دریافت کیا تو کب سے میرے ساتھ ہے؟ عرض کیا آغاز شب سے۔ مجھے دعا دی' اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے جیسے تو نے اس کے رسول کی حفاظت و نگہداشت کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر ہم آرام کر لیتے (تو بہتر تھا) چنانچہ آپ ﷺ ایک درخت کے قریب آرام فرما ہوئے اور پوچھا دیکھو! کوئی ہمارے قریب ہے؟ عرض کیا چھ سات افراد ہمارے قریب ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا نماز کے وقت کا خیال رکھو۔ چنانچہ ہم سب سو گئے بس سورج کی تپش نے ہی ہمیں بیدار کیا۔ پھر وہاں سے تھوڑی دور چل کر پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا پانی ہے؟ عرض کیا جی ہاں تھوڑا سا پانی ہے۔ فرمایا لاؤ' میں نے خدمت میں پیش کیا تو فرمایا اس سے وضو کرو۔ سب نے وضو کر لیا تو ایک جرعہ اور معمولی سا پانی بچ رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوقتادہ اس کو احتیاط سے رکھ لو' اس سے ایک عجیب بات ظاہر ہو گی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی' دو رکعت سنت کے بعد فرض پڑھے۔

پھر وہاں سے کوچ کیا تو لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے آپ ﷺ نے پوچھا کیا سرگوشیاں کر رہے ہو سنو! اگر دنیاوی بات ہے تو تم جانو' دینی مسئلہ ہے تو مجھ سے پوچھ لو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم سے نماز میں کوتاہی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوتاہی اور غفلت بیداری کی حالت میں ہوتی ہے۔ نیند میں غفلت کا دخل نہیں ہوتا' جب ایسا موقعہ پیش آ جائے تو بیداری کے وقت ہی نماز ادا کر دو اور آئندہ اس کے اپنے وقت پر ہی پڑھو۔ پھر پوچھا باقی ماندہ لوگ کہاں ہیں؟ عرض کیا آپ نے کل فرمایا تھا اگر آج پانی نہ ملا تو کل کو پیاسے رہو گے چنانچہ لوگ پانی کی تلاش میں ہیں۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو مفقود پایا اور لوگ آپس میں کہنے لگے' رسول اللہ ﷺ پانی کے چشمے پر قیام پذیر ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! رسول

اللہ ﷺ تمہارے بغیر چشمے پر مقیم ہونے کے نہیں۔ اگر لوگ ابوبکر اور عمر کی بات پر یقین کریں تو رشد و ہدایت پر ہوں گے۔ کچھ دیر کے بعد رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پیاس سے جان نکل رہی ہے، حلق سوکھے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے تسلی دی فکر نہ کرو۔ آپ نے ابوقتادہؓ کو پانی کا برتن لانے کا ارشاد فرمایا اور کہا پیالہ بھی لے آؤ۔ چنانچہ وہ پیالے میں پانی ڈالتے جاتے تھے اور لوگ پی رہے تھے (پانی کی قلت محسوس کرتے ہوئے) لوگوں نے ہجوم کیا تو فرمایا ٹھہرو، ٹھہرو سب سیراب ہو نگے۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے اور رسول اللہ ﷺ کے بغیر سب نے پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا پیو! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پہلے آپ ﷺ پئیں تو فرمایا دستور ہے کہ پلانے والا بعد میں پئے۔ چنانچہ میں نے پیا اور رسول اللہ ﷺ نے بعد میں پیا اور برتن میں پانی اسی طرح تھا جیسے پہلے تھا اور ہماری تعداد تین صد تھی۔[1]

ابوقتادہ حرث بن ربعی انصاری کے شاگرد عبداللہ بن رباح انصاریؒ کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد میں یہ حدیث بیان کر رہا تھا تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا، عبداللہ بن رباح انصاریؒ۔ تو انہوں نے کہا لوگوں کو اپنی بات خوب یاد ہوتی ہے۔ دھیان سے بیان کرو، میں اس رات ساتواں شخص تھا۔ جب میں بیان کر چکا تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا میں سمجھتا تھا کہ میرے علاوہ یہ حدیث کسی کو یاد نہ ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں جب رات کو کہیں قیام کرتے تو دائیں ہاتھ کا تکیہ بنا لیتے اور صبح کے قریب آرام کرتے تو بازو کھڑا کر کے دائیں ہتھیلی پر سر رکھ لیتے کہ زیادہ غفلت کی نیند نہ آئے۔[2]

۱۸...... امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف ایک لشکر روانہ کیا (جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے)

---

① رواه الامام احمد فی سنده ج ۵ ص ۲۹۸
② رواه الامام احمد فی سنده ج ۵ ص ۲۹۸

آپ ﷺ نے ان کو فرمایا ذرا تیز رفتار اور سبک گام چلو وہاں ایک چشمہ ہے اگر مشرکین نے وہاں قبضہ کرلیا تو سخت مشقت اٹھانی پڑے گی۔ انسانوں اور جانوروں کو شدید پیاس ستائے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں ہم نو افراد باقی رہ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہم تھوڑی دیر یہاں آرام کرلیں پھر قافلہ سے جاملیں گے تو رفقائے سفر نے ''ہاں'' میں جواب دیا تو وہاں آرام کیلئے اتر گئے (اتفاقاً اس قدر سوئے) کہ سورج کی تپش سے ہی بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا آگے چلو اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو آؤ۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کیا کسی کے پاس پانی ہے تو ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس برتن میں کچھ پانی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا لے آؤ وہ لے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے دونوں ہاتھوں سے چھوکر دعا فرمائی اور صحابہؓ سے کہا وضو کرو۔ وہ وضو کرتے رہے اور رسول اللہ ﷺ پانی ڈالتے رہے۔ اذان اور اقامت کے بعد آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور پانی والے صحابیؓ کو تاکید کی کہ اسے حفاظت سے رکھنا اس سے عجب بات ظاہر ہوگی۔ پھر آپ ﷺ رفقاء سمیت چل پڑے۔ راستہ میں ان سے کہا کیا خیال ہے ہمارا قافلہ چشمہ پر قابض ہوگیا ہوگا؟ وہ کہنے لگے اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قافلہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں لوگ رشد و ہدایت میں ہونگے۔

اتفاق سے اس چشمہ پر کفار قابض ہوگئے اور مسلمان سخت پیاس سے دوچار ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ پانی والا صحابیؓ کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا وہ یہ ہے یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ برتن لاؤ وہ لے آیا تو اس میں معمولی سا پانی تھا آپ ﷺ نے فرمایا آؤ۔ پیؤ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے پانی ڈالتے رہے اور لوگ پیتے رہے یہاں تک کہ سب لوگ اور جانور خوب سیراب ہوگئے' مشکیزے اور برتن بھی بھر لئے پھر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کفار کے مقابلے میں

آئے تو اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا چلائی مشرکوں کو ہزیمت اور شکست سے دوچار کیا اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔ بہتوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور بیشتر کو قید کرلیا اور وافر مال غنیمت قبضہ میں کیا اور قافلہ صحیح سلامت واپس لوٹ آیا۔①

۱۹...... مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ انشاء اللہ کل بوقت چاشت تم تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے' سنو! میرے آنے تک کوئی پانی کو نہ چھوئے' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو دو آدمی وہاں پہلے پہنچ چکے تھے اور چشمہ جوتی کے تسمہ برابر تھا جس سے ذرا ذرا پانی رس رہا تھا آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم نے پانی کو چھوا ہے۔ انہوں نے یہ تسلیم کیا تو آپ ﷺ نے ان کو برا بھلا کہا پھر چشمہ میں تھوڑا پانی جمع ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس پانی سے ہاتھ منہ دھوکر مستعمل پانی کو اس میں ڈال دیا اور چشمہ پانی سے خوب بھر گیا اور صحابہ کرامؓ نے خوب پیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے معاذ رضی اللہ عنہ اگر تیری عمر دراز ہوئی تو عنقریب یہ صحرا باغ اور گلزار بن جائے گا۔

۲۰...... زیاد حارث صدائیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ موسم سرما میں ہمارے کنوئیں کا پانی وافر ہوتا ہے اور ہم وہیں رہائش رکھتے ہیں' موسم گرما میں اس کا پانی کم ہوجاتا ہے اور ہم مختلف چشموں پر رہائش کیلئے مجبور ہوجاتے ہیں اب ہم مسلمان ہوچکے ہیں' ہمارے گردونواح کافر ہیں۔ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ ہمارے کنوئیں کا پانی وافر کردے اور ہم سب اکٹھے اس پر رہائش پذیر ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو ہاتھ میں مسلا اور ان پر دم کر کے فرمایا یہ لے جاؤ بسم اللہ پڑھ کر ایک ایک کنکری کنوئیں میں ڈال دو۔

صدائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے حسب فرمان عمل کیا بعد ازیں اس کنوئیں کا قطر اور تہہ نظر نہیں آئی۔ یہ حدیث مسند احمد' سنن ابی داؤد' ترمذی اور ابن ماجہ میں مختصر ہے اور بیہقی کی دلائل النبوۃ میں طول طویل ہے۔②

---

① دلائل النبوة للبيهقي ج ٦/ص ١٣٤' ١٣٥

② رواه احمد في مسنده ج ٤/ص ١٦٩ ـ والترمذي في الجامع رقم ١٩٩ وابو دائود في السنن وابن ماجه والبيهقي ودلائل النبوة ج ٥/ص ٣٥٥

قبا کا کنواں:

۲۱...... بیہقی میں ہے کہ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک قبا میں تشریف لائے اور کنوئیں کی بابت پوچھا تو میں نے ان کو وہ کنواں بتایا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کنوئیں کا پانی ختم ہو جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی کھینچنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کیا یا اس میں لعاب ڈالا اور پھر وہی مستعمل پانی اس میں ڈال دیا گیا' بعد ازیں اس کا پانی ختم نہیں ہوا۔[1]

۲۲...... ابوبکر بزار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے اپنے "نزور" نامی کنوئیں سے آپ کو پانی پلایا اور آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا پھر اس کنوئیں کا پانی کبھی ختم نہیں ہوا۔[2]

دودھ میں برکت کا معجزہ:

امام احمد مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ! میں اپنا پیٹ بھوک کے مارے زمین پر لگا دیتا (کہ ذرا تسلی ہو جائے) اور کبھی بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ میں ایک روز راستہ پر بیٹھ گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے' میں نے ان سے ایک آیت کی تفسیر پوچھی اور میرا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ کھانے کیلئے لے چلیں مگر وہ ساتھ نہ لے گئے۔

پھر اسی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کا مطلب پوچھا وہ بھی ساتھ نہ لے گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا چہرہ دیکھ کر جان گئے اور میرے دل کی بات جان گئے۔ فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نے لبیک اور جی ہاں کہا پھر فرمایا آؤ' میں اجازت کے بعد اندر چلا آیا' وہاں ایک پیالہ دودھ کا پایا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے' جواب ملا کہ یہ فلاں صاحب تحفہ دے گئے ہیں۔

---

(۱) البدایة والنھایه ج۶/ص ۱۵۱

(۲) ایضاً

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا اصحابِ صُفہ کو بلا لاؤ۔

اصحابِ صُفہ اسلامی مہمان تھے' ان کا کوئی گھر بار نہ تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ اور تحفہ آتا تو اس سے خود کھاتے اور اصحاب صفہ کو بھی بھیج دیتے اور جب صدقہ آتا تو سارا ان کے پاس ارسال کر دیتے۔ یہ سن کر میں ذرا دل گیر ہوا میری خواہش تھی کہ میں تنہا ہوتا تو شب و روز کا گزارہ ہو جاتا' یہ لوگ آ گئے تو میں ہی ان کو یہ دودھ پیش کروں گا ان کے بعد میرے لئے کیا بچے گا؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ایک ناگزیر امر تھا۔ میں بادل نخواستہ چلا گیا وہ آ گئے اور اجازت لے کر گھر میں بیٹھ گئے پھر فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ پیالہ اٹھا اور ان کو پلا' میں یکے بعد دیگرے سب کو پلاتا رہا۔ وہ سب سیر ہو گئے پھر میں نے پیالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہتھیلی پر رکھ کر میری طرف نگاہ اٹھائی اور مسکرا کر مجھے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا اب میں اور تم دونوں پینے والے باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا درست یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا تم بیٹھ کر پی لو۔ میں نے پی لیا تو پھر مجھے برابر کہتے رہے اور پی' اور پی بالآخر میں نے عرض کیا اب پیٹ میں گنجائش نہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب مجھے دے دو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ دودھ نوش فرما لیا۔ اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔[1]

۲......امام احمد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریوں کا چرواہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور فرمایا کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا دودھ تو ہے مگر میں اس کا امین ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسی بکری ہے جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو اور

---

(1) رواہ فی مسندہ ج۲/۵۱۵ ورواہ البخاری فی صحیحہ فی الرقاق واخرجہ الترمذی فی الجامع فی صفتہ القیامۃ)

گابھن نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ میں نے پٹھ بکری آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دودھ اتر آیا۔ ایک برتن میں دوھا' خود پیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ پھر تھنوں سے کہا سمٹ جاؤ چنانچہ وہ سمٹ گئے۔

پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے بھی وہ وظیفہ بتا دیجئے' آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بچے! تجھ پر خدا کی رحمت ہو' تو تعلیم یافتہ ہے۔[1] اور بیہقی میں ہے کہ میں نے تنہا آپ سے ستر سورتیں یاد کیں' کوئی میرا ہم سبق نہ تھا۔

۳...... بیہقی میں ہے کہ سفر ہجرت میں جب رسول اللہ ﷺ ام معبد کے خیمہ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے اس سے گوشت اور دودھ خریدنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے پاس یہ نہ تھا اس کے خیمہ میں ایک بکری دیکھی اور آپ ﷺ نے پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے کہا یہ اتنی کمزور ہے کہ ریوڑ کے ساتھ چراگاہ تک بھی نہیں جا سکتی' آپ ﷺ نے فرمایا یہ کچھ دودھ بھی دیتی ہے اس نے کہا یہ اس قابل ہی نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا دودھ دوہنے کی اجازت ہے؟ تو اس نے کہا اگر اس کا دودھ ہو تو نکال لیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کو پاس منگوایا اس پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی پھر بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بڑا برتن منگوایا جو آٹھ نو افراد کے سیراب کرنے کو کافی تھا بکری نے اپنے پاؤں دوہنے کیلئے پھیلا دیے اور جگالی شروع کر دی' آپ ﷺ نے دودھ نکال کر برتن بھر دیا۔ سب سے پہلے ام معبد کو پلایا' پھر اپنے رفقا کو آخر میں خود پیا۔ اس کے بعد وہ برتن دوبارہ دودھ نکال کر بھر دیا اور ام معبد کو دے دیا اور خود سفر پر روانہ ہو گئے۔[2]

۴...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے دو رفیقوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں آیا' تمام صحابہ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا لیکن کسی نے بھی

① رواہ احمدؒ فی سندہ ج ۱/ص ۳۷۹

② رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ

ہماری کفالت اور مہمانی کا بار برداشت نہ کیا۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا۔ آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے وہاں چار بکریاں بندھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا مقداد! ان کا دودھ دوہ کر اس کے چار حصے کرو اور ہر ایک کو اس کا حصہ دیا کرو۔ چنانچہ ہم دودھ کا اپنا حصہ پی لیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ رکھ دیتے۔

ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ رکھ دیا اور خود بستر پر لیٹ گیا اور میرے دل میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ہاں آتے ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تواضع کرتے ہیں' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دودھ کی ضرورت نہیں اگر میں یہ دودھ پی لوں تو کیا ہرج ہے یہ خیال برابر میرے دل میں رہا اور میں نے یہ دودھ اٹھا کر پی لیا جب میں پی چکا تو میرے دل میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے پیاسے تشریف لائیں گے اور پیالہ خالی پا کر (بددعا دیں گے) اسی کشمکش میں کپڑا اوڑھ کر لیٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آواز سے سلام کہا (جو جاگتے کو سنے اور سوتے کو نہ سنے) پھر پیالے کو خالی پا کر' آسمان کی طرف سر مبارک اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی! جس نے مجھے کھلایا ہے اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا ہے اسے پلا۔

یہ دعا سن کر میں بستر سے اٹھا اور ہاتھ میں چھری لی کہ ان بکریوں میں سے جو زیادہ فربہ ہو اسے ذبح کروں' مگر میرا ہاتھ ایک بکری کے تھنوں پر پڑا تو معلوم ہوا کہ ان میں دودھ بھرا ہوا ہے چنانچہ سب کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ سب کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے' چنانچہ میں نے دودھ دوہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا مقداد کیا قصہ ہے؟ میں نے عرض کیا پہلے دودھ نوش فرمایئے بعد میں قصہ بتاؤں گا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوب سیر ہو گئے تو باقی ماندہ میں نے پی لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا ماجرا سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "هیه" اور کہو میں نے پھر وضاحت سے بتایا تو آپ نے فرمایا یہ برکت آسمان سے نازل ہوئی ہے۔[1]

[1] رواہ احمد فی سند

۵......ابو داؤد طیالسی بنت حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری پیش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دوہنے لگے تو فرمایا کوئی بڑا برتن لاؤ۔ میں نے آٹا گوندھنے کا لگن پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نکال کر لبالب کردیا اور فرمایا خود پیو اور اپنے ہمسایہ کو پلاؤ۔①

۶......امام بیہقی چھ واسطہ سے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں قریباً چار سو اشخاص تھے اور ہم ایسے مقام پر ٹھہرے جہاں پانی نہ تھا اور سب شدت پیاس سے مضطرب تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکوہ سے گریزاں تھے۔ چنانچہ ایک سینگوں والی بکری آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوھ کر آپ پیا اور سب کو خوب پلایا اور فرمایا نافع رضی اللہ عنہ اسے قابو کرلو اور مجھے امید ہے کہ تم اس کی حفاظت نہ کرسکو گے۔ وہ کہتے ہیں میں نے اسے رسی سے باندھ دیا۔ پھر میں رات کو اٹھا تو اسے نہ پایا اور خالی رسی پڑی ہوئی پائی۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نافع رضی اللہ عنہ! جو اسے لایا تھا وہی لے گیا ہے۔ (رواہ البیہقی دلائل النبوۃ) یہ حدیث سند متن کے لحاظ سے غریب ہے۔①

۷......امام بیہقی سعد مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکری کا دودھ لاؤ' جبکہ بکری کا نام ونشان نہ تھا۔ میں اٹھا' دیکھا تو بکری ہے اور اس کے تھنوں میں دودھ ہے۔ میں نے اسے دوھ کر اس کی حفاظت کرنے کی تاکید کی۔ ہم سواریوں کی نگہداشت میں مشغول ہوگئے اور وہ گم ہوگئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گمشدگی کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک ہے جو اسے لے گیا ہے۔② یہ حدیث نہایت غریب ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

---

① دلائل النبوۃ البیہقی ج ۶/ص ۱۳۸

② دلائل النبوۃ البیہقی ج ۶/ص ۱۳۸

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گھی کے متعلق معجزات

﴿۱﴾......حافظ ابویعلیٰ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بکری کے گھی کا ڈبہ بھر کر ربیبہؓ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ کہہ کر پہنچا دیا کہ یہ بھی ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کیلئے ارسال کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے ڈبہ خالی کر دو چنانچہ وہ خالی ڈبہ گھر لے آئی اس وقت ام سلیمؓ گھر میں نہ تھیں اور ربیبہ نے وہ ڈبہ ایک کھونٹی سے لٹکا دیا۔

ام سلیمؓ گھر آئیں تو انہوں نے وہ ڈبہ گھی سے لبالب پا کر ربیبہؓ کو ڈانٹا کہ میں نے تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گھی دے کر نہیں بھیجا تھا۔ ربیبہؓ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کو دے آئی تھی۔ اگر یقین نہ آئے تو جا کر ان سے دریافت کر لو۔ چنانچہ ام سلیمؓ ربیبہؓ کو ہمراہ لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کے ہاتھ آپ ﷺ کی خدمت میں گھی کا ڈبہ ارسال کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا بالکل وہ آئی تھی اور لائی تھی تو ام سلیمؓ نے کہا واللہ! وہ تو اب لبالب بھرا ہوا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ام سلیمؓ! اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ تم نے اللہ کے نبی کو کھلایا اس نے تمہیں کھلایا۔ جاؤ خوب کھاؤ وہ کہتی ہیں میں نے گھر آ کر اس سے گھی استعمال کیلئے نکالا اور ہم اس ڈبہ سے مسلسل ایک ماہ یا دو ماہ کھاتے رہے۔[۱]

﴿۲﴾......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ آٹھ واسطوں سے ام اوس بہزیہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے گھی صاف کر کے ڈبہ میں ڈالا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے اسے قبول فرمالیا اور معمولی سا ڈبہ میں باقی رہنے دیا۔ اور اس میں آپ ﷺ نے دم کیا اور خیر و برکت کی دعا کی اور مجھے واپس لوٹایا تو وہ گھی سے لبریز تھا

---

۱ البدایة والنهایة عربی ج٦/ص ١٥٤

میں سمجھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہدیہ قبول نہیں فرمایا میں واویلا اور چیختی چلاتی ہوئی آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کیلئے لائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے دعا قبول ہو چکی ہے اور اسے فرمایا جاؤ کھاؤ اور برکت کی دعا کرو چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک اس سے کھاتی رہیں۔[1]

﴿۳﴾...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ دوس قبیلہ کی خاتون ام شریک رضی اللہ عنہا رمضان المبارک میں مسلمان ہوئیں اور سفر ہجرت کے دوران ایک یہودی سے پانی مانگا اس نے کہا یہودیت اختیار کر لو تو پانی ملے گا۔ چنانچہ اس نے خواب میں پانی پیا وہ بیدار ہوئیں تو بالکل سیر تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئیں اور یہ قصہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خطبہ کی دعوت دی مگر اس نے خود کو کمتر سمجھ کر عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے چاہیں نکاح کر دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور اسے تیس صاع جو کا غلہ دیا اور کہا اسے کھاؤ اور ماپو نہیں۔

اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاریہ کے ہاتھ گھی کا ڈبہ ارسال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالی ڈبہ ارسال کر کے فرمایا کہ اس کو بند کئے بغیر لٹکا دے ام شریکؓ نے دیکھا تو وہ گھی سے لبریز ہے اس نے جاریہ سے کہا میں نے تجھے یہ گھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچانے کیلئے کہا تھا اس نے کہا میں تو ابھی دے کر آئی ہوں یہ تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا' آپ نے فرمایا اسے بند نہ کرو جب ام شریکؓ نے اس کا منہ بند کیا تو وہ ختم ہو گیا' اسی طرح انہوں نے جو ماپے تو وہ بھی پورے تیس صاع ہوئے ذرا بھی کم نہ ہوئے۔[2]

﴿۴﴾...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بہز یہ سے بیان کرتے ہیں کہ

① رواه البيهقي في دلائل النبوة ج٦/ص ١١٥

② رواه البيهقي في دلائل النبوة ج٦/ص ١٣٣-١٣٤

ام مالک رضی اللہ عنہا ہمیشہ ایک برتن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی تحفہ ارسال کیا کرتی تھیں اور جب ان کے بچے سالن مانگتے اور سالن نہ ہوتا تو وہ اس برتن کو جس میں تحفہ بھیجا کرتی تھیں اٹھالاتیں اور بقدر ضرورت گھی نکل آتا۔ ایک دن انہوں نے وہ برتن نچوڑ لیا اور وہ ختم ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا تم نے اسے نچوڑ لیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس کو نہ نچوڑتی تو اس سے ہمیشہ گھی نکلتا رہتا۔[1]

﴿۵﴾...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے غلہ مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آدھا وسق جو دیئے۔ اس میں سے وہ روزانہ اپنے، اپنی بیوی اور مہمان کیلئے نکالتا رہا۔ پھر اس نے ایک دن ماپا تو وہ جلد ہی ختم ہو گئے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس کو نہ تولتے تو ہمیشہ ختم نہ ہوتا اور برابر موجود رہتا۔ (رواہ احمد فی المسند ج۳ص ۳۴۷) یہ دونوں روایات امام مسلم نے عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ بیان کی ہیں۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کے گھر میں معجزانہ دعوت:

﴿۱﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا ہے کہ مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضعیف آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہیں، تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دے کر جو کی چند روٹیاں دوپٹے میں لپیٹ کر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا میں روٹیاں لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے میں ان کے پاس کھڑا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ابوطلحہؓ نے تمہیں بھیجا ہے، میں نے کہا جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے کہا اٹھو! اور وہ سب ابوطلحہؓ کے مکان پر تشریف لے آئے، میں نے ابوطلحہؓ کو ان کی آمد کی خبر دی تو ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے

---

(۱) رواہ احمد فی مسند ج۳/ص ۳٤۰

ساتھ تشریف لائے ہیں اور ہمارے پاس کھلانے کا کوئی سامان نہیں۔ اس نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا اور آنحضور ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ گھر میں آئے اور ام سلیمؓ سے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ' اس نے وہی انس رضی اللہ عنہ والی روٹیاں ہی پیش کیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو چورا کیا اور اس میں گھی کا برتن انڈیل دیا اور وہ مالیدہ بن گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان پر کچھ پڑھا اور فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ' وہ شکم سیر ہو کر چلے گئے اور پھر دس آدمیوں کو بلایا۔ وہ بھی کھا کر چلے گئے' اسی طرح ستر یا اسی آدمیوں نے کھایا۔[1]

﴿۲﴾......ابویعلی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ ﷺ کی بھوک دیکھ کر ام سلیمؓ کے پاس آئے اور کہا رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے کہا ہمارے پاس تقریباً ایک مد جو کا آٹا ہے تو ابوطلحہؓ نے کہا کھانا تیار کرو' ہم رسول اللہ ﷺ کی دعوت کرتے ہیں۔ کھانا تیار کر کے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہا رسول اللہ ﷺ کو بلا لائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ور آپ ایک جماعت میں تھے جو غالباً اسی (۸۰) سے زائد اشخاص پر مشتمل تھی' میں نے عرض کیا ابوطلحہؓ آپ کی دعوت کر رہے ہیں۔ آپ نے سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا آؤ میں گھبرا کر واپس پلٹا اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت تشریف لا رہے ہیں تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو ہمارے گھر کا ہم سے زیادہ علم ہے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور کہا ہمارے پاس تو یہی چند روٹیاں ہیں جو ام سلیمؓ نے آپ ﷺ کیلئے ابھی تیار کی ہیں' آپ ﷺ نے وہ پرات میں رکھ دیں اور گھی دریافت کیا تو ابوطلحہؓ نے کہا ''کچھ ہے تو'' چنانچہ انہوں نے ڈبہ نچوڑا اور رسول اللہ ﷺ نے انگشت سے روٹیاں چپڑیں اور وہ خستہ ہو گئیں اور پھول گئیں آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھی اور وہ اس قدر پھولیں کہ پرات بھر گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا دس افراد کو بلاؤ وہ آئے

---

[1] رواہ البخاری فی صحیحہ فی علامات النبوت

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرات کے وسط میں دست مبارک رکھا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اسی طرح دس دس کی ٹولی کھاتی رہی حتی کہ اسی (۸۰) سے زائد اشخاص نے کھانا کھایا اور کھانا اسی طرح تھا جس طرح شروع میں تھا۔[1]

﴿۳﴾......امام احمد، عبداللہ بن عنبر، سعد بن سعید بن قیس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابوطلحہؓ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلالاؤں میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی جماعت میں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور میں نے شرماتے ہوئے کہا ابوطلحہؓ یاد کر رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کہا چلو تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہی کھانا تیار کیا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مس کیا اور خیر و برکت کی دعا کی اور فرمایا دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اندر بلاؤ چنانچہ اس طرح دس دس کھاتے رہے اور سب سیر ہو گئے اور کھانا جوں کا توں رہا (رواہ احمد فی مسندہ ج ۳ ص ۲۱۸ وقد رواہ مسلم فی صحیحہ فی الاشربہ) اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو سعد بن سعید سے بیان کیا ہے۔

﴿۴﴾......امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ

﴿۵﴾......ابو یعلی موصلی ابی طلحہ رضی اللہ عنہ

﴿۶﴾......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حسب سابق بیان کرتے ہیں مگر اس میں دو مد جو کا تذکرہ ہے۔

﴿۷﴾......باب الاطعمہ میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت بیان کی ہے اور اس میں ہے کہ ابوطلحہؓ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص کھانا تیار کرے۔

﴿۸﴾......ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں لیٹے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چینی سے کروٹ بدل رہے تھے

[1] البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۷

گھر آ کر ام سلیم رضی اللہ عنہا کو یہ کیفیت بتائی تو اس نے روٹی پکائی اور مجھے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ رسول اللہ ﷺ کو بلا لاؤ میں آیا تو آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو بلا رہے ہیں۔ آپ ﷺ چل پڑے اور صحابہ کرامؓ کو بھی ساتھ لیا اور میں دوڑتا ہوا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ سمیت تشریف لا رہے ہیں۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے استقبال کر کے عرض کیا وہ تو صرف ایک روٹی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس میں برکت کرے گا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک برتن میں روٹی پیش کی گئی' فرمایا گھی ہے چنانچہ کچھ گھی بھی لایا گیا آپ نے انگلی سے روٹی کو تر کر کے فرمایا کھاؤ چنانچہ دس دس کر کے سب نے کھالیا پھر رسول اللہ ﷺ' ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اور میں نے بھی تناول کیا اور باقی ماندہ کا تحفہ ہمسایہ کو دیا۔[1]

باب الاطعمہ میں مسلم میں بھی یہ عمرو بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

﴿۹﴾......امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ام سلیمؓ نے نصف مد جو پیس کر اس میں کچھ گھی ڈال کر حلوہ سا تیار کیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کو بلانے کیلئے بھیجا میں آیا تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے' آپ ﷺ نے فرمایا میں اور میرے رفقا آ رہے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت اٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے ابو طلحہؓ کو کہا رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت چلے آ رہے ہیں۔ ابو طلحہؓ نے فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر عرض کیا یہ تو معمولی سا ہریرہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کیلئے تیار کیا تھا پھر آپ ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا دس دس آ کر کھاتے جاؤ چنانچہ چالیس اشخاص نے خوب سیر ہو کر کھالیا اور وہ اسی طرح موجود تھا۔[2]

---

(۱) واخرجه فی مسند الکبیر

(۲) رواه فی سندج ۳/ص ۱۴۷

﴿۱۰﴾......باب الاطعمہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہشام بن محمد' جعد ابی عثمان' ابو ربیعہ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے۔

﴿۱۱﴾......ابو یعلی موصلی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابو طلحہ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانا نہیں ہے اس نے مزدوری سے ایک صاع جو حاصل کئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس کا خطیفہ اور حلوہ بنایا اور اس نے یہ طویل حدیث بیان کی ہے۔

﴿۱۲﴾......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں کھانا تناول فرمائیں تو زہے قسمت۔ میں نے پیغام دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہم اور جو لوگ ہمارے پاس ہیں میں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مجلس سے کہا اٹھو! چلو! میں پریشان سا ام سلیم کے پاس آیا تو ام سلیم نے پوچھا انس رضی اللہ عنہ کیا پیغام لائے ہو۔ میرے جواب سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا گھی ہے؟ اس نے عرض کیا ڈبہ میں کچھ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لے آؤ اس کا منہ کھول کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَعْظِمْ فِیْھَا الْبَرَکَۃَ) پڑھا اور فرمایا اس کو خلط ملط کر دو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر وہ نچوڑا اور اس سے اسی سے زائد اشخاص سیر ہوئے اور جو بچ گیا ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے کر دیا کہ خود کھاؤ اور ہمسایہ کو کھلاؤ۔[1] مسلم نے باب الاطعمہ میں یہ روایت یونس بن محمد موذب سے بیان کی ہے۔

﴿۱۳﴾......ابو القاسم بغوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حلیم تیار کیا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا بیٹا! جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا ابا جی آپ کو دعوت میں بلا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب حاضرین سے کہا چلو۔

---

① رواہ احمد فی مسندہ ج ۳/ص ۲۴۲

جب میں نے آپ ﷺ کے ہمراہ سب کو آتے دیکھا تو فوراً دوڑ کر عرض کیا ابا جی! رسول اللہ ﷺ سب حاضرین سمیت تشریف لا رہے ہیں۔

ابوطلحہؓ نے اٹھ کر دروازے پر آنحضور ﷺ کا استقبال کر کے عرض کیا معمولی سا کھانا تھا۔ آپ نے فرمایا لاؤ اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور دعا فرما کر کہا دس دس اشخاص آتے جائیں چنانچہ اسی طرح اسی (۸۰) اشخاص نے کھانا تناول فرمایا۔ یہ روایت باب الاطعمہ میں امام مسلم دراوردی سے قعنبی رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت بیان کرتے ہیں۔[1]

﴿۱۴﴾ امام مسلم باب الاطعمۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سابق روایت کے موافق بیان کرتے ہیں۔

فائدہ:

یہ معجزہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مختلف طرق اور اسانید سے مروی ہے جو حد تواتر کو پہنچتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے نضر کے علاوہ ان کے اخیافی بھائی عبداللہ بن ابوطلحہ انصاری کے پانچ بیٹے اسحٰق، عمر، یعقوب، عبداللہ اور بکر بیان کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ثابت بنانی، جعد ابوعثمان، ہشام بن محمد سنان بن ربیعہ یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن انصاری بھی بیان کرتے ہیں۔[2]

غزوہ خندق میں معجزانہ دعوت

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے بیان ہے کہ جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے ہیں۔ میں نے آ کر بیوی سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے ایک صاع جو نکالے اور گھر

① البدایۃ والنھایۃ عربی ج۶/ص ۱۶۱

① البدایۃ والنھایہ عربی ج۶ص ۱۶۲

میں ایک بکری تھی جس کو میں نے ذبح کیا۔ اس نے آٹا پیس کر تیار کیا اور گوشت ہانڈی میں ڈال دیا اور میں آنحضور ﷺ کو لینے کیلئے چلا آیا بیوی نے کہا آپ کے ساتھ اور لوگوں کو لا کر رسوا نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے چپکے سے آپ ﷺ کے کان میں کہا میں نے کھانے کا انتظام کیا ہے' آپ ﷺ چند اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے چلیے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر تمام اہل خندق کو کہا' آؤ جابر رضی اللہ عنہ نے دعوت کا اہتمام کیا ہے۔ پھر فرمایا میرے آنے تک ہانڈی نہ اتاری جائے اور روٹی نہ پکے۔ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ میں نے گھر میں آکر بتایا تو بیوی نے برا بھلا کہا۔ میں نے کہا میں نے تمہاری بات کی تعمیل کی ہے چنانچہ آپ ﷺ آئے تو بیوی نے آٹا آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا' آپ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی اس طرح ہانڈی میں بھی لعاب مبارک ملا دیا اور خیر و برکت کی دعا کی۔ بعد ازیں آپ ﷺ نے فرمایا کسی روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ مل کر روٹی پکائے اور ہانڈی کو نیچے اتارے بغیر سالن ڈالو' قریباً ایک ہزار آدمی تھے (سب کھا کر فارغ ہو گئے) لیکن ہانڈی اور آٹے میں کوئی کمی نہ تھی۔[1]

العجائب الغریبہ:

میں حافظ ابو عبدالرحمٰن بن محمد بن منذر ہروی رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ یشکر ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے بھوک محسوس کی اور گھر آکر بکری ذبح کر کے اس کو پکایا اور پھر اس کا ثرید بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا تو آپ ﷺ نے اسے کہا کہ سب انصار کو بلا لائے چنانچہ وہ گروہ در گروہ آتے رہے اور سب کھا کر چلے گئے اور کھانا بدستور اسی طرح موجود تھا۔ ہاں رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی تھی کہ گوشت کھاتے وقت ہڈی مت توڑیں چنانچہ آپ نے سب ہڈیوں کو جمع کر کے ان پر دست مبارک رکھا اور دعا کی اور

---

(1) رواہ البخاری فی صحیحہ فی المغازی

بکری کان جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تو آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا اپنی بکری لے جاؤ، اللہ تعالیٰ اس میں برکت کرے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اسے پکڑ کر گھر لے آیا اور وہ راستہ میں مجھ سے کان چھڑا رہی تھی، مجھے بیوی نے کہا جابر رضی اللہ عنہ ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا واللہ! یہ ہماری بکری ہے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ذبح کی تھی آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا یہ سن کر اس کی بیوی نے تین بار کہا "میں شہادت دیتی ہوں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں" [1]

دعوت ولیمہ میں اعجاز:

ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ اور باغندی، ثابت بنانی کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کوئی عجیب واقعہ سنایئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی غلط کام پر برا بھلا نہیں کہا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو مجھے میری والدہ نے کہا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی ہے، معلوم نہیں آپ کے ہاں کھانا ہے یا نہیں گھی کا ڈبہ لاؤ۔ میں نے گھی اور کھجور والدہ کے سامنے پیش کی تو اس نے دونوں کو ملا کر مالیدہ بنا دیا اور مجھے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیوی کے پاس لے جا۔ جب میں یہ کھانا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو فرمایا یہ کھانا ایک گوشے میں رکھ دو اور ابو بکر، عمر، علی اور عثمان رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام کو بلا لاؤ جو لوگ مسجد میں ہیں، ان کو بھی بلا لاؤ اور جو شخص راستے میں ملے اسے بھی لیتے آنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حیران تھا کہ کھانا معمولی اور تھوڑا سا ہے اور دعوت بے شمار لوگوں کی ہے۔ چنانچہ گھر کا صحن اور کمرہ سب بھر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ برتن لاؤ میں نے وہ برتن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تین انگلیاں ڈالیں تو کھانے میں اضافہ ہونے لگا وہ سب کھا کر واپس چلے گئے تو برتن میں اس قدر کھانا موجود تھا جس قدر میں لایا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(1) البداية والنهاية عربی ج٦/ص ١٦٢-١٦٣

فرمایا زینبؓ کے پاس لے جاؤ چنانچہ وہاں رکھ کر دروازہ بند کر کے چلا آیا۔ ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ابوحمزہ انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کتنے افراد کھا گئے؟ تو انہوں نے کہا اے یا ۲ے اشخاص تھے۔[1]

ایک مد جو میں حیرت انگیز اضافہ:

جعفر بن محمد فریابی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اصحاب صفہ کو بلا کر لانے کا حکم فرمایا میں ان سب کو تلاش کر کے رسول اللہ ﷺ کے در پر لایا پھر اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی پھر ہمارے سامنے ایک برتن میں کھانا رکھا جو قریباً ایک مد جو سے تیار ہوا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں دست مبارک رکھ کر فرمایا بسم اللہ کر کے کھاؤ ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا اور رسول اللہ ﷺ نے کھانا ہمارے سامنے رکھتے وقت یہ فرمایا بس ہمارے گھر میں صرف یہی کھانا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت ہوا جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو کتنا بچ رہا تھا فرمایا اس قدر باقی جتنا پہلے تھا' البتہ اس پر انگلیوں کے نشانات نظر آرہے تھے۔[2]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں دعوت:

جعفر فریابی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت کی اور صرف اسی قدر کھانا تیار کیا میں رسول اللہ ﷺ کو لینے آیا تو فرمایا انصار میں سے ۳۰ معززین کو بلالاؤ اور مجھے یہ شاق گزرا کہ میرے ہاں اس کے سوا اور کھانا نہ تھا اور میں نے کچھ ہچکچاہٹ محسوس کی تو دوبارہ فرمایا تیس معزز انصاری بلالاؤ۔ وہ تشریف لے آئے وہ کھا چکے تو انہوں نے آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار اور پھر بیعت کی پھر فرمایا ساٹھ معززین کو بلاؤ ابوایوب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے ساٹھ اشخاص بلانے میں تردد نہ تھا

---

① مسند ابی یعلی ج۶/ص۱۶۷۔۱۶۹

② دلائل النبوۃ للفریابی طبقۃ دار طیبۃ ص ۶۹

جس قدر تیس اشخاص بلانے میں تھا۔ وہ بھی آئے اور شکم سیر ہو کر کھا گئے اور جانے سے پہلے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے اور بیعت کر کے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نوے انصاری اور بلالاؤ ان کو بلایا وہ بھی کھا چکے اور جانے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقراری ہوئے اور بیعت کی' الغرض اس معمولی طعام سے ایک سو اسی انصاری شکم سیر ہوئے۔[1] یہ حدیث سند اور متن دونوں لحاظ سے نہایت غریب ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو عبدالاعلی سے بیان کیا ہے بذریعہ محمد بن ابی بکر مقدمی۔[2]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کھانے میں معجزانہ اضافہ:

حافظ ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی روز سے کھانا نہیں کھایا تھا اور یہ حالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق تھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ازواج مطہرات سے طعام معلوم کیا اور کسی کے پاس بھی کچھ نہ پایا تو حضرت فاطمہؓ سے کہا! بیٹی تمہارے پاس کوئی چیز ہے مجھے بھوک لگی ہے؟ انہوں نے کہا' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان' واللہ میرے پاس کچھ نہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے تو کسی ہمسایہ عورت نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دو روٹی اور کچھ گوشت تحفہ بھیجا تو آپؓ نے اسے برتن میں رکھا اور ڈھانپ کر کہا میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گی۔ (حالانکہ تمام اہل خانہ بھوکے تھے)

چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے تو عرض کیا کچھ تحفہ ہمسایہ سے آیا تھا وہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چھپا رکھا ہے۔ فرمایا لاؤ چنانچہ برتن سے کپڑا سرکایا تو وہ گوشت اور روٹیوں سے لبریز ہے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو جان گئیں کہ یہ برکت من جانب اللہ ہے' اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

---

(1) دلائل النبوۃ للفریابی ص ۲۸

(2) البدایۃ والنہایۃ عربی ج۱۶۴/۶۔۱۶۵)

میں پیش کیا تو آپ نے حمد وثنا کے بعد دریافت کیا یہ حیرت انگیز اضافہ کہاں سے ہے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اباجی! یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے حمد وثنا کے بعد کہا اس خدا کی تعریف وستائش ہے جس نے تمہیں مریم کی شبیہ بنایا وہ بھی جب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا تو یہی کہتی تھیں کہ یہ من جانب اللہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں نہ تھے ان کو بلایا پھر رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما سب نے کھایا اور سب ازواج مطہرات نے بھی کھایا اور پیالہ اسی طرح لبریز تھا جیسے شروع میں تھا اور باقی ماندہ ہمسایہ میں تقسیم کیا۔[1] یہ حدیث سند اور متن دونوں وجوہ سے غریب ہے۔

آغاز اسلام سے دعوت:

(وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) یہ آیت مبارک نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا ایک بکری کا گوشت ایک صاع گندم اور دودھ کا انتظام کرو اور اولاد عبدالمطلب کو دعوت دو چنانچہ چالیس افراد جمع ہوگئے سب نے خوب کھایا اور کھانا جوں کا توں باقی تھا اور اسی طرح دودھ بھی یہ انتظام مسلسل تین روز رہا اور ان کو دعوت توحید پیش کی رواہ ربیعہ بن ماجد از علی رضی اللہ عنہ۔

ثرید کے پیالہ میں برکت:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے تناول فرمایا اور سب حاضرین مجلس نے کھایا اور برابر ظہر تک کھاتے رہے کسی نے پوچھا اس میں اور کھانا ڈالا جاتا تھا؟ ادھر سے تو نہیں البتہ آسمان اور پردہ غیب سے ڈال دیا جاتا ہوگا۔ ترمذی اور نسائی میں یہ روایت معتمر بن سلیمان بذریعہ سلیمان مروی ہے۔[2]

---

(1) البداية والنهاية ج٦/ص ١٦٥-١٦٦

(2) رواه احمد فی مسنده ج٥/ص ١٢

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں معجزانہ طعام:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ حاجت مند لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا ہر آدمی اپنے ہمراہ ان میں سے کسی کو لے جائے چنانچہ رسول اللہ ﷺ دس اشخاص کو ساتھ لے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو ہمراہ لے گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رات کا کھانا نبی علیہ السلام کے پاس کھالیا اور رسول اللہ ﷺ کے کھانا کھانے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر کچھ رات گزر جانے کے بعد گھر تشریف لائے تو بیوی سے کہا تم نے مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا؟ اس نے کہا جناب! انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آجائیں تو کھائیں گے اور میں ڈر کے مارے چھپ گیا تو آپ ﷺ نے مجھے ارے احمق کہا اور جلی کٹی سنائیں اور مہمانوں سے کہا کھاؤ واللہ میں نہیں کھاؤں گا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کھانے سے ہم ایک لقمہ اٹھاتے تو کھانے میں اسی قدر اور اضافہ ہو جاتا۔ ہم سب شکم سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے زیادہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر اپنی بیوی سے کہا یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا یہ تو پہلے سے تین گناہ ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھایا اور فرمایا قسم ہے ایک شیطانی حرکت تھی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ مسلمانوں کا ایک قوم کے ساتھ معاہدہ تھا جس کی میعاد ختم ہو چکی تھی' ان کے بارہ نمائندے آئے۔ ہر ایک کے ہمراہ متعدد اشخاص تھے اللہ جانے وہ کتنے تھے؟ آپ نے وہ کھانا ان کیلئے بھیج دیا چنانچہ ان سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا[1] اور مسلم شریف میں بھی یہ ابوعثمان عبدالرحمٰن بن مل نہدی سے مذکور ہے۔

---

(1) رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب

کلیجی میں حیرت انگیز اضافہ:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ۱۳۰ اشخاص تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کا سامان ہے؟ چنانچہ ایک شخص ایک صاع آٹا لایا اور وہ گوندھا گیا' اتنے میں ایک پریشان حال والا لمبا تڑنگا کافر بکریاں ہنکاتا ہوا آیا' آپ ﷺ نے فرمایا فروخت کرو گے یا تحفہ پیش کرو گے اس نے کہا بیچوں گا چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی اور ذبح کے بعد کلیجی بھوننے کا حکم دیا اور ہر شخص کو تقسیم کی پھر گوشت دو بڑے پیالوں میں بھرا گیا سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور جو باقی بچ رہا اپنے ساتھ اٹھا لیا۔[1] بخاری شریف اور مسلم شریف میں بھی معتمر سے مروی ہے۔

کھانے میں غیر معمولی برکت:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنگ میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوراک کی اس قدر تکلیف اور تنگی ہوئی کہ لوگوں نے سواریوں کو ذبح کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا عرض کیا یارسول اللہ ﷺ سواریاں ذبح کردیں گے تو جنگ کیسے کریں گے؟ آپ ﷺ بچا کھچا توشہ طلب فرمائیں اور برکت کی دعا فرمائیں، آپ ﷺ نے بچا ہوا توشہ سفر منگوایا تو سب لوگ وہاں لے آئے آپ ﷺ نے اس پر برکت کی دعا کی اور فرمایا اپنے اپنے برتن بھر لیں پھر بھی بکثرت کھانا بچ رہا یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں شاہد ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں جس شخص کا توحید اور میری رسالت پر یقین ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔[2]

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور فریابی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن حافظ ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) رواہ احمد فی مسندہ ج۱/ص ۱۹۷-۱۹۸

(۲) رواہ احمد فی مسندہ ج۲/ص ۴۲۱-۴۲۲

نے سند کو اعمش سے شک کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ روایت ابو صالح' ابو سعیدؓ سے مروی ہے یا ابو ہریرہؓ سے اور اس میں غزوہ تبوک کی صراحت ہے اور امام مسلم یہ روایت اسی طرح شک کے ساتھ بھی بیان کرتے ہیں' واللہ اعلم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل:

امام احمد ابو عمرہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ لوگوں کو اس قدر خوراک کی تکلیف ہوئی کہ سواریاں ذبح کرنے کی اجازت طلب کی۔ یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمانے کا ارادہ کرلیا ہے تو عرض کیا دشمن سے ہم پیادہ اور بھوکے کیسے جنگ کریں گے؟ آپ ﷺ کا خیال ہو تو لوگوں کا باقی ماندہ توشہ طلب فرما کر دعا فرمائیں' اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا سے برکت کرے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے باقی ماندہ توشہ سفر کے جمع کرنے کا اعلان کر دیا ایک آدمی جو سب سے زیادہ کھانا لے کر آیا کھجور کا ایک صاع تھا۔ آپ ﷺ نے اس پر برکت کی دعا کی' پھر لشکر کو برتن لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب برتن بھر لئے گئے اور کھانا جوں کا توں باقی تھا یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے کہ آپ ﷺ کے دانت نظر آئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا کہ اس کلمہ کی بدولت انسان دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔

ابو بکر بزار ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن ابی ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے ابو قیس غفاری سے سنا کہ ہم جنگ تہامہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب ہم عسفان میں پہنچے تو لوگوں نے بھوک کا شکوہ کیا تو سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ ﷺ نے سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت فرما دی ہے تو پھر کس پر سوار ہوں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر کیا رائے ہے؟

عرض کیا کہ آپ ﷺ لوگوں سے باقی ماندہ توشہ سفر طلب فرمائیں اور اس پہ دعائے برکت فرمائیں۔ چنانچہ بچا ہوا سامان سفر ایک کپڑے میں جمع کیا پھر دعا کے بعد فرمایا اپنے اپنے برتن لے آؤ وہ سب برتن بھر کر لے گئے تو کوچ کا اعلان فرمایا راستے میں بارش ہوئی تو سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر تین شخص آئے' دو تو آپ ﷺ پاس بیٹھ گئے اور تیسرا اعراض کر کے چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان میں ایک اللہ تعالیٰ سے شرما گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے حیا کی لاج رکھی۔ دوسرے نے توبہ کی' اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمائی۔ باقی رہا تیسرا تو اس نے انحراف کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمایا۔[1]

ہمارے علم میں اس سند سے صرف ابوخنیس سے یہ حدیث مروی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ حدیث ابوخنیس غفاری رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

حافظ ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دشمن طاقتور اور تازہ دم ہے' ہم کمزور اور فاقہ مست ہیں۔ انصار نے عرض کیا' حکم ہو تو سواریاں ذبح کر کے لوگوں کو کھلائیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد طعام ہو وہ لے آئے چنانچہ پورے لشکر سے ۲۵/۲۰ صاع خوراک جمع ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر دعائے برکت کی اور فرمایا آرام سے لو' لوٹ نہ مچاؤ۔ چنانچہ سب برتن بھر لئے یہاں تک کہ آستینوں میں بھی اٹھا لیا گیا اور کھانا جوں کا توں باقی تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا کہ جو شخص اس کا صدق دل سے قائل ہو گا وہ دوزخ کی حرارت سے محفوظ رہے گا۔[2] نیز ابویعلی نے یہ روایت اسحٰق بن اسماعیل طالقانی' جریر' یزید بن ابی زیاد سے بھی بیان کی ہے جو سابق روایت کی شاہد' واللہ اعلم۔

---

① البداية والنهاية عربی ج٦/ص ١٧٠

② رواه ابو يعلى فى مسنده ج١/ص١٩٩

غزوہ خیبر میں آب ودانہ کا اعجاز:

حافظ ابویعلی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم جنگ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے توشہ سفر جمع کرنے کا حکم فرمایا' ایک دستر خوان پر وہ جمع کیا اس کی مجموعی مقدار میرے اندازے میں' بیٹھی ہوئی بکری کے برابر تھی۔ ہم چودہ سو افراد نے یہ کھانا کھایا میں نے پھر اندازہ کیا تو ابھی بکری کے جثہ کے برابر کھانا موجود تھا۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے' ہم نے توشہ دان بھر لئے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وضو کیلئے پانی ہے؟ چنانچہ ایک شخص لوٹے میں ذرا سا پانی لایا آپ ﷺ نے وہ پانی پیالے میں انڈیل دیا۔ چودہ سو اشخاص نے خوب دل کھول کر وضو کیا۔①

خندق کی کھدائی کے دوران معجزہ:

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ نعمان بن بشیر کی ہمشیرہ کو اس کی والدہ (عمرہ بنت رواحہ) نے کچھ کھجوریں دے کر کہا اپنے والد اور ماموں عبداللہ کے پاس لے جاؤ۔ وہ کہتی ہیں میں کھجوریں لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ابو اور ماموں جان کو تلاش کرتے ہوئے گزری' تو آپ ﷺ نے فرمایا' بیٹی! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا' یہ امی نے ابو اور ماموں کیلئے بھیجا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا ادھر آؤ لاؤ میں نے وہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیا وہ بھرے نہیں پھر آپ ﷺ نے دستر خوان بچھوایا اور اس پر ڈال دیا' پھر آپ ﷺ نے اعلان کروایا کہ سب خندق والے کھانے کیلئے چلے آئیں۔ سب سیر ہو گئے اور دستر خوان ہے ابھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے کھایا ہی نہیں۔②

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں عجیب اضافہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے اور

---

① رواہ ابو یعلی فی مسند ج ۱ / ص ۵۶۰

② البدایۃ والنہایۃ عربی ج ۲ / ص ۱۷۲

وہ مقروض تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے پاس قرض ادا کرنے کا سوائے کھجوروں کی پیداوار کے کوئی سامان نہیں اور اس پیداوار سے کئی برس تک قرض ادا نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ میرے ساتھ تشریف لے چلیں (کہ آپ ﷺ کے احترام سے) قرض دار مجھ سے بدکلامی نہ کریں۔ آپ ﷺ میرے ساتھ تشریف لے گئے اور کھجوروں کے ڈھیر کے گرد چکر لگا کر دعا فرمائی اور اسی ڈھیر پر بیٹھ گئے فرمایا اپنے اپنے قرض لیتے جاؤ قرض بھی پورا ہوگیا اور اتنی ہی کھجوریں باقی بچ رہیں۔ (رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب) یہ حدیث حضرت جابر سے متعدد طرق سے مروی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ:

مسند احمد میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ نقل ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سونے کی اس معمولی سی ڈلی سے میرا قرض کیسے اتر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے اسے پکڑ کر نوک زبان پر پھیر کر فرمایا' یہ لے جاؤ اور قرض ادا کرو' چنانچہ میں نے اس معمولی سی ڈلی سے چالیس اوقیہ قرض اتارا (اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے)۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا توشہ دان:

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں معمولی سی کھجوریں لایا اور عرض کی ان میں دعائے برکت فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اکٹھا کر کے دعا کی اور فرمایا اسے توشہ دان میں رکھ لو' ہاتھ ڈال کر نکالتے رہو' جھاڑیو نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر سے بندھا رہتا تھا' ہم اس سے کھاتے اور کھلاتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوران یہ توشہ دان میری کمر سے کٹ کر کہیں گر پڑا۔[2]

---

(۱) رواہ احمد مسندہ ج ۵/ص ٤٤٤

(۲) رواہ احمد فی مسندہ ج ۲/۲۵۲ ورواہ الترمذی فی الجامع فی المناقب مناقب ابی ہریرۃ

سنن ترمذی میں بھی یہ واقعہ ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن غریب کہا۔

﴿۲﴾...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں شامل تھے۔ بھوک کی شدت نے ستایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کچھ کھانا تمہارے پاس ہے؟ عرض کیا توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا لاؤ میں نے لا کر پیش کیں تو فرمایا چرمی دستر خوان بچھا دؤ میں نے بچھا دیا تو آپ ﷺ نے توشہ دان سے سب کھجوریں نکال لیں جو ۲۱ تھیں اور ہر ایک کو بسم اللہ پڑھ کر جدا جدا رکھ دیا بعد ازیں اکٹھی کر کے فرمایا فلاں صاحب اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ' وہ شکم سیر ہو کر چلے گئے تو فرمایا فلاں آدمی اور اس کے ہمراہیوں کو لے آؤ' وہ بھی تناول فرما کر چلے گئے تو فرمایا فلاں اور اس کے رفقاء کو دعوت دؤ وہ بھی کھا کر چلے گئے تو کھجوریں بچ رہیں مجھے فرمایا بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا تو ہم دونوں نے کھائیں اور باقی ماندہ کھجوریں میں نے توشہ دان میں رکھ لیں اور مجھے نصیحت فرمائی' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں سے ہاتھ سے نکالو' پلٹو نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکالتا رہا اور اس سے ۵۰ وسق راہ خدا میں خیرات کئے۔ وہ توشہ دان میرے پالان کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں گر کر ضائع ہو گیا۔[1] ایک وسق قریباً ڈیڑھ سو کلو کا ہوتا ہے۔

﴿۳﴾...... حافظ ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اسلامی زندگی میں مجھ پر تین مصائب نہایت سخت آئے رسول اللہ ﷺ کی وفات' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور توشہ دان۔ توشہ دان کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے آپ ﷺ نے فرمایا تیرے پاس کچھ ہے؟ عرض کیا توشہ دان میں کھجوریں ہیں۔ فرمایا دس اشخاص کو بلاؤ' آپ ﷺ نے اس میں سے کھجوریں نکال کر

---

(1) (دلائل النبوة للبيهقي ج٦/١٠٩-١١٠)

دعائے برکت کی اور فرمایا دس اشخاص کو بلاؤ' وہ کھا کر چلے گئے تو یکے بعد دیگرے دس دس افراد کو بلایا یہاں تک کہ سارا لشکر سیر ہو گیا اور کھجوریں باقی بچ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں ہاتھ ڈال کر نکالتے رہو' الٹ کر خالی نہ کرو۔ چنانچہ میں اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کھاتا رہا' ان کی شہادت کے بعد میرا مال و متاع لوٹ لیا گیا اور توشہ دان بھی۔ میں نے اس سے کم از کم دو سو وسق کھجوریں کھائی ہونگی۔[1]

﴿۴﴾...... مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کھجوریں عطا فرمائیں میں نے وہ تھیلے میں ڈال کر چھت سے لٹکا دیں ہم ہمیشہ اس سے کھاتے رہے بالآخر مدینہ پر شامیوں کے حملہ کے دوران وہ ضائع ہو گئیں'[2]

سات کھجوروں کا اعجاز:

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عرباض بن ساریہ کے ترجمہ و تعارف میں یہ قصہ نقل کیا ہے کہ میں سفر حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی خاطر دروازے پر رہتا تھا تبوک میں ایک رات کسی ضرورت کیلئے چلا گیا واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کھانے سے فارغ ہو چکے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہاں تھا؟ میں نے بتایا تو اتنے میں جعال بن سراقہ اور عبداللہ بن معقل مزنی رضی اللہ عنہما بھی آ نکلے۔ ہم تینوں بھوکے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کھانے کیلئے کچھ طلب کیا مگر نہ ملا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے تھیلی سے ٹٹول کر سات کھجوریں نکالیں اور ایک پلیٹ میں رکھ دیں آپ نے اس پر دست مبارک رکھ کر کچھ پڑھا اور فرمایا بسم اللہ کیجئے۔ میں کھاتا جاتا تھا اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا تھا' میں نے ۵۴ کھجوریں کھائیں اور میرے ساتھیوں نے پچاس پچاس ہم خوب سیر ہو چکے تو کھجوریں بدستور پوری سات تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو فرمایا اسے تھیلی میں رکھ لو' دوسرے دن پھر پلیٹ میں رکھ کر فرمایا کھاؤ۔ دس اشخاص نے خوب سیر ہو کر کھائیں اور کھجوریں بدستور اسی طرح

---

① دلائل النبوة للبيهقي ج٦ ص ١١١

② رواه احمد في مسنده ج٢/٣٢٤ وتفرد به

تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے شرمسار نہ ہوتا تو مدینہ میں واپسی تک انہی سے کھاتے رہتے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو ایک لڑکے کو دے دیں وہ چباتا ہوا چلا گیا۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلہ میں برکت:

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو میرے گھر میں صرف تھوڑے سے جو مچان پر رکھے تھے' میں دیر تک کھاتی رہی (وہ ختم نہ ہوئے) میں نے تو لے تو ان کی برکت جاتی رہی اور وہ ختم ہو گئے۔[2]

شادی میں معجزانہ تعاون:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا قصہ نقل کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے شادی کے سلسلہ میں تعاون طلب کیا آپ ﷺ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا تو ابورافع اور ابوایوب کو زرہ دے کر ایک یہودی کے پاس بھیجا وہ رہن کر کے تیس صاع جو لے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے وہ نوفل کے حوالے کر دیئے۔ نوفل کہتے ہیں میں نے یہ ٦ ماہ تک کھائے' پھر تو لے تو پورے تیس صاع تھے۔ نوفل کہتے ہیں میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی تو آپ نے فرمایا اگر تم اسے ماپتے نہ تو زندگی بھر اس سے کھاتے رہتے۔[3]

چکی کا تعجب خیز واقعہ:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص اپنے گھر آیا اور اہل خانہ کو خستہ حال پایا وہ جنگل میں نکل گیا اس کی بیوی نے دعا کی الٰہی ہمیں کھانا عطا فرما وہ دیکھتی ہے کہ چکی چلنے لگی' آٹے سے برتن بھر گیا تنور روٹیوں اور گوشت سے بھرپور ہے۔

---

(١) مختصر تاریخ دمشق لابن منظور ج١٦/ص٣٤١

(٢) رواہ البخاری فی صحیحہ فی الرقاق ومسلم فی صحیحہ فی الزھد

(٣) دلائل النبوۃ للبیھقی ج٦/ص١١٤

وہ جنگل سے واپس آیا اور پوچھا کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا جی ہاں! اللہ کا دیا سب کچھ ہے پھر اس نے چکی اٹھا کر سب آٹا جمع کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا اگر چکی نہ اٹھاتی تو قیامت تک چلتی رہتی لَوْتَرَكَهَا لَدَارَتْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری فاقہ مست اور محتاج تھا' پریشانی کی حالت میں گھر سے باہر چلا گیا۔ اس کی بیوی کو خیال آیا اگر چکی چلاؤں اور تنور میں آگ جلا دوں تو ہمسایوں پر ہماری ناداری کا راز فاش نہ ہوگا وہ ہمیں خوشحال سمجھیں گے چنانچہ اس نے آگ جلائی اور چکی چلائی۔ اتنے میں شوہر گھر آیا اور دروازے پر دستک دی' چکی کی آواز سن کر کہا کیا پیس رہی ہو' اس نے اپنا خیال بتایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ چکی سے آٹا نکل رہا ہے' چنانچہ انہوں نے سب برتن آٹے سے بھر لئے پھر تنور دیکھا تو اس میں تازہ روٹیاں موجود ہیں۔ اس نیک مرد نے یہ سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کیا تو پوچھا اب چکی چل رہی ہے تو اس نے کہا جی نہیں! ہم نے وہ اٹھا کر آٹا صاف کر لیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس کو اٹھاتے نہ تو وہ میری زندگی بھر چلتی رہتی یا تمہاری زندگی تک۔ هٰذَا الْحَدِيْثُ غَرِيْبٌ سَنَدًا وَّمَتْنًا

کافر مہمان ثمامہ رضی اللہ عنہ:

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کے ہاں ایک کافر مہمان آیا' وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ وہ صبح کو مسلمان ہو گیا تو صرف ایک بکری کے دودھ سے سیر ہو گیا اور دوسری کا دودھ نہ پی سکا تو آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور غیر مسلم سات آنت میں۔ [۲] یعنی مسلمان ایمان برکت سے خوراک کم کھاتا ہے اور کافر پیٹو اور حریص ہوتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں ایک دیہاتی آنحضور ﷺ کے ہاں مہمان ٹھہرا۔

---

(۱) دلائل النبوة للبيهقي ج ۶/ ۱۰۵-۱۰۶
(۲) رواه مالك في الموطا ج ۲/ ص ۹۲۴

آپ ﷺ نے بسیار تلاش کے بعد معمولی سا روٹی کا ٹکڑا مہیا کیا' اس کے متعدد ٹکڑے بنا کر دعا فرمائی۔ اس نے کھایا تو پھر بھی بچ رہا تو اس نے کہا' اے محمد ﷺ آپ ﷺ صالح انسان ہیں۔ آپ نے فرمایا مسلمان ہوجا تو اس نے پھر وہی تعریفی کلمات کہے اور چلا گیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ١١٧)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں ایک مہمان آیا' آپ ﷺ نے جستجو کے بعد کھانے کو کچھ نہ پایا تو دعا کی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ فَاِنَّهٗ لَا یَمْلِكُهَا اِلَّا اَنْتَ اچانک آپ ﷺ کی خدمت میں بھنی ہوئی سالم بکری کا تحفہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور ہم اس کے انتظار میں ہیں۔[1]

یہ روایت بجائے مرفوع کے مرسل درست ہے[2] اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی ایک واقعہ واثلہ بن اسقع سے بیان کیا ہے مگر اس میں اصحاب صفہ کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک میں افطاری کے بعد ان کو ہر کوئی حسب استطاعت اپنے ساتھ لے جاتا تھا مگر مسلسل تین روز ان کو کسی نے کچھ نہ کھلایا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے بھی بسیار تلاش کے بعد گھر میں کچھ نہ پایا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی الٰہی! ہم تیرے فضل و کرم کے سائل ہیں جو تیرے قبضہ میں ہے تیرے علاوہ کسی کے قبضہ میں کچھ نہیں چنانچہ فوراً ایک بھنی ہوئی بکری سالم کا تحفہ آیا سب نے سیر ہو کر کھایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نے اللہ تعالیٰ سے فضل و رحمت کا سوال کیا تھا یہ اس کا فضل ہے اور رحمت اس کے پاس ہمارے لئے ذخیرہ ہے۔[3]

بکری کی دستی:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سالم بن عبداللہ مجلس میں کسی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی

---

① دلائل النبوۃ للبیہقی ج٦/ص١٢٨
② البدایۃ والنہایۃ عربی ج٦/ص١٧٩
③ دلائل النبوۃ للبیہقی ج٦/ص١٢٩

خدمت میں روٹی اور گوشت پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا دستی اٹھا دو پھر دوسری دستی طلب کی تو وہ بھی تناول فرمائی تو پھر دستی طلب فرمائی تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بکری کے دو ہی دستیاں ہوتی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرے باپ کی قسم! اگر تو خاموش رہتا تو میں جس قدر مانگتا تو دیتا رہتا۔

یہ حدیث درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آباؤ اجداد کی قسم اٹھانے سے منع فرمایا ہے ادیگر اس سند میں دو راوی مبہم ہیں۔

﴿۲﴾......امام احمد ابی رافع مولیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں ایک بکری بطور تحفہ آئی رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو دریافت کیا یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ تحفہ آیا ہے چنانچہ میں نے وہ پکائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابورافع رضی اللہ عنہ دستی لاؤ' میں نے پیش کی تو فرمایا دوسری بھی لاؤ' میں نے وہ بھی پیش کردی تو فرمایا اور لاؤ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بکری کی دستیاں دو ہی ہوتی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم خاموش رہتے تو میں مانگتا رہتا تم دیتے رہتے۔ پھر آپ ﷺ نے کلی کر کے ہاتھ دھوئے اور نماز پڑھی پھر ٹھنڈا سالن کھا کر مسجد میں چلے گئے' نماز پڑھائی اور دوبارہ وضو نہیں کیا۔[۲]

﴿۳﴾......امام احمد' ابو رافع سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سالم بکری کا گوشت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا دستی لاؤ میں نے وہ پیش کردی۔ پھر دوسری دستیاں طلب کی میں نے وہ بھی پیش کردی تیسری طلب کی تو میں نے عرض کیا بکری کی دو ہی دستیاں ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو خاموش رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا تو دیتا رہتا۔[۳]

رسول اللہ ﷺ کو دستی کا گوشت پسند تھا' اسی وجہ سے زینب یہودیہ نے خیبر میں دستی کے گوشت میں زہر حل کر دیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے ایک لقمہ کھایا تو لقمہ نے ہی آپ کو

---

① رواہ احمد فی مسندہ ج ۲/ص ۴۸

② رواہ احمد فی مسند ج ۶/ص ۳۹۲

③ رواہ احمد فی مسند ج ۶/ص ۸

زہر سے مطلع کر دیا تھا۔

﴿۴﴾ یہی معجزہ حافظ ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ ابو رافع سے منقطع اور موصول دو طرق سے روایت کرتے ہیں اور ایسا ہی ایک واقعہ مسند احمد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' اس میں ہے اگر تم اور تلاش کرتے تو موجود پاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں معجزانہ برکت:

مسند احمد میں دکین بن سعید خشعمی کا بیان کہ ہم چار سو چالیس افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ہم نے غلے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا جاؤ ان کو غلہ دو۔ انہوں نے کہا میرے پاس تو صرف اہل خانہ کیلئے ہی غلہ موجود ہے اور عیال کثیر ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ان کو حسب ضرورت دو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد کی تعمیل کی اور ان کو ساتھ لے کر چلے آئے اور اپنے بالا خانہ میں لے گئے۔ نیفہ سے چابی نکال کر تالا کھولا۔ وہ کھجوریں جو اونٹ کے بچہ کے بیٹھنے کی جگہ کو محیط تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اٹھا لاؤ' ہم نے حسب منشا اٹھائیں اور میں سب سے آخر میں لے کر فارغ ہوا میں نے دیکھا کہ کھجوروں میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔[1] رواہ ابوداؤد عن عبدالرحیم رواہی۔

سو کھجوروں میں برکت:

حضرت ابو رجا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اور انصاری سے کہا اگر ہم یہ باغ سیراب کر دیں تو کیا اجرت ہو گی؟ اس نے عرض کیا میں تو اسے بڑی محنت سے بھی سیراب نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اعلیٰ قسم کی سو کھجوروں کے عوض ہم اسے سیراب کر دیتے ہیں۔ اس نے عرض کیا جیسے چاہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے فوراً سیراب کر دیا اور مالک کہنے لگا باغ تو ڈوب گیا۔

---

① رواہ الامام احمد فی المسند ج۴/ص ۱۷۵

پھر آپ ﷺ نے سو عدد عمدہ قسم کی کھجوریں پسند فرمائیں۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھائیں اور باقی ماندہ وہی سو کھجوریں اسے واپس فرما دی۔[1] یہ حدیث غریب ہے اور اس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں علی بن عبدالعزیز بغوی سے بیان کیا ہے۔

درخت کا چلنا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ایک روز خون میں لت پت غمناک بیٹھے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کیا بات ہے؟ فرمایا ان کفار مکہ نے مجھے بدحال کر دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا کوئی معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو جبرائیل علیہ السلام نے ایک درخت کو دیکھ کر فرمایا اسے بلائیں۔ آپ نے بلایا تو وہ چلا آیا اور سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا اب اسے واپس جانے کا حکم دیجئے' وہ واپس چلا گیا تو آپ نے فرمایا بس کافی ہے۔ یہ سند شرط مسلم کی حامل ہے اور صرف ابن ماجہ میں مذکور ہے۔[2]

﴿۲﴾...... بیہقی' حماد بن سلمہ سے بواسطہ علی بن زید' ابورافع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ کفار مکہ کی اذیت سے رسول اللہ ﷺ پریشان ہو کر حجون پر بیٹھے تھے' دعا فرمائی' الٰہی مجھے آج کوئی نشانی دکھایئے' بعد ازیں مجھے کسی تکذیب کرنے والے کی پرواہ نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ ﷺ کو اشارہ ہوا کہ فلاں درخت کو بلایئے' چنانچہ وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا آیا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے حکم دیا وہ واپس اسی مقام پر چلا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے اب کسی تکذیب کرنے والے کی پرواہ نہیں۔[3]

﴿۳﴾...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کفار مکہ کی تکذیب سے پریشان ہو کر کسی شعب میں جا رہے تھے۔ انہوں

---

① رواہ ابن منظور فی مختصر تاریخ دمشق ج۲/ص ۱۵۳'۱۵۴

② رواہ ابن ماجہ فی النفس

③ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ

نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیا تھا۔ جناب! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباؤ اجداد سے بھی افضل ہیں تو اسی وقت اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُوْنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّھَا الْجٰھِلُوْنَ نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، خدایا! مجھے کوئی اطمینان بخش معجزہ دکھا جس سے غم کافور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس درخت کی جس شاخ کو چاہو بلاؤ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ کو بلایا تو وہ ٹوٹ کر زمین کو پھاڑتی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا شکر کیا اور طبیعت خوش ہو گئی اور پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے واپس چلی گئی۔[1]

کھجور کے خوشہ کا آنا:

امام احمد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عامری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مہر نبوت دکھایئے جو آپ کے شانہ مبارک پر ہے، میں حاذق طبیب ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میں آپ کو ایک معجزہ دکھاؤں اس نے کہا بالکل اس نے کھجور کے خوشے کو دیکھ کر کہا اسے بلایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس چلا جا تو وہ واپس چلا گیا تو عامری نے کہا اے آل عامر! میں نے اس سے بڑا جادوگر آج تک نہیں دیکھا۔[2]

﴿۲﴾...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت (بذریعہ ابی ظبیان) میں ہے کہ اس عامری نے معجزہ خود طلب کیا تھا اور ابو ظبیان سے سماک یہ بھی روایت کرتا ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا اور ایمان لے آیا۔ تاریخ بخاری میں یہ محمد بن سعید اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں اس نے آپ کو ساحر سمجھا پھر وہ اپنی بصیرت سے مسلمان ہو گیا۔[3]

---

① دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶/ص۱۴ وھو مرسل عن الحسن البصری

② رواہ الامام احمد فی المسند ج۱/ص۲۲۳

③ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج۶/ص۱۶

﴿۳﴾......امام بیہقی نے بواسطہ سالم بن ابی الجعد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ خوشہ زمین چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑا ہو کر سجدہ ریز ہوا اور سر اٹھایا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس جانے کا حکم فرمایا یہ منظر دیکھ کر عامری نے کہا اے آل عامر! آئندہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی تکذیب نہیں کروں گا۔

درخت کا شہادت دینا:

امام حاکم، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کسی سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ایک دیہاتی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ اس نے کہا گھر کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کسی نیک کام کی بھی ضرورت ہے؟ اس نے پوچھا وہ کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو میری رسالت اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کر لے اس نے کہا کیا اس پر کوئی دلیل بھی ہے فرمایا یہ درخت شاہد ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے تین بار اللہ کی الوہیت اور رسول کی رسالت کی شہادت طلب کی، اس نے شہادت دی اور پھر اپنے اصل مقام پر لوٹ گیا۔ اس دیہاتی نے وعدہ کیا اگر میری قوم نے میری بات مان لی تو پوری قوم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آؤں گا ورنہ میں تنہا واپس چلا آؤں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کروں گا۔ (یہ سند جید ہے)[1]

ستون کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتیاق میں رونا اور درد فراق سے جزع فزع کرنا

﴿۱﴾......حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت جب کھجور کے پتوں اور ڈالیوں کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا

---

(۱) دلائل النبوة للبيهقي ج٦/ص ١٤، ١٥

کرتے تھے۔ ایک صحابیؓ نے استفسار کیا کہ منبر تیار کریں جس پر آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے تصویب فرمائی تو تین منزلہ منبر تیار کیا گیا۔ مسجد نبوی میں رکھ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ کا اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا ارادہ ہوا اور اس کے پاس سے گزر کر منبر پر بیٹھ گئے تو اس ستون سے رونے کی بیل جیسی آواز آئی اور وہ پھٹ گیا' رسول اللہ ﷺ نے اس کے رونے کی آواز سنتے ہی منبر سے اتر کر اس پر ہاتھ پھیرا (اور وہ چپ ہو گیا) تو پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔[1]

فائدہ:

جب مسجد کی تجدید و مرمت کا ارادہ ہوا تو یہ خرما کا ستون حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی حفاظت میں رکھ لیا اور ان کے پاس اسے دیمک نے چاٹ لیا اور بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور وہ چپ ہو گیا (ثَمَّ سَكَنَ) کا اضافہ راوی نمبر ۳ کا شاگرد عبید اللہ بن عمرو الرقی بیان کرتا ہے جسے امام احمد زکریا بن عدی سے نقل کرتے ہیں اور دیکھو سنن ابن ماجہ باب مَاجَاءَ فِي بَدْءِ شَانِ الْمِنبَرِ۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ:

حافظ ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز مسجد میں نبی علیہ السلام ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک رومی نے کہا کیا آپ ﷺ کیلئے تین منزلہ منبر تیار کر دیں جس پر آپ ﷺ خطبہ دیا کریں۔ چنانچہ جب منبر تیار ہو گیا اور آپ ﷺ اس پر خطبہ کیلئے جلوہ افروز ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے فراق کی وجہ سے وہ بیل کی طرح دھاڑنے لگا تو رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر کر اس سے لپٹ گئے تو اس کی آواز بند ہو گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اسے سینہ سے نہ لگاتا تو تا قیامت درد فراق سے روتا رہتا پھر آپ

---

[1] مسند الشافعی ج ۱/ص ۱۴۲

کے حکم سے دفن کر دیا گیا۔① عمر بن یونس سے امام ترمذی نے بھی بذریعہ محمود بن غیلان یہ روایت بیان کی ہے اور اس کی صحیح کو غریب کہا ہے۔

﴿۳﴾......ابوبکر بزاز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو اس پر خطبہ دینے لگے وہ ستون رونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اسے گود میں نہ لیتا تو وہ تا قیامت روتا رہتا۔② اور یہ روایت ابن ماجہ شریف میں بھی حماد سے بذریعہ بہزین اسد، ابوبکر بن فلاد سے بیان ہے۔

﴿۴﴾......امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ایک ستون سے ٹیک لگاتے تھے جب سامعین زیادہ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منبر تیار کرو کہ سب سن سکیں۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس ستون سے مامتا کی ماری کی طرح رونے کی آواز آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اسے گود میں لے لیا تو اس کی آواز تھم گئی۔③ ابوالقاسم بغوی نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس سے حدیث میں اضافہ نقل کیا ہے کہ وہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو زار و قطار رونے لگتے اور فرماتے لوگو! ایک بے جان لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دردِ فراق سے رونے لگی تو پھر مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کا درد زیادہ ہونا چاہئے۔

﴿۵﴾ حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

﴿۶﴾......ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

﴿۷﴾......امام احمد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ خرمے کے تنے سے ٹیک لگا کر دیا کرتے ہیں ایک انصاری خاتون نے کہا

① رواہ الحافظ ابو یعلی الموصلی فی سندہ ج۶/ص ۳۱۱

② رواہ الحافظ الحافظ ابو بکر بزار مسند

③ رواہ الامام احمد فی المسند ج۳/ص ۲۲۶

جس کا غلام نجار تھا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ ﷺ کیلئے منبر نہ بنوالیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، بنواؤ۔ منبر تیار ہوا تو جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اچانک ستون بچے کی طرح رونے لگا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور اس کو پہلو سے لگایا اور وہ بچے کی طرح سسکیاں بھر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس لئے رو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سنا کرتا تھا اب اس کو نہیں پا رہا۔[1] (امام بخاری نے یہ روایت صحیح میں متعدد مقامات پر درج کی ہے۔

﴿۸﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کے ستونوں پر قائم تھی اور رسول اللہ ﷺ ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کیلئے منبر تیار ہوا اور آپ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے اس ستون سے اونٹنیوں کی طرح بلبلانے کی آواز سنی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔[2]

﴿۹﴾...... حافظ ابوبکر بزار سے بھی منقول ہے۔ اس میں کریب کی بجائے سعید بن ابی کریب درست ہے۔ جیسا کہ سعید بن ابی کریب عن جابر سے مروی ہے نیز سعید بن ابی کریب سے صرف اسحٰق ہی روایت کرتا ہے باقی رہا متن حدیث تو وہ حسب سابق ہے۔

﴿۱۰﴾...... امام احمد جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں كَانَ النَّبِيُّ يَخْطُبُ اِلٰى خَشْبَةٍ فَلَمَّا جُعِلَ لَهٗ مِنْبَرٌ حَنَّتْ جَنِيْنَ النَّاقَةِ فَاَتَاهَا فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهَا وَ سَكَنَتْ

﴿۱۱﴾...... ابوبکر بزار حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ منبر تیار ہونے سے قبل رسول اللہ ﷺ ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ منبر پر خطبہ شروع کیا تو ستون سے رونے کی آواز آئی جو سب نے سنی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔[3]

---

① رواه الامام احمد فی المسند ج ۱ / ص ۳۰۰

② رواه البخاری فی صحیحه فی المناقب وفی البیوع

③ رواه ابو بکر بزار فی مسنده

بقول امام بزار امام زہری سے صرف سلیمان بن کثیر ہی روایت کرتے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ سند جید ہے' اس کے راوی صحیح بخاری کی شرط کے حامل ہیں۔

﴿۱۲﴾......ابونعیم (دلائل میں) (عبدالرزاق عن معمر عن زہری عن رجل سماہ عن) جابر

﴿۱۳﴾......ابونعیم عن ابی عاصم بن علی' سلیمان بن کثیر' یحیٰی بن سعید عن سعید بن المسیب رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ عن جابر رضی اللہ عنہ۔

﴿۱۴﴾......ابوبکر بن خلاد حدثنا احمد بن علی بن الخرار حدثنا عیسی بن مساور حدثنا ولید بن مسلم عن اوزاعی عن یحیٰی بن ابی کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ عن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ علیہ عن جابرؓ۔

﴿۱۵﴾......اِمَام اَحْمَد حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اور فَرُوْحٌ اَخْبَرَنِیْ اَبُوالزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ

﴿۱۶﴾......امام احمد (ابن ابی عدی' سلیمان ابونصرہ) جابر اور یہ ابن ماجہ میں باب بدء شان المنبر کی آخری روایت ہے' ابوبشر بکر بن خلف از ابن ابی عدی ان پانچ اسناد کا متن تقریباً ایک ہی ہے۔ معمولی الفاظ کا فرق ہے اور یہ روایت حضرت جابر سے دس اسناد سے مروی ہے۔

حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ:

﴿۱۷﴾......ابوبکر بن ابی شیبہ' سفیان بن عیینہ' ابی حازم کہتے ہیں کہ (منبر رسول اللہ ﷺ کی لکڑی کے بارے میں اختلاف ہوا تو وہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ غلبہ موضع کے جھاڑ سے بنا تھا) رسول اللہ ﷺ قبل ازیں خرمہ کے تنے سے سہارا لگا کر خطبہ دیا کرتے اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جب (جھاؤ) کا منبر بنا تو اس پر خطبہ کیلئے تشریف فرما ہوئے تو اس ستون سے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے اتر کر اسے تھاما تو وہ خاموش ہوگیا۔[1] یہ حدیث سہل بن سعد سے ان کا بیٹا عباس بھی روایت کرتا جو عباس سے کئی راوی بیان کرتے ہیں۔

---

(1) مسند ابن ابی شیبہ ص ۸۷

حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

﴿۱۸﴾......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان رحمۃ اللہ علیہ، حماد رحمۃ اللہ علیہ عمار بن ابی عمار رحمۃ اللہ علیہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں۔اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـہِ کَانَ یَخْطُبُ اِلٰی جِذْعٍ قَبْلَ اَنْ یُّتَّخَذَ الْمِنبَرُ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنبَرُ وَتَحَوَّلَ اِلَیْہِ حَنَّ اِلَیْہِ فَاَتَاہُ فَاحْتَضَنَہٗ فَسَکَنَ قَالَ وَلَوْلَمْ اَحْتَضِنْہُ لَحَنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔[1] یہ حدیث شرط مسلم شریف کی حامل ہے اور حماد بن سلمہ سے ابن ماجہ شریف باب بدء شان المنبر میں بھی ہے۔

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

﴿۱۹﴾......باب ''علامات النبوۃ'' میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا اور اس پر خطبہ دینا شروع کیا تو ستون رویا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ پھیرا (تو وہ خاموش ہو گیا)[2]

﴿۲۰﴾......عبدالحمید نے یہ عثمان بن عمر، معاذ بن علاء) نافع رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے۔

﴿۲۱﴾......ابو عاصم (ابن ابی رداد، نافع رحمۃ اللہ علیہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

﴿۲۲﴾......امام ترمذی (عمر بن فلاس، عثمان بن عمر اور یحییٰ بن کثیر، ابو غسان عنبری، معاذ بن علاء، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں اور اس کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

﴿۲۳﴾......استاذنا ابوالحجاج مزی اطراف میں (علی بن نصر بن علی جہضمی احمد بن خالد خلال، عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی رحمۃ اللہ علیہ، عثمان بن عمر رحمۃ اللہ علیہ، معاذ بن علاء رحمۃ اللہ علیہ) حضرت نافع رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔[3]

---

(۱) رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۱/ص ۲۴۹

(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ فی دلائل النبوۃ

(۳) تحفۃ الاشراف ج۵/ص ۶۱۰

تنبیہ:

بقول ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ ذکر کیا ہے وہ دراصل عبد بن حمید متوفی ۲۴۰ھ ہے' واللہ اعلم۔ نیز ہمارے استاذ ابوالحجاج مزی کہتے ہیں کہ بعض علماء سے نقل ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ابوحفص کے نام میں وہم ہوا ہے ان کا نام عمرو نہیں بلکہ معاذ ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بخاری شریف کے تمام نسخوں میں نہیں ہے بلکہ بخاری شریف کے جو نسخے میرے زیر مطالعہ رہے ہیں میں نے ان میں سے کسی نسخہ میں یہ نام درج نہیں دیکھا' واللہ اعلم۔

نیز یہ حدیث حافظ ابونعیم نے دو سند سے نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کی ہے' اس میں ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہم منبر تیار کریں؟

﴿۲۴﴾...... امام احمد (حسین' خلف' ابی خباب یحیٰی بن ابی حیہ' یحیٰی مذکور) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں۔ كَانَ جِزْعُ نَخْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ يُسْنِدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ظَهْرَهُ اِلَيْهِ اِذَا كَانَ يَوْمُ جُمْعَةٍ اَوْ حَدَثَ اَمْرٌ يُرِيْدُ اَنْ يُكَلِّمَ النَّاسَ فَقَالُوْا اَلَا نَجْعَلُ لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ شَيْئًا كَقَدْرِ قِيَامِكَ قَالَ لَا عَلَيْكُمْ اَنْ تَفْعَلُوْا فَصَنَعُوْا لَهُ مِنْبَرَ ثَلَاثَ مَرَاقِيَ قَالَ فَجَلَسَ عَلَيْهِ فَخَارَ الْجِزْعُ كَمَا تَخُوْرُ الْبَقَرَةِ جِزْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَالْتَزَمَهُ وَمَسَحَهُ حَتّٰى سَكَنَ (ترجمہ سابقہ احادیث والا ہی ہے)۔[1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت:

﴿۲۵﴾...... عبد بن حمید لیثی (علی بن عاصم' جریری' ابوضرہ عبدی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز ایک خرمے کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو چکا ہے اور وہ سب آپ ﷺ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔

---

(۱) رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۲/ص ۱۰۹

اگر آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمائیں تو سب آپ ﷺ کا دیدار کر سکتے ہیں' آپ نے فرمایا ٹھیک ہے' اچھا کون شخص منبر تیار کرے گا؟ ایک صاحب نے اٹھ کر کہا جی میں! آپ ﷺ نے فرمایا تو اسے بنا سکے گا؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! مگر اس نے انشاء اللہ نہ کہا آپ ﷺ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے نام بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جا۔ اسی طرح دو اشخاص نے بنانے کی پیشکش کی مگر یہ دونوں بھی ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ پھر چوتھے نے منبر تیار کرنے کی خواہش کی تو اس نے کہا میں انشاء اللہ تیار کروں گا۔ پھر اس کا نام دریافت کیا تو اس نے کہا ابراہیم رضی اللہ عنہ۔ آپ ﷺ نے منبر تیار کرنے کی اجازت فرمائی پھر جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگ آپ کی طرف متوجہ تھے تو خرما کے تنے سے رونے کی آواز آئی اور میں نے خود سنی جب کہ میں مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھا تھا' رسول اللہ ﷺ نے منبر سے اتر کر اسے گلے لگایا اور وہ خاموش ہو گیا پھر آپ ﷺ نے حمد وثنا کے بعد برسر منبر فرمایا یہ کھجور کا ستون میرے درد فراق سے رویا ہے اگر میں اتر کر اس کو گلے لگا کر دلاسا نہ دیتا تو وہ تا قیامت روتا رہتا۔ اس بیان میں عجوبہ پن ہے۔

﴿۲۶﴾...... حافظ ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ہر جمعہ ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک رومیؓ نے تجویز پیش کی کہ میں آپ ﷺ کیلئے ایک منبر تیار کر دیتا ہوں جس پر آپ ﷺ بیٹھے ہوئے نمایاں معلوم ہوں۔ آپ ﷺ نے تجویز کو درست فرمایا تو اس نے منبر تیار کر دیا آپ ﷺ اس پر جلوہ افروز ہوئے تو ستون رونے لگا جیسے اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے۔ آپ ﷺ نے اتر کر اس پر ہاتھ رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔

میں نے دوسرے روز اسے وہاں نہ پا کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے گزشتہ شب اسے یہاں سے تبدیل کر دیا ہے۔[1] یہ حدیث بھی غریب ہے۔

---

[1] رواہ الحافظ ابو یعلی فی مسندہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت:

﴿۲۷﴾......حافظ ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دنیا یا آخرت کی رفاقت کا اختیار دیا۔ اس نے آخرت کی رفاقت کو ترجیح دی اور زمین میں اس قدر دھنس گیا کہ اس کا نشان باقی نہ رہا۔[1] یہ حدیث بھی متن اور سند دونوں لحاظ سے ضعیف ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت:

﴿۲۸﴾......ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے تو وہ بیل کی طرح آواز کرنے لگا اور سب نمازیوں نے آواز سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتر کر آئے تو وہ چپ کر گیا۔[2]

معلّٰی بن ہلال کی روایت میں ہے وہ منبر گوگل کے درخت کی لکڑی سے تیار ہوا تھا۔ اسی مسند سے مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے منبر کے پائے جنت کے ایک زاویہ میں ہیں، میرے منبر اور گھر کا درمیانی قطعہ ارضی جنت کا باغیچہ ہے۔[3] اس معجزہ کا صحابہ کرامؓ کے جم غفیر سے متعدد اسناد کے ساتھ مروی ہونا اس کے وقوع کا قطعی اور بین ثبوت ہے۔

امام بیہقی نے عمرو بن سواد کی معرفت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر معجزات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں اس قدر کسی نبی کو بھی عطا نہیں فرمائے۔

ابن سواد نے پوچھا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا

① دلائل النبوۃ لابی نعیم
② وقال الھیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر درحالہ موثقون
③ اخرجہ النسائی فی الحج من سنۃ الکبری ھذالوجہ اخرجہ الحمیدی واحمد

کیا ہے تو کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی؟ تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ایک بے جان لکڑی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دردِ فراق میں رونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھامنے سے یکا یک چپ ہو جانا احیا موتی اور مردوں کو زندہ کرنے سے بڑھ کر معجزہ ہے۔[1]

پتھروں کی آوازیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا:

(۱)......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سوید بن یزید سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھنے کے بعد میں تو عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہایت ادب واحترام سے لیتا ہوں۔ وہ یوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائیوں کا متلاشی رہتا تھا۔ میں نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا بیٹھے دیکھ کر موقعہ غنیمت سمجھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھ گیا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور سلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے وہ عمر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے سے سات یا نو کنکریاں پکڑیں تو ان سے مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نیچے رکھ دیا تو وہ آواز بند ہوگئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر ان کو زمین پر رکھ دیا تو ان کی آواز رک گئی۔ پھر ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو پھر بھی ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر ان کو نیچے رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر پکڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھ دیں تو اسی طرح ان سے تسبیح کی آواز آنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نبوت کی طرز پر خلافت ہے۔[2]

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیهقی ج٦/ص٦٨

(۲) دلائل النبوۃ للبیهقی ج٦/ص٦٤-٦٥

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں صالح بن ابی الاضر کا حافظہ قوی تھا اور محفوظ سند یہ ہے کہ صالح ابوحمزہ کے واسطہ سے زہری سے بیان کرتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ذہلی م ۲۵۸ھ (مجموعہ زہریات میں ہے) ابوالیمان شعیب سے بیان کرتے ہیں کہ ولید بن سوید نے کہا کسی سلیمی بوڑھے کا بیان ہے جس نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملاقات کی۔ اتفاقاً ایک مجلس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر آیا' جس میں ابوذر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے تو سلیمی نے کہا میرے خیال میں تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونگے کہ ان کو ربذہ میں پابند مسکن کردیا تھا) تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ کو ایسا ویسا مت کہو میں نے ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھا ہے۔ اسے تاحیات فراموش نہ کرسکوں گا پھر انہوں نے سابق روایت کی طرح سارا قصہ بیان کیا ہے۔[1]

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں صالح رحمۃ اللہ علیہ روایت سے شعیب کی روایت اصح ہے' دلائل النبوۃ میں ابونعیم حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سابق روایت کی طرح بیان کرتے ہیں۔ نیز یہ شہر بن حوشب اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی بیان کرتے ہیں۔

در و دیوار کا آمین کہنا:

حافظ بیہقی ابوسعید ساعدی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کل آپ اہل وعیال سمیت میرے آنے تک گھر میں ہی رہیں' مجھے ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے' سلام کے بعد رسمی بات چیت کے بعد فرمایا قریب قریب ہوجاؤ۔ باہم قریب ہوگئے تو آپ ﷺ نے ان پر چادر پھیلا کر دعا فرمائی' یارب! یہ میرا چچا ہے اور بمنزلہ باپ ہے اور میرا کنبہ ہے ان کو آگ سے بچا اور محفوظ رکھ جیسے میں نے ان پر اپنی چادر پھیلا دی ہے اور گھر کے در و دیوار سے آمین کی تین مرتبہ آواز آئی۔ ابن ماجہ میں یہ مختصر ہے۔

① تاریخ دمشق ابن عساکر جزء عثمان بن عفان ص ۱۰۷۔۱۰۸
② دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶/ص ۷۱

عبداللہ بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ راوی حدیث کے بارے ابن معین کہتے ہیں اسے جانتا نہیں، ابو حاتم کہتے ہیں یہ مشتبہ روایات بیان کرتے ہیں۔[1]

پتھروں کا سلام کرنا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو مجھے قبل از بعثت سلام کیا کرتا تھا۔[2]

امام ترمذی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بار میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ ہم ایک طرف کو نکل گئے، راستہ کا ہر کوہ و شجر آپ ﷺ کو سلام عرض کرتا اور السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ کہتا۔[3] یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ولید بن ابی ثور کے تلامذہ فروہ بن ابی القراء وغیرہ عباد سے سدی کے واسطہ کے بغیر روایت بیان کرتے ہیں اور حافظ ابو نعیم حضرت علیؓ سے سابق روایت کے موافق بیان کرتے ہیں۔

مشتِ خاک:

بدر میں رسول اللہ ﷺ نے ایک مشت خاک کفار کی طرف پھینکی، کفار کا زور ٹوٹ گیا اور مسلمانوں کو فتح اور کامرانی نصیب ہوئی۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ آپ ﷺ نے نہیں پھینکا جب آپ نے پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا اور غزوہ حنین میں بھی ایسا ہی ہوا کہ ایک مشت خاک اٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی اور فوراً جنگ کا نقشہ بدل گیا اور دشمن کو شکستِ فاش ہوئی۔

---

(۱) تقریب التہذیب ج۲/ص۲۳۸

(۲) تقریب التہذیب ج۲/ص۲۳۸

(۳) رواہ الترمذی فی جامعہ

بتوں کا اشارہ سے گرنا:

فتح مکہ کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بت کی طرف جَاءَ الْحَقُ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل ۹) پڑھتے ہوئے چھڑی سے اشارہ کرتے تو وہ گر پڑتا۔[1]

تصویر کا مٹ جانا:

امام بیہقی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے دوپٹہ پر تصویر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پھاڑ کر فرمایا قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب مصور کو ہوگا۔[2]

ایک ڈھال پر عقاب کی تصویر تھی آپ نے اس پر دست مبارک رکھا تو وہ تصویر مٹ گئی۔

اونٹ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا:

امام احمدؒ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کسی انصاری کا اونٹ تھا' وہ اس سے آب پاشی کا کام لیتا تھا۔ وہ بگڑ کر بے قابو ہوگیا' اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ کھیتی باڑی اور باغ خشک ہو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا چلو! چنانچہ جب وہ باغ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی طرف بڑھے تو انصار پکار اٹھے وہ کتے کی طرح باؤلا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کا خطرہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نے گردن جھکا دی اور سجدہ میں گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر رہٹ میں جوت دیا۔ یہ منظر دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بے شعور جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتا ہے تو ہم باشعور انسان آپ کو سجدہ کرنے کے بالاولی مستحق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی انسان کا دوسرے

---

[1] رواه البخاری فی صحیحه فی المغازی ومسلم فی صحیحه فی الجهاد والترمذی الجامع فی التفسیر

[2] دلائل النبوة للبیهقی ج ٦ ص ٨١

انسان کو سجدہ کرنا روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی کی خاطر اسے سجدہ کرے۔ خدا کی قسم اگر وہ سرتاپا زخمی ہو اور زخموں سے پیپ بہہ رہی ہو اور عورت اس کے زخم زبان سے چاٹ کر صاف کرے تو بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتی۔[1]

یہ سند عمدہ ہے۔ نسائی شریف میں اس کا بعض حصہ خلف سے مروی ہے۔

رسالت سے سب واقف ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہم کسی سفر سے واپس آ رہے تھے۔ جب ہم بنی نجار کے نخلستان کے پاس آئے تو وہاں ایک مست اونٹ تھا' کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے باغ میں جا کر اونٹ کو بلایا تو وہ گردن جھکائے آپ ﷺ کی طرف چلا آیا اور سامنے بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی مہار منگوا کر اسے ڈال دی اور مالک کے سپرد کر دیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ارض وسما کے درمیان ہر مخلوق جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ماسوائے گنہگار جن اور نافرمان انسان کے۔[2]

طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی واقعہ مروی ہے کہ مست اونٹ نے آپ ﷺ کے سامنے سر جھکا دیا اور آپ ﷺ نے اسے مالک کے حوالے کر دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ گویا کہ وہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ نبی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''گنہگار جن اور انسان کے علاوہ سب جانتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ (یہ نہایت غریب ہے)

---

① رواہ الامام فی مسندہ ج۳/ص۱۵۸

② رواہ الامام احمد فی مسندہ ج۳/ص۳۱۰

③ رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر ج۱۲ ص۱۲۰ ورواہ ایضاً البیہقی فی دلائل النبوۃ ج۶/ص۳

دو اونٹوں کا آپ ﷺ کے سامنے سجدہ کرنا:

طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ کسی انصاریؓ کے دو اونٹ مست تھے۔ ان کو باغ میں بند کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ﷺ دعا فرما دیں۔ وہ آیا تو نبی علیہ السلام صحابہؓ میں تشریف فرما تھے' اس نے اپنی کہانی سنائی تو آپ نے فرمایا آؤ چلیں آپ ﷺ باغ کے دروازے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کھول دو۔ اس نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے ذرا تامل کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کھولو' چنانچہ اس نے دروازہ کھولا تو ایک اونٹ جو دروازے کے قریب تھا وہ آپ کو دیکھ کر سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مہار منگوا کر اسے مالک کے حوالے کر دیا پھر دوسرے اونٹ کے پاس گئے تو وہ بھی آپ ﷺ کو دیکھ کر سجدہ میں گر گیا پھر اسے مہار ڈال کر مالک کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا یہ تیرے تابع فرمان رہیں گے۔

صحابہ کرامؓ نے یہ منظر دیکھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! ان بدمست اونٹوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے۔ کیا ہم آپ ﷺ کو سجدہ نہ کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کسی انسان کو دوسرے کیلئے سجدہ کا حکم نہیں دیتا۔ اگر کسی کو دوسرے کیلئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے سجدہ ریز ہو۔[1] (اس حدیث کا متن اور سند دونوں غریب ہیں) دلائل النبوۃ میں فقیہ ابو محمد عبداللہ بن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بیان کیا ہے اور تقریباً یہی روایت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

ابو محمد عبداللہ بن حامد فقیہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے باہر ایک باغ کی طرف گئے۔ وہاں ایک اونٹ نے آپ ﷺ کو سر اٹھا کر دیکھا تو زمین پر گردن رکھ دی۔ صحابہؓ نے یہ دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس لاشعور اونٹ کی نسبت ہم آپ ﷺ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں' تو آپ ﷺ نے حیرت آمیز انداز میں فرمایا' سبحان اللہ' کیا اللہ کے بغیر مجھے سجدہ کیا جائے؟

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۱/ص ۲۸۲

کسی بشر کو لائق نہیں کہ دوسرے کو سجدہ کرے اگر میں ایک انسان کا دوسرے کو سجدہ روا سمجھتا تو عورت کو حکم دیتا وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اونٹ کا شکوہ کرنا:

مسند احمد میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کا قصہ ہے کہ مجھے ایک روز رسول اللہ ﷺ نے سواری کے پیچھے بٹھایا اور ایک راز کی بات بتائی وہ میں تاحیات کسی کو بتانے کا نہیں۔
رفع حاجت کیلئے کسی مخفی مقام کا تلاش کرنا آپ ﷺ کا دستور تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے' وہاں ایک اونٹ آپ ﷺ کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ آپ ﷺ نے قریب جا کر اس کی گردن اور کنپٹی پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ ایک نوخیز انصاری نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ میرا ہے' تو آپ ﷺ نے فرمایا ان جانوروں پر جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد کر دیا ہے رحم کیا کرو۔ اس نے مجھ سے شکوہ کیا ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور سخت مشقت لیتا ہے۔[1]

اَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انصار اور مہاجروں کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اونٹ آیا اور وہ سجدہ ریز ہو گیا' صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ درخت اور جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہمیں بالاولیٰ آپ ﷺ کو سجدہ کرنا چاہیے' تو آپ ﷺ نے فرمایا عبادت اور سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرو' اور اپنے بھائی کا احترام بجالاؤ' میں اگر ایک انسان کو دوسرے کیلئے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیتا تو صرف عورت کو شوہر کیلئے سجدہ کا حکم دیتا اگر شوہر عورت کو زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ پر اور سیاہ کو سفید پر منتقل کرنے کا حکم دے تو بھی اسے شوہر کا حکم بجالانا چاہیے۔[2]

---

(1) رواه الامام احمد فی مسند ج ۱/ص ۲۰۴ وقد راوه مسلم من حديث مهدی بن ميمون

(1) رواه الامام احمد مسند ج ۶/ص ۷۶)

درخت، اونٹ اور قبر کا قصہ:

مسند احمد میں یعلی بن سیابہ کا بیان ہے کہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع حاجت کا ارادہ کیا تو دو پیڑوں کو حکم دیا وہ باہم پیوست ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت کے بعد ان کو واپس چلے جانے کا حکم دیا وہ اپنے مقام پر چلے گئے۔ ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پتہ ہے یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ اپنے مالک کی شکایت کر رہا ہے کہ وہ مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کو بلا کر کہا کیا مجھے یہ ہبہ کر سکتے ہو؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا پسندیدہ مال ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی خوب پرورش کرو اس نے عرض کیا بہتر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں میت کو عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا یہ معمولی گناہ کے عذاب میں مبتلا ہے آپ نے اس پر تازہ شاخ گاڑنے کا حکم دیا اور فرمایا ممکن ہے جب تک یہ تازہ رہے وہ عذاب سے محفوظ رہے۔[1]

تین معجزے:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرکش اونٹ کے پاس سے گزرے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بلبلایا اور گردن زمین پر رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رک گئے اور اس کے مالک کو بلایا اور اسے کہا یہ ہمارے ہاتھ فروخت کر دو اس نے عرض کیا، نہیں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کرتے ہیں لیکن اس کے مالک کی اس کے سوا کوئی گزر اوقات نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو سنو! اس نے شکوہ کیا ہے مشقت زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو، فرمایا اس سے حسن سلوک کرو پھر ہم ایک منزل پر آرام کیلئے اتر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب کیلئے دراز ہو گئے تو ایک درخت زمین

---

[1] رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۴/ص ۱۷۲

چیرتا ہوا آیا اور آپ پر سایہ فگن ہوا پھر اسی طرح واپس لوٹ گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے یہ بات گوش گزار کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے مجھے سلام کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت فرمادی۔

پھر وہاں سے روانہ ہو کر ایک چشمہ پر اترے' ایک عورت آسیب زدہ بچے کو لائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ناک پکڑ کر فرمایا نکل جا' میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ واپسی پر اسی چشمہ کے پاس وہ عورت آئی ایک بکری اور دودھ کا تحفہ لائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکری واپس کر دو اور دودھ پی لو پھر اس بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا خدا کی قسم (وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ) اس کے بعد اسے کوئی شکایت لاحق نہیں ہوئی۔ [1]

﴿۲﴾......امام احمد یعلی بن مرہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزیں دیکھیں جو کبھی کسی نے نہ دیکھی تھیں اور نہ کوئی آئندہ دیکھے گا۔ ہم سفر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک مقام پر گزرے وہاں ایک عورت بچہ لئے بیٹھی تھی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بچہ آسیب زدہ ہے اور تنگ کرتا ہے اور اس کو روزانہ کئی بار دورہ پڑتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑ کر اس کا منہ کھولا اور تین بار "بِسْمِ اللّٰهِ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اِخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰهِ" پڑھ کر پھونکا اور فرمایا واپسی میں ہمیں یہاں ملنا اور صورت حال بتانا واپسی میں ہم وہاں آئے تو وہ تین بکریاں لئے موجود تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا اس دن سے آج تک اسے کوئی تکلیف نہیں ہے اور یہ بکریاں قبول فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک پکڑ لو اور باقی واپس کر دو۔

ایک روز ہم جبانہ کی طرف نکلے دور تک چلے گئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو کوئی اوٹ ہے؟ میں نے عرض کیا صرف یہ جھاڑی نظر آ رہی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے آس پاس کیا ہے عرض کیا ایسی ہی ایک جھاڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کہو کہ

[1] رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ٤ ص ١٧٣

رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے تم ''باذن اللہ'' مشیت ایزدی سے باہم مل جاؤ وہ باہم پیوست ہوگئیں اور آپ ﷺ رفع حاجت سے فارغ ہوئے تو مجھے کہا ان کو کہو کہ رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے واپس اپنے مقام پر چلی جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلی گئیں۔

ایک روز میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا ایک عمدہ اونٹ آیا۔ آپ ﷺ کے سامنے گردن نیچی کر دی اور اس کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں آپ ﷺ نے فرمایا اس کی حالت عجب ہے معلوم کرو اس کا مالک کون ہے؟ چنانچہ میں اس کے مالک انصاری کو تلاش کر کے لے آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس اونٹ کا حال کیا ہے؟ اس نے عرض کیا مجھے یہی معلوم ہے کہ ہم اس سے آب کشی کی مشقت لیتے ہیں اب وہ کمزور ہوگیا ہے۔ ہم نے گزشتہ رات مشورہ کیا تھا کہ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو مجھے ہبہ کر دو یا فروخت کر دو' اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کا ہی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس پر صدقہ کا امتیازی نشان لگا دیا اور صدقات کے اونٹوں میں شامل کر دیا۔[1]

﴿۳﴾...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک خاتون آسیب زدہ بچہ لائی آپ ﷺ نے فرمایا نکل جا اللہ کے دشمن میں اللہ کا برحق رسول ہوں۔ چنانچہ وہ بچہ تندرست ہوگیا' اس نے دو مینڈھے' کچھ پنیر اور گھی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا آپ ﷺ نے ایک مینڈھا واپس کر دیا اور باقی سب قبول کر لیا۔ (نیز اس روایت میں درختوں کا قصہ بھی ہے)[2]

﴿۴﴾...... احمد یعلی سے بیان کرتے ہیں اس روایت میں بھی پہلی روایت کی طرح معجزات بیان ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اونٹ تیرا گلہ کرتا ہے کہ جوانی میں مجھ سے کام لیتا رہا' اب بوڑھا ہوگیا تو اسے ذبح کرنا چاہتا ہے اس نے عرض کیا بخدا آپ ﷺ نے درست فرمایا ہے' واللہ میں اب اسے ذبح نہ کروں گا۔[3]

---

(۱) رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۴/ص ۱۷۰

(۲) رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۴/ص ۱۷۰

(۳) رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۴/ص ۱۷۰

﴿۵﴾......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابو یعلی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے دیکھے یعنی اونٹ' دو درختوں اور آسیب زدہ بچے کا واقعہ[1]

تبصرہ:

یہ عمدہ اور بہترین سلسلہ اسناد قطعی اور یقینی علم کا موجب ہے کہ یعلی کا بیان کسی قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ صحاح ستہ میں یہ واقعہ مذکور نہیں' صرف ابن ماجہ شریف میں اس کے بعض الفاظ (كَانَ إِذَاذَهَبَ إِلَى الْغَائِطِ أَبْعَدَ) مذکور ہیں اور جابر رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں بھی مذکور ہیں۔ دلائل النبوۃ میں حافظ ابونعیم نے حدیث بغیر کو متعدد طرق سے بیان کیا ہے۔

اور عبداللہ بن قرط یمانی رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چھ اونٹ پیش کیے گئے ہر اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ذبح ہونے کے لئے سبقت کر رہا تھا۔

اونٹ کا تیز ہونا:

غزوہ تبوک سے واپسی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ اس قدر تھک گیا کہ تقریباً چل نہیں سکتا تھا اور سب سے پیچھے رہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور خفیف سی ضرب لگائی' اب وہ اس قدر تیز ہو گیا کہ سب سے آگے آگے رہتا تھا۔ پھر پوچھا اب کیا حال ہے؟ عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اب بہت اچھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چالیس درہم کے عوض خرید لیا اور مدینہ تک اس پر سوار ہونے کی اجازت فرمائی' مدینہ میں پہنچ کر میں اونٹ لے کر حاضر ہوا تو مجھے اونٹ کے علاوہ اسکی قیمت بھی دے دی۔[2]

---

① رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج۶/ص ۲۲'۲۳

② رواہ البخاری فی صحیحہ

سست گھوڑے کا تیز ہونا:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا سست رفتار گھوڑا تھا۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں شوروغل ہوا۔ لوگ اس شور کی سمت سوار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بے زین گھوڑے پر سوار ہوئے اور چکر لگا کر واپس آ رہے تھے فرمایا کوئی خطرہ نہیں واپس آ جاؤ اور فرمایا یہ گھوڑا تو دریا کے پانی کی رفتار کی طرح تیز ہے (وَاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا) پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔[1]

اونٹ کا دعا کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا:

دلائل النبوۃ از ابومحمد عبداللہ بن حامد الفقیہ جو ازبس مفید کتاب ہے میں غنیم بن اوس رازی سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر گھبراہٹ کے عالم میں کھڑا ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ! رک جا' اگر تو سچا ہے تو یہ سچائی تیرے لئے مفید ہے' اگر تو دروغ گو ہے تو یہ دروغ گوئی تیرے لئے وبال جان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پناہ لینے والے کو امن وامان دیا ہے اور ہماری آڑ لینے والا بے خوف ہوتا ہے۔

ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ذبح کرنے لگے تھے یہ بھاگ آیا ہے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد لایا ہے۔ ہم مجلس میں ہی تھے کہ اس کے مالک دوڑتے ہوئے آئے۔ اونٹ ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا یہ اونٹ تین روز سے غائب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آپ کا سخت شکوہ کر رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے کہ موسم گرما میں تم اس پر سامان لاد کر آب وگیاہ کی طرف سفر کرتے ہو اور سرما میں تم اس پر گرم مقامات کی طرف رخ کرتے ہو۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل درست ہے۔ اب ہم اسے ذبح کریں گے نہ فروخت کریں گے۔

---

[1] رواہ البخاری فی صحیحہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے فریاد کی تم نے اس کی فریاد رسی نہ کی، میں تم سے زیادہ مہربان ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دل سے رافت و رحمت کو سلب کر لیا ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں بسا دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سو درہم کے عوض خرید لیا اور اس کو فی سبیل اللہ آزاد کر دیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر بڑ بڑایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا پھر دوسری بار بلبلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین پکارا پھر تیسری بار اس نے آواز کی تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا پھر چوتھی بار وہ چلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا۔

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے کہا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام اور قرآن کی تبلیغ کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ تو میں نے آمین کہا پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیری امت کا قیامت کے روز خوف و دہشت دور کرے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری دہشت دور کر دی ہے تو میں نے آمین کہا' پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیری امت کو دشمنوں سے محفوظ رکھے جیسے تو نے میری جان کو محفوظ رکھا تو میں نے پھر آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آپس میں خونریزی اور باہمی خانہ جنگی نہ برپا کرے تو مجھ پر گریہ و زاری طاری ہوگئی۔ یہی معروضات میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے تین قبول فرمالیں اور ایک منظور نہ فرمائی اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ امت محمدیہ کی ہلاکت باہمی جنگ و جدال میں ہے اور یہ نوشتہ تقدیر ہے۔

یہ حدیث نہایت غریب ہے ان کے علاوہ کسی مؤلف نے بیان نہیں کی۔ اس کی سند اور متن دونوں میں نہایت عجوبہ پن اور نکارت ہے۔

بکریاں سجدہ کرتی ہیں

شیخ ابن حامد الفقیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں بکریاں تھیں

وہ بکریاں سجدہ ریز ہوگئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ان لاشعور بکریوں سے آپ ﷺ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک انسان کا دوسرے کو سجدہ روا نہیں اگر ایک انسان کا دوسرے کو سجدہ کرنا روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ یہ غریب ہے اس کی سند میں غیر معروف اور مجہول راوی ہیں۔[1]

بھیڑیئے کا بات کرنا اور رسالت کی شہادت دینا

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بکری پر بھیڑیا حملہ آور ہوا۔ چرواہے نے آگے بڑھ کر اس سے بکری چھین لی تو بھیڑیئے نے چرواہے کو مخاطب کر کے کہا کیا تجھے خدا کا خوف نہیں تم نے میرا رزق چھین لیا ہے؟ چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا آدمیوں کی طرح کلام کرتا ہے تو بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد ﷺ یثرب میں گزشتہ واقعات بتاتا ہے۔ وہ چرواہا بکریاں ہانکتا ہوا مدینہ میں چلا آیا۔ بکریاں ایک گوشہ میں روک کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ گوش گزار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہنگامی اجلاس کا اعلان کروایا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے چرواہے سے کہا ان کو وہ واقعہ بتاؤ وہ بتا چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے خدا کی قسم! والذی نفس محمد بیدہ قیامت سے قبل درندے آدمیوں سے کلام کریں گے اور اس کے کوڑے کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ بھی اس سے بات کرے گا اور اس کا ران اس کے گھر کا حال کہے گا۔

یہ حدیث صحیح بخاری شریف کی شرط پر ہے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے، ترمذی شریف میں اس کا آخری حصہ مروی ہے۔ قاسم بن فضل رحمۃ اللہ علیہ سے اور امام ترمذی نے اسے حسن غریب صحیح کہا ہے۔

---

(۱) دلائل النبوۃ لعبداللہ بن خامد و دلائل النبوۃ لابی نعیم

(۲) رواہ الامام احمد فی مسندہ ج۳ ص ۸۳، ۸۴

یادرہے قاسم بن فضل محدثین کے نزدیک ثقہ اور مامون ہے' امام یحییٰ بن معین اور ابن مہدی نے اس کی توثیق کی ہے۔

﴿۲﴾......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی مدینہ کے نواح میں بکریوں کی رکھوالی کررہا تھا۔ بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑلیا۔ دیہاتی نے دوڑ کر اسے چھڑالیا' اسے ڈانٹا اور للکارا۔ بھیڑیا ذرا پرے ہٹ کر بیٹھ گیا اور اس سے مخاطب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا تھا وہ تو نے چھین لیا ہے۔

اس نے کہا کتنے تعجب کی بات ہے کہ بھیڑیا بات کرتا ہے تو بھیڑیئے نے کہا واللہ! تو نے اس سے بھی تعجب خیز بات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ تو بھیڑیئے نے کہا مدینہ کے باغات میں اللہ کا رسول لوگوں کو گزشتہ اور آئندہ ماضی اور مستقبل کے حالات سے آگاہ کرتا ہے۔ چنانچہ اعرابی نے بکریوں کو ایک گوشہ میں چھوڑا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر جا کر دستک دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا بکریوں والا دیہاتی کہاں ہے؟ تو دیہاتی سامنے کھڑا ہوگیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم نے دیکھا اور سنا ہے وہ لوگوں کو بتاؤ چنانچہ دیہاتی نے وہ سارا قصہ سنا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی اس نے سچ کہا ہے ایسے واقعات قیامت سے قبل رونما ہونگے' واللہ قیامت سے قبل یہ ہوگا کہ آدمی کو اس کے گھر کے حالات سے اس کا جوتا اور عصا آگاہ کریں گے۔[۱] (یہ حدیث سنن اربعہ کی شروط کی حامل ہے) امام بیہقی' امام حاکم اور حافظ ابونعیم نے اس واقعہ کو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

﴿۳﴾......امام احمد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ بھیڑیئے نے چرواہے کے ریوڑ سے ایک بکری کو پکڑلیا۔ چرواہے نے جھپٹ کر وہ بکری اس سے چھڑالی۔ بھیڑیئے نے ایک ٹیلے پر بیٹھ کر چرواہے کو مخاطب کیا اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا تھا وہ تو نے چھین لیا ہے' تو چرواہے نے تعجب سے کہا بھیڑیا بات کرتا ہے تو بھیڑیئے

---

(۱) رواۃ الامام احمد فی المسند ج۳ ص ۸۹

نے کہا اس سے بھی حیرت ناک بات یہ ہے کہ ایک آدمی تمہیں ماضی اور مستقبل کے حالات سے باخبر کرتا ہے۔ وہ چرواہا یہودی تھا' نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا اور سارا قصہ بتایا۔ نبی علیہ السلام نے اس کی تصدیق فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّھَا اَمَارَۃٌ مِّنْ اَمَارَاتِ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ قَدْ اَوْشَکَ الرَّجُلُ اَنْ یَّخْرُجَ فَلَا یَرْجِعُ حَتّٰی تُحَدِّثَہٗ نَعْلَاہُ وَسَوْطُہٗ بِمَا اَحْدَثَہٗ اَھْلُہٗ بَعْدَہٗ[1]

یہ روایت سنن کی شرط کی حامل ہے دیگر غالب امکان ہے کہ یہ واقعہ شہر بن حوشب نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی سنا ہو' واللہ اعلم

﴿۴﴾...... ابو نعیم دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں آنحضور ﷺ کے ساتھ تھا' ریوڑ سے بکریاں ادھر ادھر بھاگ گئیں۔ بھیڑیئے نے ان میں سے ایک بکری پکڑ لی چرواہے اس کے پیچھے دوڑے تو اس نے کہا اللہ نے مجھے رزق دیا تم مجھ سے چھین رہے ہو۔ یہ سن کر وہ حیران رہ گئے تو اس نے کہا بھیڑیئے کی بات سن کر تم کیوں تعجب کر رہے ہو یہ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ محمد ﷺ پر وحی آ رہی ہے بعض تصدیق کرتے ہیں اور بعض تکذیب۔ (رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ)

بقول حافظ ابو نعیم اس سند میں حسین بن سلیمان منفرد ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حافظ ابن عدی نے "حسین عن عبد الملک" چند روایات بیان کر کے فرمایا ہے کہ ان کی روایات کی متابعت اور تائید نہیں ہوتی۔

بھیڑیئے سے بات کرنے والا:

امام بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں ایک چرواہا تھا۔ ریوڑ سے ایک بکری بھیڑیئے نے پکڑ لی اور چرواہے نے اس کے منہ سے چھڑا لی تو بھیڑیئے نے کہا کیا تجھے خدا کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا تم نے مجھ سے چھین لیا تو چرواہے نے کہا بڑا تعجب ہے کہ بھیڑیا بات کرتا ہے۔

---

[1] رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۲/۳۰۶

بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد ﷺ اس نخلستان میں ماضی اور مستقبل کی باتیں بتاتے ہیں اس چرواہے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب بات بتائی اور مسلمان ہو گیا۔[1]

حافظ ابن عدی کہتے ہیں کہ مجھے ابوبکر ابی داؤد نے بتایا کہ اس چرواہے کا نام اھیان خزاعی ہے اس کی اولاد "بَنِیْ مُکَلِّمُ الذِّئْب" کے نام سے معروف ہے۔ محمد بن اشعث خزاعی اس کی نسل سے ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں یہ بات حدیث کے قوی او رشہرہ آفاق ہونے کی دلیل ہے۔ تاریخ میں یہی واقعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اھبان بن اوس سے بیان کر کے فرمایا ہے "اسناد لیس بالقوی" یہ سند قوی نہیں ہے۔[2]

گدھا بات کرتا ہے:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حسین بن احمد رازی رحمۃ اللہ علیہ سے ابوسلیمان مقری کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں گدھے پر سوار تھا۔ گدھا دائیں بائیں کج راستہ اختیار کرنے لگا تو میں نے اس کے سر پر متعدد ضربیں لگائیں تو وہ مجھ سے متوجہ ہو کر کہنے لگا خوب مار، ابوسلیمان! تیرے دماغ پر بھی ایسی ضربیں لگیں گی۔ شاگرد نے پوچھا جناب! یہ بات قابل فہم تھی تو ابوسلیمان نے کہا بالکل جیسے آپس میں باتیں کرتے ہیں۔[3]

بھیڑیوں کا نمائندہ:

سعید بن مسعود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ بھیڑیا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر دم ہلانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا یہ بھیڑیوں کا نمائندہ ہے تمہارے مویشیوں میں سے کچھ حصہ مانگنے آیا ہے۔

---

(1) وحدیث کلام الذئب للراعی بطرق متعددة مبسوط فی الدلائل ج٦ ص ٤٤

(2) رواه البیهقی فی دلائل النبوة ج٦/ص ٤٤

(3) رواه الامام للبیهقی

پھر وہ اپنے حصہ پر قناعت کریں گے زائد مویشی پر حملہ آور نہ ہونگے لوگوں نے کہا یہ نامنظور ہے۔ چنانچہ ایک آدمی نے اسے پتھر مارا' وہ چیختا چلاتا بھاگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بھیڑیا'' کیا عجب بھیڑیا تھا''

یہ واقعہ امام بیہقی نے عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک گمنام راوی کی معرفت بیان کیا ہے۔ امام بزار نے بھی یہ عبدالملک بن عمیر سے ایک گمنام راوی کے ذریعہ مکحول از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی تو فرمایا یہ بھیڑیا ہے اور کیا عجب ہے؟ تمہارے مویشیوں میں سے اپنی خوراک مانگنے آیا ہے پھر ایک آدمی نے اسے پتھر مارا' وہ چلاتا ہوا چلا گیا۔

محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کی معرفت حمزہ بن ابی اسید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں کسی انصاری کے جنازہ میں تشریف لے گئے۔ راستہ میں بھیڑیا ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تم سے کچھ مانگنے آیا ہے صحابہؓ نے عرض کیا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سال میں ہر ریوڑ سے ایک بکری' صحابہؓ نے کہا حضور یہ تو زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اشارہ کیا ان سے اچک لے جا' چنانچہ بھیڑیا چلا گیا۔[1]

واقدی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھیڑیا حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ درندوں کا نمائندہ ہے چاہو تو ان کا حصہ مقرر کر دو وہ زیادتی نہ کریں گے۔ چاہو تو ایسے ہی رہنے دو' تم اپنے مال کی حفاظت کرو جو چھین لے جائیں وہ ان کا حصہ ہے۔ صحابہؓ نے کہا ہم حصہ معین کرنا نہیں چاہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف تین انگلیوں سے اشارہ کیا اچھا ان سے چھین لے جانا۔ وہ دھاڑتا ہوا چلا گیا۔

ابونعیم نے ایک مجہول سند سے بیان کیا ہے کہ جھینہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز

---

(۱) رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ

(۲) الطبقات الکبری لابن سعد ج ۱/ص ۳۵۹

سے فارغ ہوئے تو تقریباً سو بھیڑیوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ وفد تم سے اپنا حصہ مانگنے آیا ہے۔ وہ مقرر حصہ ہی لیں گے' باقی ماندہ جانوران سے محفوظ رہیں گے کچھ طے نہ ہوا تو وہ دھاڑتے ہوئے چلے گئے۔ ''شفا'' میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (۴۷۶۔۵۴۴ھ) نے حدیث ذئب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت اہبان اوس رضی اللہ عنہ مکلم الذئب سے نقل کی ہے۔

عجب واقعہ:

ابن وہب بیان کرتے ہیں ایسا ہی ایک واقعہ ابو سفیان اور صفوان بن امیہ کو پیش آیا۔ بھیڑیا بچے کو پکڑنے لگا بچہ حرم میں داخل ہو گیا تو بھیڑیا واپس ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ان کو تعجب لاحق ہوا تو بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد ﷺ مدینہ میں تمہیں جنت کی دعوت پیش کرتے ہیں اور تم دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہو۔ یہ سن کر ابو سفیان نے کہا لات اور عزیٰ کی قسم! یہ بات تم نے اہل مکہ کے سامنے کہی ہوتی تو وہ سب یہاں سے مدینہ کوچ کر جاتے۔

وحشی جانور:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ہمارا ایک وحشی جانور تھا۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو اچھلتا کودتا اور گھر میں تشریف لے آتے تو وہ آرام اور اطمینان سے رہتا کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ یہ حدیث مشہور ہے واللہ اعلم۔[1]

شیر راہنمائی کرتا ہے:

رسول اللہ ﷺ کا غلام ایک کشتی میں سوار تھا۔ کشتی حادثہ کی نذر ہو گئی' وہ ایک تختہ پر بیٹھ کر ساحل پر آ لگا۔ وہاں ایک شیر تھا آپ نے اسے کہا میرا نام سفینہ ؓ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔

[1] رواہ الامام احمد فی مسندہ ج۶/ص ۱۱۲۔۱۱۳

یہ سن کر اس نے ان کے کندھے پر ہلکی سی دم ماری اور ساتھ ہولیا اور راستے پر پہنچا کر ہلکی سی آواز نکالی۔ سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے الوداع کہہ رہا ہے۔[1]

مسند عبدالرزاق میں محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے سفینہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام روم میں لشکر سے بچھڑ گیا وہاں گرفتار ہو گیا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا، راستہ میں شیر ملا آپؓ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں، راستہ بھول گیا ہوں۔ چنانچہ وہ آپ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا راستہ بھر آپؓ کی حفاظت کرتا رہا اور آپؓ کو لشکر میں پہنچا کر واپس ہوا۔[2]

ہرنی کا واقعہ:

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ہرنی پکڑ کر خیمہ کے ستون سے باندھ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو ہرنی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے قبضہ میں ہوں اور میرے دو بچے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مجھے اجازت لے دیجئے میں دودھ پلا کر واپس چلی آؤں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم حاضر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو، وہ بچوں کو دودھ پلا کر واپس چلی آئے گی۔ انہوں نے کہا اس بات کا ذمہ دار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو وہ دودھ پلا کر واپس چلی آئی اور انہوں نے باندھ لی۔ واپسی میں اسے بندھا دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کے مالک کدھر ہیں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مجھے فروخت کر دو تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ ہی کی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو چنانچہ وہ بھاگ گئی۔

---

(1) دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦/ص ٤٥
(2) رواہ المصنف عبدالرزاق فی مصنفہ ج ١١/ص ٢٨١ و رواۃ البیہقی
(3) دلائل النبوۃ لابی نعیم و ذکرہ السیوطی فی الخصائص

﴿۲﴾...... حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجر کے علاقہ میں تھے ہاتف نے دو بار یا رسول اللہ ﷺ کہا۔ آپ ﷺ ادھر ادھر جھانکے تو کچھ نظر نہ آیا' تھوڑی دور چلے تو پھر وہی آواز آئی آپ ﷺ نے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا چنانچہ آواز کی سمت چل دیئے تو وہاں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی اور ایک بدوی دھوپ میں چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا۔ ہرنی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے مجھے پکڑ رکھا ہے اس پہاڑ کے اندر میرے دو بچے ہیں آپ ﷺ مجھے کھول دیں میں دودھ پلا کر واپس چلی آؤں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا واقعی تو واپس آ جائے گی تو اس نے کہا میں وعدہ وفا نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے ٹیکس گیر کا عذاب کرے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ دودھ پلا کر واپس چلی آئی۔ رسول اللہ ﷺ اسے باندھ رہے تھے تو وہ بدوی بھی بیدار ہو گیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے ابھی شکار کیا تھا' آپ ﷺ کو ضرورت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس نے کہا قبول فرمایئے آپ ﷺ نے اسے کھول دیا تو وہ کلمہ شہادت پڑھتی ہوئی جنگل میں خوش خوش دوڑ گئی۔

﴿۳﴾...... حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ آدم بن ابی ایاس' نوح بن ہیثم' حبان بن اغلب بن تمیم' ہشام بن حبان سے یہ مذکور واقعہ بیان کرتے ہیں۔

﴿۴﴾...... دلائل النبوۃ میں ابو محمد عبداللہ بن حامد الفقیہ نے حسن بن ضبہ بن ابی سلمہ سے یہ واقعہ رقم کیا ہے۔

﴿۵﴾...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیمہ کے ساتھ ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی تو ہرنی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے کھول دیں میں بچوں کو دودھ پلا کر واپس چلی آؤں گی پھر آپ ﷺ مجھے باندھ دیں۔ آپ ﷺ نے اس سے پختہ عہد لے کر کھول دیا تھوڑی دیر بعد دودھ پلا کر واپس آئی اور اس کے تھن دودھ سے خالی تھے تو آپ ﷺ نے اسے باندھ دیا پھر

آپ ﷺ نے مالکان سے بطور ہبہ لے کر اسے آزاد کر دیا اور فرمایا اگر جانوروں کو انسان کی طرح موت کی تکلیف معلوم ہو تو وہ کبھی موٹے تازے نہ ہوں۔[1]

﴿۶﴾......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں آنحضور ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں تھا' ایک بدوی کا خیمہ تھا خیمہ کے ستون سے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ ہرنی نے عرض کیا مجھے یارسول اللہ ﷺ اس نے پکڑ لیا ہے۔ صحرا میں میرے دو بچے ہیں' تھنوں میں دودھ جم چکا ہے' یہ مجھے ذبح کرتا ہے کہ مجھے استراحت ہو اور نہ چھوڑتا ہے کہ بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں کھول دوں تو تو واقعی واپس چلی آئے گی؟ اس نے کہا جی ہاں اگر میں واپس نہ آؤں تو مجھے اللہ تعالیٰ بے جا ٹیکس گیروں کے عذاب میں مبتلا کرے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا وہ واپس آئی تو آپ ﷺ نے اسے باندھ دیا پھر آپ ﷺ نے اس بدوی سے کہا اسے فروخت کرے گا؟ اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ آپ ہی کی ہے آپ ﷺ نے اسے کھول کر آزاد کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے خود دیکھا وہ جنگل میں کلمہ توحید پڑھتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔ حافظ ابونعیم نے بھی اس واقعہ کو بشر بن موسیٰ سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں حدیث کے بعض مندرجات میں نکارت اور عجوبہ پن ہے' واللہ اعلم۔

حدیث ضب اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ:

امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے بیان کرتے ہیں کہ بنی سلیم کا ایک بدوی گوہ شکار کر کے کھانے کیلئے گھر لے جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اس نے مجمع میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا یہ نبی علیہ السلام ہیں وہ مجمع کو چیرتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا لات اور عزیٰ کی قسم! آسمان تلے کوئی متنفس اور متکلم مجھے

---

[1] رواۃ البیھقی فی دلائل النبوۃ ج۶/ص ۳۴

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ناپسند اور برا نہیں۔ لوگ مجھے جلد بازی کا طعنہ نہ دیتے تو میں تم کو قتل کر کے عرب و عجم کی مسرت کا سامان مہیا کر دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت فرمایئے میں اس کا سر قلم کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ بردباری اور عقلمندی نبوت کا ایک جزو ہے۔

پھر آپ بدوی سے مخاطب ہوئے' تم نے اس قدر درشت کلام کیوں کیا اور میری توقیر و تعظیم کیوں نہ کی؟ تو اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ پھینکتے ہوئے لات اور عزیٰ کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا جب تک یہ گوہ ایمان نہیں لائے گی' اس وقت تک میں بھی ایمان نہ لاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ضب! ضب نے سلیس عربی زبان میں جواب دیا جسے حاضرین نے سنا (لبیك وسعدیك) اے حاضرین محشر کی زیب و زینت! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا اے ضب! تو کس کی عبادت گزار ہے؟ اس نے کہا جس کا عرش آسمان ہے' جس کی حکومت زمین پر ہے اور سمندر میں اس کا (بنایا ہوا) راستہ ہے بہشت میں اس کی رحمت ہے دوزخ میں اس کا عذاب ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بتا میں کون ہوں...... تو اس نے جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین کے رسول اور آخری نبی ہیں' آپ کی تصدیق کرنے والا کامیاب اور تکذیب کرنے والا ناکام و نامراد ہے۔ یہ سن کر اعرابی نے کہا واللہ! اب میری کایا پلٹ گئی ہے' آیا تھا تو میری نگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین کے بدترین شخص تھے اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری ذات اور باپ سے بھی پیارے ہیں اور اب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تہہ دل سے چاہتا ہوں توحید اور رسالت کی شہادت دیتا ہوں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری بدولت آپ کو ہدایت نصیب فرمائی یہ دین غالب ہوگا مغلوب نہ ہوگا نماز اس کا اہم شعار ہے اور نماز قرآن کی تلاوت کے بغیر قبول نہیں اس نے عرض کیا مجھے قرآن سکھایئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سورۃ اخلاص پڑھائی اس نے کہا مزید بتایئے' میں نے بسیط اور طویل و

بیز اور مختصر کلام اس سے بہتر نہیں سنا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! یہ کلام اللہ ہے شعر واشعار نہیں' سورۃ اخلاص کا ایک بار پڑھنا قرآن کے تہائی اجر کا موجب ہے' دوبارہ تلاوت کرنا دو تہائی قرآن کے ثواب کے مترادف ہے اور سہ بار قرأت کرنا پورے قرآن مجید کے برابر ہے۔

تو دیہاتی نے کہا ہمارا خدا بہت اچھا ہے۔ معمولی عمل کا غیر معمولی اجر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا گزر اوقات کیا ہے؟ اس نے عرض کیا تمام قبیلہ سے میں نادار وناتواں ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے گزارہ کیلئے کچھ دو چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اتنا دیا کہ وہ مالا مال ہو کر اترانے لگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس دو ماہ کی گابھن اونٹنی ہے' نہایت تیز گام ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں عطا کی تھی میں یہ اسے عطا کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عمدہ اونٹنی کے عوض تجھے بروز محشر ایک کھوکھلے اور جوف دار موتی کی اونٹنی عطا ہوگی جس کے پاؤں سبز زبرجد کے ہونگے اور گردن سرخ موتی کی ہو وج پر ریشمی غالیچے ہوں گے۔ تمہیں دوزخ کے پل سے بجلی کی طرح پار لے جائے گی' ہر شخص تمہیں رشک کی نگاہ سے دیکھے گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا بس میں تہہ دل سے خوش ہوں چنانچہ وہ بدوی چلا گیا اور راستہ میں اسے ایک ہزار سلیم قبیلہ کے سوار ملے جو سیف وسنان سے مسلح تھے اس نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس نبوت کے دعویدار اور خداؤں کے ساتھ بدتمیزی کرنے والے کو تہ تیغ کرنے چلے ہیں۔ اس نے کہا ایسا نہ کرو باز آجاؤ میں خود اس کا کلمہ پڑھتا ہوں اور اس کی رسالت کا معتقد ہوں۔ پھر اس نے سارا ماجرا سنایا تو وہ سب مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا وہ سواریوں سے اتر کر پیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے آئے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جہاد کرو۔ یاد رہے قبل ازیں عرب وعجم سے بیک وقت اس قدر مسلمان نہیں ہوئے تھے۔[1]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الشیخ ابو عبد اللہ الحافظ نے معجزات میں اس کو امام ابن عدی سے بیان کیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں حافظ ابو نعیم نے دلائل میں ابو القاسم بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت محمد بن علی بن ولید سلمی سے بیان کیا ہے نیز ابو بکر اسماعیلی نے بھی محمد بن علی بن ولید سلمی سے بیان کیا ہے۔ اور جو سند ہم نے نقل کی ہے وہ سب سے بہتر ہے لیکن اس کے باوجود ضعیف ہے اس میں ضعف محمد بن علی بن ولید سلمی کی وجہ سے ہے واللہ اعلم۔

گدھے والی حدیث: (گدھے والی حدیث کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے)

ابو محمد عبد اللہ بن حامد فقیہ ابو منظور سے بیان کرتے ہیں خیبر کی غنیمت میں سے نبی علیہ السلام کے حصہ میں یہ اشیاء آئیں چار خچر چار جوڑے موزے دس اوقیہ سیم وزر ایک پیالہ ایک سیاہ گدھا۔ آپ ﷺ گدھے سے ہم کلام ہوئے اور اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا میرا نام ہے یزید بن شہاب میرے آباؤ اجداد سے ساٹھ گدھے ایسے تھے جن پر انبیا علیہم السلام سوار ہوئے اور اب اس نسل سے صرف میں باقی ہوں اور جملہ انبیا علیہم السلام اب صرف آپ ﷺ ہی روئے زمین پر زندہ ہیں۔ مجھے توقع تھی کہ آپ ﷺ مجھ پر سوار ہوں گے۔ قبل ازیں میں ایک یہودی کی ملکیت تھا میں اس کو دانستہ اپنی پشت سے گرا دیا کرتا تھا وہ مجھے بھوکا پیاسا رکھتا اور مارتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تیرا نام یعفور رکھ دیا ہے۔ اس نے لبیک کہا آپ ﷺ نے پوچھا جفتی کی خواہش ہے اس نے عرض کیا جی نہیں۔

چنانچہ نبی علیہ السلام اس پر حسب ضرورت سوار ہوتے اور کسی صحابیؓ کو بلانا چاہتے تو اسے بھیج دیتے وہ سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا وہ باہر آتا تو اسے سر کے اشارے سے بتا دیتا کہ

---

[1] رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج٦/٣٦، ٣٨ ورواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ وذکرہ الہیثمی فی المجمع الزوائد

آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درد فراق میں ابوالہیثم بن بنہان کے کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا اور وہی اس کا مدفن بن گیا۔ الکامل لابن اثیر ج ۲ ص ۲۱۴ پر ہے وہ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد فوت ہو گیا تھا۔ زاد المعاد ج ا ص ۳۴ پر ہے یہ گدھا آپ کو مقوقس شاہ نے بھیجا تھا۔ جو حدیث حمار قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں اور امام الحرمین م ۴۷۸ھ نے الارشاد فی اصول الدین میں بیان کی ہے اس کی سند قطعاً غیر معروف ہے۔ ابن ابی حاتمؒ اور ابو حاتم وغیرہ حفاظ حدیث نے اس کا انکار کیا ہے اور حافظ ابوالحجاج مزی نے اس کا بار ہا شد و مد سے انکار فرمایا ہے۔ دلائل النبوۃ میں حافظ ابو نعیم نے جو حدیث حمار معاذ بن جبل سے بیان کی ہے، وہ بھی نہایت غریب ہے۔①

چڑیا:

ابوداؤد طیالسی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ایک صاحب باغ میں گئے اور چڑیا کے انڈے اٹھا لائے اور چڑیا فضا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ کے اوپر گھومنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اسے کس نے پریشان کیا ہے؟ ایک صاحب بولے میں اس کا انڈا اٹھا لایا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہربان ہو کر فرمایا اسے وہیں رکھ دو۔②

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ ایک درخت پر ایک گھونسلے سے ہم نے چڑیا کے دو بچے اٹھا لئے، وہ چڑیا پر پھیلائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بچے اٹھا کر کس نے پریشان کیا ہے؟ عرض کیا ہم اٹھا لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہیں لوٹا دو، چنانچہ وہ وہیں رکھ دیئے۔③

---

① الفصول ص ۲۳۲
② رواه ابو دائو دطیالسی فی مسند الطیالسی ص ٤٤ دلائل النبوة فی البیهقی
③ دلائل النبوة للبیهقی ج٦/ص ٣٣

پرندہ اور سانپ:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کیلئے دور دراز جایا کرتے تھے۔ ایک روز رفع حاجت کیلئے گئے اور کیکر کے سایہ تلے آرام کی خاطر بیٹھ کر موزے اتار دیئے۔ پھر ایک موزہ پہنا تو دوسرے کو پرندہ اٹھا کر فضا میں لے گیا' اس سے سیاہ سانپ نیچے گر پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر نوازش تھی۔ (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَامَشٰی عَلٰی رِجْلَیْهِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ)[1]

روشنی:

بخاری شریف باب علامات نبوت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو صحابیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے فارغ ہو کر باہر نکلے (تو رات اندھیری تھی) راستے بھر ان کے سامنے دو روشنیاں تھیں۔ جب ان کا راستہ جدا ہو گیا تو ہر ایک کے ہمراہ گھر پہنچنے تک ایک ایک روشن چراغ رہا۔[2]

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (معمر' ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اسید بن حضیرؓ اور ایک انصاری جس کا نام بخاری شریف کی معلق روایت میں عباد بن بشیر آتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باتیں کرتے رہے رات اندھیری تھی ہر ایک کے پاس عصا تھا کام سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو ایک کا عصا روشن ہو گیا۔ جب راستہ جدا ہوا تو دوسرے کا عصا بھی منور ہو گیا اور اپنے گھر پہنچ گئے۔ (بیہقی اور نسائی میں یہ مذکور ہے)

آسمانی بجلی کی چمک:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) رواہ البیهقی فی دلائل النبوۃ والطبرانی فی الاوسط

(۲) رواۃ البخاری فی صحیحه والبیهقی فی دلائل النبوۃ ج۶/ص ۷۷-۷۸

ساتھ عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے جب آپ سجدہ ریز ہوتے تو حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آپ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے ان کو آہستہ سے نیچے بیٹھا دیتے ایک دفعہ نماز سے فراغت کے بعد ان کو رانوں پر بٹھا لیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی والدہ کے پاس چھوڑ آؤں۔ اتنے میں بجلی کی کرن نمودار ہوئی تو آپ نے فرمایا والدہ کے پاس چلے جاؤ پھر ان کے پہنچے تک بجلی کی روشنی برابر اقائم رہی۔[1]

روشن انگلیاں:

تاریخ بخاری میں حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے نہایت تاریک رات تھی، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ واپس لوٹے تو میری انگلیاں منور ہو گئیں اور ان کی روشنی بے ضرر تھی۔[2]

عصا روشن ہونا:

بیہقی میں ہے کہ ابو عبس بدری صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں سب نمازیں ادا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اندھیری رات میں بارش ہو رہی تھی تو راستہ میں اس کا عصا روشن ہو گیا اور وہ اس روشنی میں گھر پہنچ گیا۔[3] امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یزید بن اسود رحمۃ اللہ علیہ تابعی دمشق کی جامع میں ''جسرین'' محلہ سے نماز کیلئے آیا کرتا تھا بسا اوقات تاریک رات میں اس کے پاؤں کا انگوٹھا روشن ہو جاتا۔

حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ:

مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے۔ وطن واپس جانے لگے تو آنحضور ﷺ سے کسی کرامت کے طالب ہوئے۔ وہاں پہنچے تو ان کی پیشانی منور ہو گئی پھر دعا کی تو یہ روشنی عصا میں تبدیل ہو گئی، وہ قندیل کی طرح منور تھا۔

---

(۱) رواہ البیھقی فی الدلائل ج۶/ص۷۶ ورواہ الامام احمد فی مسندہ ج۲/ص۵۱۳

(۲) رواہ البخاری فی التاریخ ج۲/ص۴۶

(۳) رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ ج۶/ص۷۸، ۷۹

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی کرامت:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ معاویہ بن حرمل سے نقل کرتے ہیں وادی حرہ میں آگ نمودار ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمیم داری کو کہا اس کو دور دھکیل دیجئے تو انہوں نے عرض کیا جناب امیر المومنین! میں کون ہوتا ہوں اور کیا ہوں (کہ یہ کام سرانجام دے سکوں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو پیہم آمادہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ تیار ہو گئے پھر وہ دونوں آگ کی سمت چلے اور تمیم داری رضی اللہ عنہ اسے دونوں ہاتھوں سے اکٹھا کرتے رہے اور وہ شعب میں داخل ہو گئی اور تمیم داری بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین بار کہا' دید اور شنید میں کتنا فرق ہے۔[1]

دعا کی قبولیت کا عجیب واقعہ:

حسن بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ ابو سبرہ نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے روانہ ہوا' راستہ میں اس کا گدھا مر گیا اس نے دو رکعت نماز کے بعد دعا کی' الٰہی! میں دفینہ' سے تیری راہ میں جہاد کیلئے آیا ہوں اور تیری رضا کا طلبگار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ان کو میدان محشر میں جمع کرے گا آج مجھے کسی کا منت کیش اور ممنون نہ کر میں اپنے گدھے کی زندگی کا امیدوار ہوں' چنانچہ وہ گدھا کان جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔[2] بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ یہ سند صحیح ہے اور یہ محمد بن یحییٰ ذھلی وغیرہ محمد بن عبید' اسماعیل بن ابی خالد' شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا' اسحٰق بن اسماعیل وغیرہ' محمد بن عبید' اسماعیل بن ابی خالد' شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ یمن سے کچھ رضا کار جہاد کی خاطر آئے' راستہ میں کسی کا گدھا مر گیا' رفقا نے سواری کی پیشکش کی۔ اس نے ٹھکرا دی اور نماز کے بعد دعا کی الٰہی! میں دفینہ' سے تیری راہ میں جہاد کیلئے آیا ہوں اور تیری رضا کا طلبگار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تو

---

[1] رواہ البیہقی

[2] دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦/ص ٤٤٠

مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ان کو میدان محشر میں جمع کرے گا آج مجھے کسی کا منت کیش اور ممنون نہ کر میں اپنے گدھے کی زندگی کا امیدوار ہوں۔ دعا کے بعد وہ گدھے کے پاس گیا تو وہ کان جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور گدھے پر سوار ہو کر رفقا سے جا ملا اور ان کی دریافت پر گدھے کے زندہ ہونے کا واقعہ سنایا۔ امام شعبی کہتے ہیں میں نے یہ گدھا کوفہ کے بازار میں فروخت ہوتا دیکھا ہے۔ ابن ابی الدنیا گدھے والے کا نام بناتہ بن یزید نخعی بتاتے ہیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جہاد کیلئے آیا تھا' کناسہ (کوفے کا بازار) میں وہ اسے فروخت کرنے لگا تو کسی نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ نے تیری خاطر زندہ کیا تھا اور اب تو اسے فروخت کر رہا ہے تو اس نے کہا پھر کیسے کروں۔

ان کے کسی عزیز نے اس واقعہ کو تین اشعار میں منظوم کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے:

وَمِنَّا الَّذِیْ اَحْیَا الْاِلٰـهُ حِمَارَهٗ
وَقَدْمَاتَ مِنْهُ کُلُّ عُضْوٍ وَّمُفْصَلِ

[1]

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گدھی:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی زخمی اور لاغر گدھی واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی بدولت' سب سے تیز رفتار تھی۔ اسی طرح ان کے مال مویشی اور دودھیل جانوروں کے دودھ اور مکھن میں اضافہ بھی آپ ﷺ کی برکت سے تھا۔ صلوات اللہ وسلام علیہ[2]

بچے کا دعا سے زندہ ہونا:

ابوبکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک حضرت سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری نوجوان کی عیادت کیلئے گئے تو وہ یکا یک جان بحق ہو گیا۔ ہم نے

---

(۱) دلائل النبوۃ فی دلائل النبوۃ

(۲) دلائل النبوۃ للبیهقی

اس کی آنکھیں بند کر کے اس کو ڈھانپ دیا اور اس کی والدہ کو تسلی دی اس نے پوچھا فوت ہو گیا؟ عرض کیا جی ہاں! اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی' الٰہی میں ایمان دار عورت ہوں اور تیرے رسول کے پاس ہجرت کر کے آئی ہوں جب مجھے کوئی مصیبت درپیش آئی تو نے رفع فرمائی۔ الٰہی میری التجا ہے کہ اس جانکاہ مصیبت سے نجات فرما۔ چنانچہ اس نے چہرے سے کپڑا سرکایا (تو وہ زندہ سلامت تھا) اور ہم نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔

﴿۲﴾...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں' اس میں ہے وہ عورت ام سائب ایک اندھی بڑھیا تھی۔

تین عجیب امور:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ایک منقطع روایت عبداللہ بن عون رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں۔ امت مسلمہ میں تین عجائبات دیکھے ہیں اگر وہ بنی اسرائیل میں رونما ہوتے تو کوئی قوم اس کی مدمقابل نہ ہوتی۔ ابن عون نے پوچھا' جناب ابوحمزہ! وہ کیا ہیں؟

بتایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اصحاب صفہ میں تھے' ایک خاتون نوجوان بیٹے کے ہمراہ ہجرت کر کے آئی۔ اس خاتون کو ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیا اور نوجوان کو اصحاب صفہ میں شامل کر دیا۔ تھوڑے دنوں بعد وہ وبائی مرض سے فوت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کفن دفن کا حکم دیا' ہم نے اس کے غسل کی تیاری کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی والدہ کو اطلاع کر دو۔ میں نے مطلع کیا تو وہ آ کر اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے قدموں کو پکڑ کر کہنے لگی الٰہی! میں بخوشی مسلمان ہوئی' بتوں کی مخالفت کی' بصد شوق ہجرت کی۔ الٰہی مجھے مصیبت میں مبتلا کر کے بت پرستوں کو خوشی کا موقع فراہم نہ کر اور ناقابل برداشت مصیبت سے نجات بخش۔ وہ دعا سے فارغ نہیں ہو پائی تھی کہ لڑکے کے پاؤں میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے چہرے سے کپڑا اٹھا دیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا' میں اس میں شامل تھا۔ علاء بن حضرمی امیر کارواں تھا۔ ہم میدان جنگ میں اترے' شدید گرمی کا موسم تھا پانی کا نام ونشان نہ تھا انسان اور حیوان سب پیاس سے دوچار تھے۔ جمعہ کا روز تھا' امیر کارواں نے زوال کے بعد دو رکعت نماز جمعہ پڑھائی' پھر آسمان کی طرف دعا کیلئے ہاتھ پھیلائے مطلع بالکل صاف تھا۔ ابھی دعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے کہ آسمان ابر آلود ہو گیا۔ بارش آئی اور جل تھل ہو گیا' خوب پیا اور جانوروں کو پلایا۔

پھر غنیم کی طرف بڑھے تو وہ خلیج عبور کر چکا تھا آپ خلیج کے ساحل پر کھڑے ہوئے اور دعا کی (یَاعَلِیْمُ یَاعَظِیْمُ یَاحَلِیْمُ یَاکَرِیْمُ) اور فرمایا اللہ کا نام لے کر عبور کرو۔ چنانچہ خلیج عبور کر گئے اور گھوڑوں کی سم بھی تر نہ ہوئی دشمن پر حملہ آور ہوئے قتل و غارت کے بعد باقی کو اسیر بنا لیا۔

پھر خلیج کے ساحل پر آئے وہی دعا کی اور عبور کرنے کا حکم دیا پھر بھی گھوڑوں کے پاؤں تر نہ ہوئے پھر امیر کارواں علا بن حضرمی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ ہم نے نماز جنازہ کے بعد دفن کر دیا تو ایک اجنبی نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا یہ بہترین انسان ابن حضرمی ہے۔ اس نے کہا یہ دریا کا ساحل ہے قبر محفوظ نہیں رہتی' مردہ ننگا ہو جاتا ہے۔ میل دو میل دور دفن کرو تو بہتر ہے' چنانچہ ہم نے قبر کھودی تو وہ لحد میں موجود نہیں اور حد نظر تک منور ہے پھر ہم نے قبر کو استوار کیا اور واپس چلے آئے۔[1]

موت کے قصہ کے بغیر یہ روایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور امام بخاری نے تاریخ میں اس کو اور سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے سہم بن منجاب سے یہ واقعہ نقل کیا ہے اس میں دعائیہ کلمات میں کچھ اضافہ ہے۔

امام بیہقی اعمش کے کسی استاذ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم دجلہ کے ساحل پر پہنچے' اس میں شدید طغیانی تھی اور دشمن اس کے پار تھا ایک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر گھوڑا

---

① دلائل النبوة للبیهقی ج٦/ص ٥١_٥٣

دریا میں ڈال دیا اور وہ پانی کی سطح پر تیرنے لگا۔ باقی فوج نے بھی اسی طرح گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور تیرنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر کافر کہنے لگے دیوانے دیوانے پاگل پاگل دریا عبور کیا تو صرف ایک پیالہ گم تھا۔ کافر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمانوں نے اس قدر مال غنیمت جمع کیا کہ مال ان کی نگاہوں میں ہیچ ہو گیا۔①

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ' سلیمان بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی جن کا نام عبداللہ بن ثوب ہے وہ دجلہ کے ساحل پر آئے۔ سخت طوفان تھا' وہ بمع رفقا اسے پیدل عبور کر گئے اور پوچھا کوئی سامان تو گم نہیں ہوا کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ واپس لوٹا دے۔① (ھذا اسناد صحیح)

زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا دوبارہ زندہ ہونا:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ زید بن خارجہ انصاری خزرجی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے اور ان کی نعش ڈھانپ دی گئی' ان کے سینہ سے گھنٹی کی سی آواز آئی پھر انہوں نے کہا:

"محمد ﷺ کا اسم گرامی لوح محفوظ میں احمد ثابت ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راست گو ہیں کمزور و ناتواں ہیں مگر اللہ کے احکام کے نفاذ میں خوب طاقتور ہیں' یہ کتاب اول کا نوشتہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ صادق انسان ہیں' نوشتہ تقدیر میں ان کی صفت قوی امین ہے۔ عثمان بھی ان کے جادہ پر قائم ایک صدق شعار انسان ہیں۔ چار برس بیت گئے پھر طاقتور کمزور کو ہڑپ کر جائے گا اور قیامت کے آثار برپا ہونگے اور اسلامی لشکر کی خبر عنقریب آئے گی اور قبا مسجد کے سامنے کنواں اریس ہے' وہ عجب ہے (اس میں نبی علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہو گئی)

---

① رواہ البیہقی

② رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج٦/ص ٥٤

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر بنی خطمہ کا ایک شخص فوت ہوا اس کو چادر سے ڈھانپ دیا گیا تو اس کے سینہ میں سے گھنٹی کی آواز آئی پھر اس نے کہا' واقعی زید خزرجی نے سچ کہا ہے۔[1]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ایک اور سند سے بیان کے بعد کہا ہے یہ سند درست ہے اور اس کے شواہد موجود ہیں" مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ "میں ابن ابی الدنیا اسماعیل بن خالد سے نقل کرتے ہیں کہ یزید رحمۃ اللہ علیہ بن نعمان بن بشیر اپنے والد کا مکتوب قاسم بن عبدالرحمٰن کے حلقہ درس میں ان کی والدہ کے نام لے کر حاضر ہوئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ' مکتوب نعمان بن بشیر بنام بنت عبداللہ بن ہاشم' سَلَامٌ عَلَيْكَ 'میں خدائے وحدہ لاشریک کی حمد وثنا کا تحفہ پیش کرتا ہوں' آپ نے تحریر کیا ہے کہ میں زید بن خارجہ کا سانحہ ارتحال لکھ کر ارسال کروں۔

جناب زید رضی اللہ عنہ بالکل تندرست تھے' اچانک ان کے حلق میں شدید درد محسوس ہوا اور وہ ظہر اور عصر کے درمیان انتقال کر گئے۔ ان کو دراز کر کے ڈھانپ دیا گیا۔ بعد از مغرب مجھے کسی نے بتایا کہ زید رضی اللہ عنہ فوت ہونے کے بعد بول رہا ہے' میں فوراً آیا وہاں کچھ انصاری بھی موجود تھے وہ کہہ رہا تھا (یا اس کی بات دہرائی جا رہی تھی) تین خلفاء میں سے درمیانی خلیفہ زیادہ قوی ہے۔ وہ دینی امور میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ طاقتور کو کمزور کا مال ہضم کرنے نہیں دیتا' یہ اللہ کا بندہ امیر المومنین راست گو تھا' لوح محفوظ میں اسی طرح نوشتہ ہے۔

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی اکثر کوتاہیاں معاف کرتے ہیں۔ دو برس بیت گئے' چار باقی ہیں پھر خانہ جنگی ہوگی' طاقتور کمزور کو تختہ مشق بنائے گا' ملکی نظام درہم برہم ہوگا۔ خفیہ عداوت رنگ لائے گی' پھر باہمی عداوت سے باز آ جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ اے لوگو! اپنے امیر کی بات قبول کرو' غور سے سنو اور طاعت کرو۔ جو شخص

---

(1) رواہ الحافظ ابو بکر البیہقی فی دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦/ص ٥٥

پہلوتہی کرے گا اس کا جان و مال محفوظ نہ ہوگا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا دوٹوک فیصلہ ہے۔

اللہ اکبر! یہ جنت ہے، وہ دوزخ ہے، نبی اور صدیق سلامتی کا سوال کریں گے، اے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ! آپ نے میرے والد خارجہ اور سعد بن ربیع کو یہاں پایا جو جنگ احد میں شہید ہوئے اور ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔

ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے کھال ادھیڑنے والی ان لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی جنہوں نے دین حق سے اعراض کیا اور مال جمع کیا (۷۰/۱۵) پھر اس کی آواز بند ہوگئی۔

حاضرین سے میں نے بات کا آغاز پوچھا تو بتایا کہ اس نے کہا، (اَنْصِتُوْا اَنْصِتُوْا) خاموش خاموش ہم ایک دوسرے کی طرف تعجب سے دیکھنے لگے تو معلوم ہوا کہ آواز لباس کے نیچے سے آ رہی ہے اس کے چہرے سے کپڑا سرکایا تو اس نے کہا، آپ ہیں احمد، اللہ کے رسول، یا رسول اللہ ﷺ آپ پر اللہ کی رحمت و برکت ہو، ابوبکر صدیق امین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہے۔ جسم ناتواں مگر احکامِ الٰہی میں تنومند، درست ہے۔ درست یہ لوح محفوظ میں ہے۔[1]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو ایک اور سند سے بیان کیا ہے اور اس کو درست قرار دیا ہے۔ "کتاب البعث" میں ہشام بن عمار نے نعمان بن بشیر سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں، سعید بن مسیب کی طرح حبیب بن سالم بھی نعمان سے بیان کرتے ہیں اس میں بیئر اریس کا ذکر ہے وہ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انگوٹھی تیار کروائی وہ آپ کے پاس رہی پھر یکے بعد دیگرے خلفاء کے پاس رہی بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی ان کی خلافت کے چھ سال بعد وہ کنواں اریس میں گر گئی۔ (بہت تلاش کے بعد نہ ملی) تو پھر ان کی خلافت کے حالات خراب ہو گئے اور فتنہ فساد کا دور دورہ ہوگیا۔ جیسا کہ زید بن خارجہ کی زبانی معلوم ہوا اور یہ مطلب ہے

---

(1) من عاش بعد الموت لابن ابی الدنیا و دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶/ص ۵۷

''دو برس بیت گئے' چار باقی ہیں'' کا۔ تاریخ بخاری میں ہے کہ زید بن خارجہ انصاری خزرجی بدری ہیں' خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں فوت ہوئے اور فوت ہونے کے بعد انہوں نے کلام کی۔ بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ان کا موت کے بعد کلام کرنا متعدد صحیح اسناد سے مروی ہے۔

ایک سلمی کا کلام کرنا:

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ بنی سلمہ کے ایک شخص نے موت کے بعد یہ کلام کیا' مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَبُوْبَکْرٍ صَدِیْقٌ' عثمان اَلَّذِیْنَ الرَّحِیْمُ وَلَا اَدْرِیْ اِیْشَ قَالَ فِیْ عُمَرَ [1]

ربیع کا بعد از موت بولنا:

کتاب البعث میں ربعی بن حراش عبسی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرا بھائی ربیع رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گیا' موت کے بعد تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے تو اس نے چہرے سے کپڑا اٹھا کر السلام علیکم کہا ہم نے وعلیکم السلام کے بعد پوچھا واپس آ گیا؟ اس نے کہا کیوں نہیں مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات نصیب ہوئی اس نے مجھے اپنی رافت و رحمت سے نوازا مجھ پر مہربان ہے اور سبز ریشمی لباس پہنایا میں نے اس سے آپ کو خوشخبری سنانے کی اجازت طلب کی اور اجازت مرحمت ہوئی' بات ایسی ہی ہے۔ جیسا تمہارا خیال ہے اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو' خوشخبری سناؤ' نفرت نہ دلاؤ' اس کی آواز پانی میں کنکر گرنے کے مشابہ تھی۔

نوزائیدہ بچے کا بولنا:

بیہقی معرض رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا۔ آپ ﷺ سے ایک گھر میں ملاقات ہوئی' آپ ﷺ کا چہرہ چاند سا تھا۔ ایک یمامی آپ ﷺ کے پاس نوزائیدہ بچہ لایا' آپ ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس بچے

---

[1] رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج ۶/۵۸

نے جواب دیا آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں آپ ﷺ نے فرمایا درست ہے' اللہ برکت کرے پھر اس بچے نے جوان ہونے تک بات نہ کی ہم اسے مبارک یمامہ کہتے تھے۔[1]

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محمد بن یونس کدیمی اور اس کے شیخ کی وجہ سے اس حدیث پر لوگ جرح کرتے ہیں مگر شرعی اور عقلی طور پر اس میں کوئی قباحت نہیں۔ صحیح بخاری میں قصہ جریج اس کا شاہد ہے' جریج نے پوچھا اور بچے نے بتایا میں چرواہے کا بچہ ہوں علاوہ ازیں یہ حدیث کدیمی کی بجائے محبوب بن عثمان بھی شاصونہ سے بیان کرتے ہیں۔ مگر سند غریب ہے۔[2]

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ' ثقہ راوی' ابو عمر زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں' میں یمن کی حروہ بستی میں گیا' یہ حدیث دریافت کی اور شاصونہ کی قبر کی زیارت کی وہاں اس کی نسل آباد ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کی تائید اہل کوفہ کی ایک درج ذیل ''مرسل روایت سے ہوتی ہے البتہ اس میں نوزائیدہ بچے کی بجائے نوجوان کا ذکر ہے ملاحظہ ہو۔[3]

وکیع یکے از شیوخ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نوجوان گونگے کو لائی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یہ بولتا نہیں تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا میں کون ہوں تو اس نے جواب دیا آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مزید سنئے!

امام حاکم یکے از شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کیا یہ بچہ بولتا نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے ذرا میرے قریب کرو۔ اس نے قریب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بتاؤ میں کون ہوں؟ تو بچے نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔[4]

---

(1) دلائل النبوۃ للبیہقی

(2) روایت بیہقی

(3) رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج ٦/ص ٦١

(4) رواہ البیہقی

آسیب زدہ بچہ:

امام احمد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں ایک عورت اپنے بچے کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائی اور عرض کیا میرا بچہ دیوانہ ہے' خورونوش خراب کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی' تب اس نے قے کی' وہ آسیب اس کے پیٹ میں سے کتے کے کالے بچے کی شکل میں نکل بھاگا۔[1] فرقد سبخی م ۱۳۱ھ صالح آدمی ہے مگر اس کا حافظہ کمزور ہے۔

جن:

ابوبکر بزار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں آنحضور ﷺ کے پاس ایک انصاری عورت آئی اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ خبیث جن مجھ پر غالب ہے' آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس حالت پر صبر کرو تو قیامت کے روز تمہارا کوئی حساب نہ ہوگا' اس نے کہا واللہ! میں صبر کروں گی مگر مجھے خطرہ ہے کہ یہ خبیث مجھے برہنہ نہ کر دے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا فرمائی جب اس کو خطرہ لاحق ہوتا تو کعبہ کے پردہ سے چمٹ کر دعا کرتی تو وہ بالکل نکل جاتا۔[2]

صدقہ راوی میں کوئی مضائقہ نہیں اور فرقد سبخی کے کمزور حافظہ کے باوصف شعبہ وغیرہ اس سے حدیث بیان کرتے ہیں۔

امام احمد' یحییٰ بن عمران ابی بکر' عطا بن ابی رباح سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں آپ کو جنتی عورت دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ فرمایا اس سیاہ فام عورت نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ دیوانگی میں میرا ستر کھل جاتا ہے' دعا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چاہو تو اس حال پر صبر کرو اور جنت کی خوشخبری سنو' چاہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شفا بخشے گا۔ اس نے کہا میں اس حال پر صبر کرتی ہوں' بس

---

① رواہ امام احمد فی مسندہ ج ۱ /ص ۲۳۹ ورواہ الدارمی والطبرانی

② کشف الاستار ج ۱ /ص ۳۶۷ رواہ البزار ورواہ الهیثمی فی مجمع الزوائد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ دعا فرمائیں کہ میرا ستر نہ کھلے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے یہ دعا فرمائی۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں بھی یہ روایت مذکور ہے اور امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ عطا نے مجھے بتایا کہ میں نے کعبہ کے پاس یہ سیاہ فام دراز قامت ام زفر عورت دیکھی۔ حافظ ابن اثیر کے اسد الغابہ میں ہے کہ یہ ام زفر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مشاطہ تھی اور کنگھی چوٹی کرتی تھی۔ اس کی عمر اس قدر دراز ہوئی کہ عطاء بن ابی رباح نے اس کا زمانہ پایا' واللہ اعلم [1]

بخار: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ بخار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے محبوب تر احباب کے پاس بھیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کے پاس چلا جا' چنانچہ وہ انصار کو لاحق ہوا تو وہ اس سے نڈھال ہو گئے۔ انصار نے عرض کیا بخار نے ہمیں لاچار کر دیا ہے دعا فرمائیے۔ آپ نے دعا فرمائی تو وہ تندرست ہو گئے اسی طرح ایک انصاری عورت نے بھی دعا کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا کروں اور مرض دور ہو جائے یا صبر کرتی ہو جنت ملے گی اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صبر کرو ترجیح دیتی ہوں۔ [2] اس سند میں محمد بن یونس کدیمی ضعیف ہے۔

﴿۲﴾ بیہقی ابی عثمان نہدی سلمان فارسیؓ سے بیان کرتی ہیں کہ بخار نے آپ سے اجازت طلب کی آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میرا نام بخار ہے میں جسم کو دبلا کر دیتا ہوں اور خون چوس لیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل قبا کے پاس جا' وہ بخار میں مبتلا ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے چہرے زرد پڑ چکے تھے' بخار کے عارضہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا چاہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بخار رفع فرما دے گا۔ چاہو تو اسی حالت میں رہو یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو گا سب نے عرض کیا

---

(۱) رواه البخاری فی صحیحه فی المرضی ومسلم فی صحیحه فی البر و الصلة

(۲) رواه البیهقی فی دلائل النبوة ج٦/ص ١٦٠

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت پر صبر کرتے ہیں۔[1] یہ حدیث مسند احمد میں اور نہ ہی صحاح ستہ میں ہے۔

آب وہوا:

مدینہ منورہ کی فضا خراب تھی' وبائی امراض کی آماج گاہ تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے وہ صحت افزا مقام بن گیا۔ صلوت اللہ وسلامہ علیہ

بینائی بحال ہونا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارادہ ہو تو دعا نہ کروں اور یہ تیری اخروی زندگی کیلئے بہتر ہے۔ چاہو تو دعا کرتا ہوں اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ اور یہ دعا کر۔

الٰہی! میں تیری ذات سے سوال کرتا ہوں اور تیرے رحمت والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی اس ضرورت میں متوجہ کرتا ہوں کہ وہ پوری ہو اور آپ میری اس میں سفارش کریں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش میرے حق میں قبول ہو۔ وہ بار بار یہ دعا پڑھتا رہا پھر اس نے کہا میرا یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش میرے حق میں قبول ہوگی چنانچہ اس نے یہ عمل کیا تو وہ تندرست ہو گیا اور اس کی بینائی بحال ہو گئی۔[2]

﴿۲﴾...... ترمذی شریف اور نسائی شریف میں محمود بن غیلان اور ابن ماجہ میں احمد بن منصور بن سیار یہ دونوں عثمان بن عمرو سے شعبہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن غریب کہا ہے کہ یہ صرف ابو جعفر خطمی سے مروی ہے۔

---

[1] رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج٦ ص ١٥٩' ١٦٠ وذکرہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ ج٢ ص ٨٧

[2] رواہ الامام احمد فی مسندہ

﴿۳﴾......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

﴿۴﴾......امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت کرتے ہیں۔

﴿۵﴾......نیز امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ممکن ہے ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کا سماع ابوامامہ اور عمارہ بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں سے ہو واللہ اعلم

امام بیہقی اور حاکم ابوامامہ بن سہل بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ وعثمان حنیف رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بینائی ختم ہونے کی تکلیف کا اظہار کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا کوئی خدمت گار بھی نہیں مجھے سخت تکلیف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو خانہ میں جا اور وضو کر اور پھر یہ دعا پڑھ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَامُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ فَيَنْجَلِیْ بَصَرِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیْ شَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ

عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم ابھی مجلس سے اٹھے نہیں اور نہ ہی کچھ زیادہ باتیں کیں کہ وہ نابینا آیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ نابینا تھا ہی نہیں۔[1]

امام بیہقی کہتے ہیں کہ ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت فروخ کے علاوہ ہشام دستوائی بھی بیان کرتے ہیں۔

لعاب مبارک سے بینائی بحال کرنا:

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ، حبیب بن مریط رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کی آنکھیں بالکل سفید تھیں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے بتایا میں اونٹوں کا چرواہا تھا، میرا پاؤں سانپ پر پڑا تو میری بینائی ختم ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کیا تو اس کی بینائی بحال ہوگئی۔ ان کی بینائی تیز ہوگئی کہ وہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ پرولیا کرتے تھے۔[2]

---

① دلائل النبوة للبیهقی ج۶/ص۱۶۸

② دلائل النبوة للبیهقی ج۶/ص۱۷۳

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض لوگ حبیب بن مریط کے بجائے حبیب بن مدرک کہتے ہیں۔

آنکھ کا باہر نکلنا:

قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ جنگ میں خانہ چشم سے باہر لٹک آئی رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے خانہ چشم میں ڈال دیا تو معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی زخمی تھی۔[1]

پنڈلی کا درست ہونا:

ابورافع یہودی کے معاملہ میں محمد بن عتیک کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو آپ نے دست مبارک پھیرا اور وہ فوراً ٹھیک ہوگئی۔[2]

جلا ہوا ہاتھ:

محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آگ میں جل گیا' آپ ﷺ نے دم کیا تو وہ فوراً مندمل ہوگیا۔[3]

ہتھیلی کا غدود:

شرجیل جعفی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں غدود تھی آپ ﷺ نے چھوا تو وہ غدود ختم ہوگئی۔[4]

آنکھ درست ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آشوب زدہ چشم پر لب لگایا تو وہ درست ہوگئی۔[5]

حافظے کا تیز ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نسیان کا شکوہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اس کو ایک دعا بتائی پھر یہ مرض دور ہوگیا۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی چادر پر دم کیا اور

① دلائل النبوۃ للبیهقی ج٦/ص١٧٣
② رواہ البخاری فی المغازی
③ دلائل النبوۃ للبیهقی ج٦/ص١٧٣'١٧٥ والنسائی فی السنن الکبریٰ
④ دلائل النبوۃ للبیهقی ج٦/ص١٧٦
⑤ رواہ البخاری فی المغازی

وہ بعد ازیں کسی بات کو بھولتے نہ تھے۔[1]

ابو طالب کیلئے دعا:

بیہقی میں ہے کہ اپنے چچا ابو طالب کے مرض کے بارے دعا کی وہ فوراً تندرست ہو گئے۔[2] اس قسم کے اور بیشتر واقعات بیہقی نے بیان کئے ہیں ہم نے ان کو ضعف سند کی وجہ سے قلم زدن کر دیا ہے۔

کمزور گھوڑی کا تیز ہونا:

امام بیہقی جعیل اشجعی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں کسی جہاد میں آپ کے ہمراہ تھا اور میری گھوڑی دبلی پتلی اور کمزور تھی اور میں سب سے پیچھے چل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تیز چلو" میں نے عرض کیا حضور یہ نہایت کمزور ہے' رسول اللہ ﷺ نے ہلکا سا کوڑا مار کر برکت کی دعا فرمائی۔ وہ اتنی تیز رفتار ہو گئی کہ روکے نہ رکتی تھی اور اس کا ایک بچہ بارہ ہزار میں فروخت کیا۔[3]

﴿۲﴾ امام نسائی نے یہ واقعہ محمد بن رافع کی معرفت محمد بن عبداللہ رقاشی سے بیان کیا ہے

﴿۳﴾...... ابن ابی خیثمہ نے عبید بن یعیش' زید بن خباب کے واسطے سے رافع سے بیان کیا ہے۔

﴿۴﴾...... تاریخ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جعیل سے یہ روایت بیان کی ہے۔

اونٹنی کا تیز چلنا:

سنن بیہقی اور مسلم شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے انصاریوں میں رشتہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے بیوی کو پہلے کیوں نہ دیکھ لیا' انصاری عورتوں کی

---

① رواه البخاري في صحيحه في المناقب

② دلائل النبوة للبيهقي ج٦/١٧٠

③ رواة البخاري في صحيحه في الشروط و مسلم في صحيحه في المساقاة

آنکھوں میں کچھ خلل ہوتا ہے۔ اس نے کہا میں نے دیکھ لیا (مہر کے سلسلہ میں تعاون فرمادیں) پوچھا کتنا تو اس نے اپنی حیثیت سے زیادہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم ان پہاڑوں سے سیم وزرکاٹ کے لاتے ہو۔ ہمارے پاس آج کل کچھ نہیں ممکن ہے میں تمہیں کسی جہاد میں روانہ کروں تو وہ حاصل ہوجائے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بنی عبس کی طرف جہاد کیلئے روانہ ہونے کو کہا تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری سواری تو اٹھ نہیں سکتی' کیونکر جاسکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سہارے کیلئے ہاتھ پکڑا اور پھر اس کی اونٹنی کے پاس چلے آئے اور اسے پیر سے ٹھوکر ماری' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ اس قدر تیز رفتار ہوگئی کہ امیر کارواں سے بھی آگے رہتی۔[1]

عجب دعا:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے اونٹ خریدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت کی دعا کا سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی تو وہ مرگیا۔ اس نے ایک اور اونٹ خریدا اور برکت کی دعا کا طلب گار ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو وہ بھی جاں بحق ہوگیا' پھر اس نے تیسرا اونٹ خرید کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اونٹوں میں برکت کی دعا فرمائی اب دعا فرمائیں کہ وہ میری سواری کے قابل ہو۔ آپ نے دعا فرمائی تو وہ بیس برس اس کے پاس رہا۔[2]

بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ پہلی دو دعائیں اجر آخرت کے متعلق تھیں۔

دم جھاڑ سے آپریشن:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حبیب بن اساف رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں اور میرا ہم قوم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی جہاد میں شرکت کیلئے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم مسلمان

---

(۱) رواه البیهقی فی دلائل ج۶/ص۱۵٤ رواه مسلم الصحیح عن یحیی بن معین عن مروان

(۲) دلائل النبوة للبیهقی ج۶/ص۱۵٤_۱۵۵

ہو بتایا جی نہیں تو فرمایا ہم مشرکوں کے خلاف مشرکوں سے تعاون نہیں لیتے۔ چنانچہ ہم مسلمان ہو گئے اور جنت میں شریک ہوئے۔ میرے کندھے پر ایسی کاری ضرب لگی کہ میرا بازو کٹ کر لٹک گیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے لٹکے ہوئے حصہ کو جوڑ کر دم کر دیا تو وہ فوراً اچھا ہو گیا۔ اور میں نے ضرب لگانے والے کو قتل کر دیا پھر اتفاقاً میں نے اس کی دختر سے شادی کی تو وہ مجھے کہتی۔ لَا عَدِمْتَ الَّذِیْ وَشَّحَكَ وَهٰذَا الْوِشَاحُ' اور میں کہتا' لَا عَدِمْتَ الَّذِیْ اَعْجَلَ اَبَاكَ اِلَی النَّارِ[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں دعا:

متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو پانی موجود پایا پوچھا کون لایا معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما لائے ہیں تو آپ ﷺ نے دعا دی الٰہی اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔[2]

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما م ۶۸ ھ سے نقل کیا ہے کہ یہ دعا میرے شانے پر دست مبارک رکھ کر فرمائی۔

آپ شرعی علوم کے مقتدا اور پیشوا تھے' خصوصاً قرآن فہمی اور تفسیر میں اپنی عقل ودانش سے جملہ پیش رو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علوم کے حامل خازن اور امین تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما متوفی ۳۲ ھ کا مقولہ ہے کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما ہمارے ہم عمر ہوتے تو ان کے علم کا عشر وعشیر بھی کسی کو حاصل نہ ہوتا' آپ رضی اللہ عنہما قرآن کے بہترین ترجمان ہیں۔[3]

یاد رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے بعد ۳۶ سال بقید حیات رہے۔ اندازہ کیجئے کہ ۳۶ سال کے اس طویل عرصہ میں آپ کو شرعی علوم اور قرآن فہمی میں کس قدر دسترس حاصل ہوئی ہوگی۔

---

(۱) رواہ الامام احمد
(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ فی الوضوء ومسلم فی صحیحہ فی فضائل الصحابۃ
(۳) دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶/ص ۱۹۳

منقول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے میدان عرفات میں خطبہ کے دوران قرآن پاک کی ایسی تفسیر بیان فرمائی وہ تفسر اگر رومی، ترکی اور دیلمی سن پاتے تو مسلمان ہوجاتے، رضی اللہ عنما وارضاہ۔[1]

دعا کی تاثیر:

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے مال اور کثرت اولاد کی دعا فرمائی۔[2] ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی اور آپ ﷺ نے اس کے کیلئے کثرت مال اور عیال کی دعا فرمائی۔ ان کا ایک باغ تھا جس میں دو بار پھل آتا تھا اور اس میں ایک ریحان سے کستوری مہکتی تھی۔ ان کی تقریباً سو سے زائد اولاد تھی اور ایک سو سال عمر تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ أَطِلْ عُمُرَہٗ۔[2]

دعا کی قبولیت:

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کیلئے آپ نے دعا کی ایک بچہ پیدا ہوا رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ رکھا اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نو بیٹے حافظ قرآن تھے۔[3]

دعا کی درخواست:

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی والدہ کے مسلمان ہونے کی دعا کی درخواست کی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گھر واپس آئے تو والدہ کو غسل میں مشغول پایا۔ غسل سے فارغ ہوکر اس نے کلمہ پڑھا اور کہا خوشی سے میری آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا اور دعا کا تقاضا کیا

---

(۱) رواہ یعقوب بن اسفیان فی تاریخہ اسناد صحیح عن ابی وائل

(۲) رواہ البخاری فی الدعوت ومسلم فی صحیح فی فضائل الصحابۃ

(۳) رواہ البخاری فی صحیحہ فی النحائز و مسلم فی صحیحہ فی الآدب

کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور وہ بار آور ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر مومن مرد اور عورت ہم سے محبت رکھتا ہے اور بالکل درست ہے کہ ہر جمعہ کے خطبات میں اور درس و تدریس کے دوران آپ کا اکثر ذکر خیر آتا ہے اور یہی قضاء و قدر کا فیصلہ ہے۔[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ بیمار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے شفایاب ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، الٰہی! اس کی دعا مستجاب ہو اور اس کا نشانہ درست ہو اور تیر بہدف ہو۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ بہترین سپہ سالار تھے۔ ابو سعد اسامہ بن قتادہ نے جب جھوٹی گواہی دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو مجبوراً بد دعا دی۔ الٰہی دراز عمر ہو، فقر و فاقہ سے دوچار ہو، آزمائش میں مبتلا ہو، چنانچہ اسی طرح ہوا اور وہ اعلانیہ کہا کرتا تھا بوڑھا پھونس ہوں آزمائش میں مبتلا ہوں مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگی ہے۔[2]

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ چنانچہ وہ ۹۴ سال کی عمر میں بھی تنومند تھے، ہوش و حواس قائم تھے اور سر کے جس حصہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پہنچا اس کے بال سیاہ رہے۔[3]

حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ:

بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا قریب آؤ۔ میں قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی الٰہی! اس کو حسن و جمال بخش اور جمال کو دوام بخش۔ ان کی عمر سو سال سے اوپر تھی داڑھی میں چند بال سفید تھے، ہشاش بشاش

---

① رواہ مسلم فی صحیحہ فی فضائل الصحابہ

② رواہ الحاکم فی المستدرک ورواہ البخاری فی صحیحہ فی الاذان ومسلم فی صحیحہ فی الصلاۃ

③ ذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ج ۹/ ۴۰۹

چہرہ تھا' آخردم تک جھریوں کا نام ونشان نہ تھا۔ (قال السهيل اسناد صحيح موصول) ①

حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ :

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابو العلاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں جہاں قتادہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے' میں وہاں موجود تھا' ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا' میں نے قتادہ رضی اللہ عنہ کے چہرے میں (آئینہ کی طرح) اس کا عکس دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا' ان کا چہرہ تروتازہ اور شاداب رہتا جیسا کہ ابھی تیل استعمال کیا ہے۔ ②

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ :

متفق علیہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لباس پر (شادی کے سلسلہ میں) زعفران کے نشانات دیکھ کر برکت کی دعا فرمائی۔ چنانچہ انہیں تجارت اور مال غنیمت سے اس قدر مال متاع ملا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی چار بیویوں میں سے ایک کو اسی ہزار دینار پر رضامند کیا جو سارے مال کے آٹھویں حصے کا چھوتھائی تھا۔ ③

تجارت میں برکت :

شبیب بن غرقد بیان کرتے ہیں کہ عروہ بن ابی جعد مازنی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری خریدنے کیلئے ایک دینار دیا چنانچہ اس نے دینار سے دو بکریاں خریدیں' ایک کو دینار میں فروخت کر دیا۔ ایک دینار اور ایک بکری لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کی تجارت میں برکت کی دعا کی چنانچہ وہ اگر مٹی اور نمک سودا بھی خرید لیتے تو ان کو منافع ہوتا۔ ④

---

① رواه الامام احمد فی مسنده ج ٥/ص ٨٧

② رواه الامام احمد فی المسند ج ٥/ص ٢٧'٢٨ وذكره الهيثمی فی مجمع الزوائد ج ٩/ص ٣١٩

③ رواه البخاری فی صحيحه فی النكاح ومسلم فی صحيحه فی النكاح

④ رواه البخاری وابوداؤد وابن ماجه

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ:

اپنے پوتے ابو عقیل رحمۃ اللہ علیہ کو بازار میں ہمراہ لے جاتے اور غلہ وغیرہ خریدتے۔ ان کو وہاں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مل جاتے تو وہ ان سے تجارت میں شراکت کی درخواست کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں برکت کی دعا فرمائی تھی۔ وہ ان صاحبان کو شریک فرما لیتے تھے۔ بسا اوقات عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ ایک سودے میں ایک سواری منافع کما لیتے۔[1]

بے پناہ سردی:

امام بیہقی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کافی سردی تھی، میں نے فجر کی اذان کہی، رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور مسجد میں کوئی نمازی نہ تھا دریافت فرمایا نمازی کہاں ہیں؟ بتایا شدید سردی کے باعث نہیں آئے، دعا کی الٰہی سردی ختم کردے، چنانچہ لوگ فوراً پنکھے ہلاتے چلے آئے۔[2]

باہمی محبت کا دم:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں جا رہے تھے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان عورت ہوں، میرا شوہر نامرد ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے بلاؤ اس نے بلایا (وہ جوتا بنانے کا کام کرتا تھا) آپ نے پوچھا اپنی بیوی کے بارے تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا واللہ! میں نے کبھی غسل نہیں کیا۔ بیوی نے کہا مہینہ میں صرف ایک بار وہ ایسا کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم اسے برا سمجھتی ہو؟ اس نے عرض کیا بالکل، تو رسول اللہ ﷺ نے عورت کی پیشانی مرد کی پیشانی پر رکھ کر دعا فرمائی۔ الٰہی! ان کے درمیان

---

① رواہ البخاری فی صحیحہ فی الدعوات

① دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶/ص۲۲۴ ودلائل النبوۃ لابی نعیم

الفت پیدا فرما اور ایک دوسرے کا محبوب بنا۔ پھر کسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''نمط'' بازار میں گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ وہی عورت سر پر چمڑا اٹھائے سامنے سے آ رہی تھی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر چمڑا سر سے اتار دیا اور آپ کی قدم بوسی کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اب وہ ''شوہر'' مجھے ہر چیز سے پیارا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہ ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں (کچھ اور نہیں) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح رسالت کی شہادت دی۔[1]

اس سند میں علی لہبی، منکر روایت کا راوی، بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ یہ قصہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، مگر اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام مذکور نہیں۔

نوزائیدہ بچے کیلئے دعا:

ابو القاسم بغوی، حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب اپنے نوزائیدہ بچے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پکڑ کر برکت کی دعا فرمائی اور اس کی پیشانی پر بالوں کا گچھا اگ آیا۔ خوارج کے ظہور کے زمانہ میں اس کا میلان خوارج کی طرف ہو گیا تو وہ بال کا گچھا غائب ہو گیا، اس کے والد نے اسے گھر میں بند کر دیا، مبادا ان کے ہمراہ چلا جائے پھر وہ سمجھانے بجھانے سے باز آ گیا تو بالوں کا گچھا بدستور نمودار ہو گیا۔[2]

دردِ سر:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فراس بن عمرو لیثی رحمہ اللہ کو شدید سر درد لاحق ہوا اس کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر بٹھا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھوں کے درمیانی حصہ کو پکڑ کر کھینچا تو معاً بال نمودار ہو گئے اور سر کا درد غائب ہو گیا۔[3]

---

① دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶/ص۲۲۸
② دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶/ص۲۳۰
③ دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶/ص۲۳۱

آپ کی دعا سے دانت کا سلامت رہنا:

حافظ ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی سند سے یعلی بن اشدق کی معرفت نابغہ جعدی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا قصیدہ رائیہ پیش کیا۔

بَلَغْنَا السَّمَاءَ عِفَّةً وَّتَكَرُّمًا

وَاَنَّا لَنَرْجُوْا فَوْقَ ذٰلِكَ مَظْهَرًا

(ہم پاک دامنی اور بزرگی میں آسمان کی بلندی کو چھو چکے ہیں اور اب ہم اس سے اوپر پرواز کرنے کے امیدوار ہیں)

آپ نے فرمایا اے ابولیلیٰ ابن المظر یعنی اوپر پرواز کہاں، عرض کیا جنت آپ ﷺ نے تصدیق فرمائی ہاں ہاں انشاء اللہ پھر میں نے پڑھا

وَلَا خَيْرَ فِيْ حِلْمٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهٗ

بَوَادِرُ تَحْمِيْ صَفْوَهٗ اَنْ يَّكَدَّرَا

تو آپ ﷺ نے فرمایا خوب خوب (لَا يَغْضُضِ اللّٰهُ فَاكَ) خدا تیرے دانت سلامت رکھے، یعلی بن اشدق کہتے ہیں وہ ۱۱۲ سال کی عمر میں فوت ہوئے ان کے دانت رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے' بالکل صحیح سلامت اولہ کی طرح شفاف تھے۔[1]

مقبول دعا:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے عراق شام اور یمن (ترتیب مشکوک ہے) کی طرف نظر اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی! ان کے دلوں کو اپنی طاعت و بندگی کی طرف مائل کر اور ان کے گناہ معاف کر۔[2]

﴿۲﴾ ابوداؤد طیالسی نے زید بن ثابتؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

① رواه البزار و ذكره الهيثمی فی مجمع الزوائد ج۸/۱۲۶

② دلائل النبوة للبیهقی

یمن کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا فرمائی (اَللّٰھُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِھِمْ) پھر شام کی جانب نظر اٹھا کر دعا فرمائی (اَللّٰھُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِھِمْ) پھر عراق کی سمت دیکھ کر دعا کی (اَللّٰھُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِھِمْ)

چنانچہ ایسا ہی وقوع پذیر ہوا کہ اہل شام سے قبل یمنی مسلمان ہوئے اور آخر میں عراقی مسلمان ہوئے۔[1]

مسند احمد میں ہے کہ قیامت سے قبل عراق کے نیک اور اچھے لوگ شام میں منتقل ہو جائیں گے اور شام کے شریر اور بدطینت لوگ عراق میں چلے آئیں گے۔

بددعا سے ہاتھ شل ہونا:

مسلم شریف میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا آپ ﷺ نے فرمایا "کُلْ بِیَمِیْنِكَ" دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا میں اس سے کھا نہیں سکتا' چونکہ اس نے غرور سے کہا تھا' آپ ﷺ نے بددعا کی "لَا اسْتَطَعْتَ" خدا کرے تو نہ کھا سکے۔ چنانچہ اس کا ہاتھ بیکار ہو گیا' وہ منہ تک نہ لے جا سکا۔[2]

مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں ہمجولیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں چھپ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری گردن پکڑ کر ہلایا اور مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلانے کیلئے بھیجا میں آیا تو وہ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے واپسی اطلاع دی کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں' پھر دوبارہ بھیجا' میں آیا تو وہ ابھی کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے پھر آ کر بتایا کہ وہ ابھی کھا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا (لَا اَشْبَعَ اللّٰہُ بَطْنَہٗ)

امام بیہقی نے یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے (الفاظ میں معمولی کمی بیشی ہے)

---

(1) دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶/ص ۲۳۶ ورواہ الترمذی مختصراً

(2) رواہ مسلم فی صحیحہ فی الاشربۃ وقد رواہ ابو داؤد الطیالسی عن عکرمہ عن ایاس عن ابیہ معانہ

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ نہیں سیر ہوتا تھا۔ امارت کے عہد میں وہ روزانہ سات دفعہ گوشت کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور وہ کہتے میرا پیٹ نہیں بھرتا اور میں کھاتے کھاتے تھک جاتا ہوں۔

اپاہج:

جنگ تبوک میں لوگ باجماعت نماز پڑھ رہے تھے' ایک لڑکا آگے سے گزرا آپ ﷺ نے بددعا فرمائی وہ اپاہج ہو گیا پھر نہ اٹھ سکا۔

نقال:

امام بیہقی نے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کی گفتگو کی نقل اتارتا اور منہ چھڑاتا' آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر بددعا فرمائی (کُنْ کَذَالِكَ) ایسا ہی ہو جا۔ چنانچہ وہ آخر دم تک اسی بیہودہ شکل وصورت میں رہا۔[1] بعض روایات میں تصریح ہے کہ وہ آدمی حکم بن ابی العاص بن امیہ تھا۔

شہادت کی دعا:

امام مالک' زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کو نبی علیہ السلام نے پرانا لباس پہنے دیکھا اور اس کے پاس لباس بھی تھا آپ ﷺ نے اسے نیا لباس زیب تن کرنے کا حکم دیا وہ پہن کر آیا اور واپس چلا گیا آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیسا ہے' اللہ اس پر موت طاری کرے' کسی نے کہا خدا کی راہ میں (فی سبیل اللہ) آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (فی سبیل اللہ) چنانچہ وہ جہاد میں شہید ہو گیا۔[2]

---

① رواہ الامام البیہقی ج٦/ص٢٣٩

② دلائل النبوۃ للبیہقی ج٦/٢٤٤

دعائے مستجاب:

نبی علیہ السلام کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سجدہ کی حالت میں اوجھڑی رکھ دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے اوجھری نیچے اتار پھینکی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو بددعا فرمائی' خدایا قریش کو تباہ کر' خداوند' ابو جہل بن ہشام شیبہ بن ربیعہ' عتبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ' ابی بن خلف' عقبہ بن ابی معیط' عمارہ بن ولید سب کو ہلاک کر' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں واللہ! میں نے ان کے لاشے بدر کے پرانے کنوئیں میں پڑے دیکھے۔ (متفق علیہ)

مرتد:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا اور سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ چکا تھا اور ہم ایسے قاری کو جلیل القدر سمجھتے تھے۔ نبی علیہ السلام' آیت کا اختتام ''غَفُوْرُ الرَّحِیْمًا'' تحریر کرواتے تو عَلِیْمًا حَکِیْمًا لکھ لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لکھنے کی ہدایت فرما کر کہتے ''اُکْتُبْ کَیْفَ شِئْتَ'' جیسے چاہو لکھ لو' آپ عَلِیْمًا حَکِیْمًا لکھواتے تو وہ ''سَمِیْعًا بَصِیْرًا'' لکھ لیتا اس غلط فہمی میں کہ مجھے بھی کچھ دخل ہے' یہ خدا کی طرف سے وحی نہیں' وہ مرتد ہو گیا اور مشرکوں کے ساتھ جا ملا اور ڈینگیں مارنے لگا۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے تم سے زیادہ جانتا ہوں' جو میرے دل میں آتا وہی لکھ لیتا تھا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ زمین اسے قبول نہ کرے گی۔ ابو طلحہ کا بیان ہے کہ جس علاقہ میں وہ مرا تھا میں وہاں گیا اس کی لاش باہر پڑی تھی' میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ہم نے اسے بارہا دفن کیا ہے مگر زمین اسے باہر پھینک دیتی ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ ایک عیسائی مسلمان ہو گیا ہے اس نے سورۃ بقرہ اور آل

عمران پڑھ لی وہ کاتب وحی بھی تھا اور کہا کرتا تھا کہ محمد وہی جانتے ہیں جو میں تحریر کرتا ہوں۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا پھر اسے دفن کیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا اس کے وارثوں نے سمجھا کہ یہ مسلمانوں کی کارستانی ہے چنانچہ انہوں نے اس کو خوب گہرا دفن کیا کہ کوئی باہر نکال نہ سکے چنانچہ صبح کو دیکھا تو وہ زمین پر پڑا ہوا ہے تو وہ سمجھ گئے کہ یہ کسی انسان کی کارروائی نہیں پھر وہیں پڑا رہا۔[1]

آسمانی کتب میں بیان شدہ مسائل کے مطابق سوالات کا جواب دینا:

قریش نے مدینہ میں یہود کے پاس ایک وفد بھیجا جو ان سے ایسے مسائل معلوم کرے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور امتحان دریافت کریں چنانچہ یہود نے بتایا کہ ان سے روح کے متعلق سوال کرو اور ان نوجوان کے بارے دریافت کرو جو سکونت ترک کر کے چلے گئے، معلوم نہیں ان کا کیا ہوا اور ایک آدمی کے متعلق سوال کرو، جس نے روئے زمین کا سفر کیا۔ جب وہ واپس آئے تو یہ سوالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے روح کے بارے میں قرآن میں نازل فرمایا (قل الروح من امر ربی) (۱۷/۸۵) اور سورۃ کہف میں ان نوجوانوں کا قصہ ۹ تا ۲۶/۱۸ آیات میں بیان کیا۔ اور بتایا کہ وہ ۳۰۹ سال کی نیند کے بعد بیدار ہوئے۔ مومن اور کافر کا قصہ ۳۲ تا ۴۴/۱۳ آیات میں بتایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ۶۰ تا ۸۲/۲۳ آیات میں بیان کیا۔ ذوالقرنین کا بیان ۸۳ تا ۹۸ سولہ آیات میں ذکر کیا۔

سابقہ سماوی کتب کے بیانات جو قرآن پاک کے مطابق ہیں وہ برحق ہیں اور جو قرآن پاک کے مخالف ہیں وہ مردود اور ناقابل قبول ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق اور سچ دے کر مبعوث فرمایا ہے اور ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جو اختلافی مسائل میں دوٹوک فیصلہ کرتی ہے۔

---

① رواہ امام احمد فی مسندہ ج ۳/ص ۲۲۳

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوالات:

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ جلدی جلدی آپ کی طرف دوڑے اور میں (عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ) بھی فوراً ان کی طرف لپکا اور جب میں نے پہلی بار آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تو بے ساختہ کہا۔ یہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں، سب سے پہلا فرمان میں نے آپ ﷺ سے یہ سنا، سلام عام کرو، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو، کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو جب لوگ نیند میں ہوں۔[1]

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے سوالات کا واقعہ مذکور ہے کہ تین سوال ہیں جن کا پیغمبر کے سوا جواب کوئی نہیں جانتا۔

(۱) قیامت کی علامت کیا ہے؟ (۲) جنتیوں کی پہلی غذا کیا ہے؟ (۳) بچہ کبھی باپ کے کبھی ماں کے مشابہہ ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور اہل جنت کی پہلی غذا مچھلی کا جگر ہے۔ والدین سے بچے کی مشابہت کا سبب یہ ہے جب باپ کا نطفہ رحم میں پہلے داخل ہو جائے تو بچہ باپ سے مشابہہ ہوتا ہے اور جب ماں کا نطفہ سبقت لے جائے تو ماں سے مشابہہ ہوتا ہے۔[2]

امام بیہقی نے چھ واسطوں سے سعید مقبری سے یہ روایت بیان کی ہے مگر اس میں قیامت کی پہلی علامت کے بجائے چاند کی سیاہی کے بارے میں سوال ہے، آپ ﷺ نے فرمایا چاند میں جو سیاہی ہے وہ یوں کہ چاند اور سورج دونوں منور ستارے تھے (۱۲/۱۷) ہم نے رات اور دن کے دو نمونے بنادیئے پھر رات کے نمونے کو دھندلا کر دیا چاند کی سیاہی جو تمہیں نظر آتی ہے وہ دھندلا پن ہے۔ یہ جواب سن کر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا میں اللہ کی الوہیت اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔[3]

---

(۱) رواہ احمد فی مسند ج۵/ص ۴۵۱ وابن ابی شیبہ فی المصنف والترمذی فی ابی مسلم ابن ماجہ فی سنۃ فی اقامۃ الصلوۃ

(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ فی مناقب الانصار ورواہ الامام احمد فی مسندہ ج۳/ص ۱۰۸

(۳) دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶/ص ۲۶۲

یہودی عالم:

سنن بیہقی اور مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا تو ایک یہودی عالم نے کہا السلام علیکم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے اسے دھکا دیا وہ گرتے گرتے بچا۔ اس نے کہا تم نے مجھے دھکا کیوں دیا؟ میں نے کہا تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں کہتا تو اس نے کہا میں نے اسی نام سے بلایا ہے جو ان کے اہل خانہ نے تجویز کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی میرا نام اہل خانہ نے محمد ہی تجویز کیا ہے۔

یہودی نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بتا دوں تو تجھے کچھ فائدہ ہوگا' تو اس نے کہا میں غور سے سنوں گا وہ تنکے سے زمین کریدنے لگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوچھو! تو یہودی نے کہا قیامت کے روز جب زمین اور آسمان بدلے جائیں گے لوگ کہاں ہونگے؟ فرمایا پل کے پیچھے تاریکی میں۔ پھر پوچھا سب سے پہلے جنت میں جانے کی کسے اجازت ہوگی؟ فرمایا فقیر اور تہی دست مہاجرین کو پوچھا جنت میں داخلہ کے بعد ان کو کیا تحفہ ملے گا؟ فرمایا مچھلی کا جگر' پوچھا اس کے بعد ان کو کیا خوراک ملے گی؟ فرمایا جنت کا بیل جو وہاں چرتا رہتا ہے ان کی خاطر ذبح ہوگا۔ پوچھا پھر کیا پئیں گے؟ فرمایا سبیل چشمہ سے' اس نے ان مسائل کی تصدیق کر کے کہا اب میں ایک بات پوچھتا ہوں جو سوائے نبی کے صرف ایک دو آدمی جانتے ہیں۔ فرمایا بتاؤں تو تجھے مفید ہوگا' اس نے کہا غور سے سنوں گا۔ پھر اس نے عرض کیا بچہ کبھی لڑکا اور لڑکی کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا آدمی کی منی سفید ہوتی ہے' عورت کی زرد' ملاپ کے وقت آدمی کی منی غالب آ جائے تو باذن اللہ بچہ ہوتا ہے اور اس کے برعکس ہو تو باذن اللہ بچی پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہودی نے کہا صحیح صحیح آپ واقعی نبی ہیں پھر وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جوابات اب مجھے اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں قبل ازیں مجھے معلوم نہ تھے۔[1]

---

① دلائل النبوة للبيهقي ج٦/ص ٢٦٣-٢٦٤

یہ سائل ممکن ہے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یا کوئی اور ہو۔

چند اور سوالات:

امام ابوداؤد طیالسی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز یہود کے ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم چند باتیں پوچھنا چاہتے ہیں جن کا جواب سوائے نبی کے کوئی نہیں دے سکتا فرمایا جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔ لیکن تم مجھے اللہ کا عہد دو اور وہ پختہ وعدہ جو یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے لیا تھا کہ تم اگر ان کو صحیح سمجھو تو مسلمان ہو جاؤ گے انہوں نے کہا یہ شرط منظور ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو چاہو پوچھو' انہوں نے پوچھا فرمایئے؟

یعقوب علیہ السلام نے تورات کے نازل ہونے سے قبل کون سا کھانا ازخود حرام کر لیا تھا؟

(۲) بتایئے منی سے کبھی لڑکا پیدا ہوا ہے اور کبھی لڑکی

(۳) نبی کی نیند کے بارے میں بتایئے؟

(۴) کون سا فرشتہ آپ ﷺ کا دوست ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے پختہ عہد کرو' میں نے صحیح بتا دیا تو تم میری اطاعت کرو گے۔ سب نے پختہ عہد و میثاق دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں' جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی کیا تمہیں معلوم ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی علالت طویل ہو گئی تو انہوں نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفا بخشے تو میں اپنا پسندیدہ کھانا پینا اور مرغوب خورد و نوش ترک کر دوں گا اور تمہیں معلوم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا محبوب خورد و نوش اونٹوں کا گوشت اور دودھ تھا۔ سب نے تصدیق کی تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان کیا' الٰہی ان پر گواہ رہ۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں وحدہ لاشریک خدائے تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا مادہ منوی سفید

ہوتا ہے اور عوت کا پتلا زرد ملاپ کے وقت جو غالب آ جائے اسی سے مشابہت ہو جاتی ہے۔ مرد کی منی غالب آ جائے تو خدا کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے اگر عورت کی منی غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ سب نے بیک زبان تائید کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا خدایا! گواہ رہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ تعالیٰ اور تورات کا واسطہ دے کر فرمایا کیا تم جانتے نہیں کہ نبی کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے؟ سب نے بہ اتفاق تائید کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی ان پر گواہ رہو۔

پھر سب نے کہا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست کون فرشتہ ہے؟ بس یہی ایک جواب فیصلہ کن ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کر لیں گے یا اٹھ کر چلے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دوست جبرائیل علیہ السلام ہے اور وہ ہر نبی کا مہربان دوست ہے۔ یہود نے کہا بس یہ جواب ہمارے نزاع کا موجب ہے اگر کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس میں آپ کو کیا امر مانع ہے؟ سب نے کہا وہ ہمارا دشمن ہے، تو اس وقت قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ (۲/۹۷) آیت نازل ہوئی۔[1]

نو معجزات:

امام احمد صفوان بن عسال مرادیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے رفیق کو کہا چلو نبی علیہ السلام سے (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ آيَاتٍ) کے بارے میں دریافت کریں تو اس نے کہا خاموش! اگر اس نے یہ بات سن لی تو اس کی آنکھیں چار ہو جائیں گی۔ بالآخر انہوں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (۱) شرک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) ناحق قتل نہ کرو (۵) جادو نہ کرو (۶) سود نہ کھاؤ (۷) بے گناہ پر مقدمہ نہ کرو کہ اس کے قتل کا موجب ہو۔ (۸) پاک دامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ یا فرمایا

[1] رواہ ابو دواؤد الطیالسی

میدان جنگ سے فرار نہ کرو (شعبہ راوی کو شک ہے (۹) اور خصوصاً تمہارے لئے اے یہود! یہ حکم ہے کہ بروز ہفتہ شکار مت کرو۔

انہوں نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و پا چوم لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی تصدیق کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان ہونے سے کیا امر مانع ہے؟ یہودیوں نے بتایا کہ داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ہمیشہ نبوت ان کی نسل میں رہے گی دیگر ہم مسلمان ہوگئے تو خطرہ ہے کہ یہود ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔[1] امام ابن کثیر فرماتے ہیں اس کی سند میں بعض مجروح راوی ہیں اور نو معجزات کا راوی کو دس کلمات اور وصایا سے مغالطہ اور وہم ہوگیا ہے۔ یہ دس کلمات اور وصیتیں وہ ہیں جو مصر سے ہجرت کے بعد لیلۃ القدر کی رات کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کے دوران عطا فرمائیں' اس وقت ہارون علیہ السلام اور اسرائیل علیہ السلام کوہ طور پر موجود تھے۔ باقی رہے نو معجزات اور خوارق عادات جن کا مظہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات تھی اور مصر میں بطور تائید الٰہی رونما ہوئے تھے' وہ یہ ہیں: (۱) عصا (۲) ید بیضا (۳) طوفان (۴) لکڑی (۵) جوئیں (۶) مینڈک (۷) خون (۸) خشک سالی (۹) رزق میں کمی۔[2]

مباہلہ سے انحراف کرنا:

صداقت کے اظہار کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباہلہ کی پیشکش کی کہ باطل پرست پر اللہ تعالیٰ کی موت مسلط کردے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے وہ مباہلہ سے منحرف ہوگئے' مبادا اس دعا کا وبال ان پر پڑے۔ یہ معجزہ سورہ بقرہ اور سورہ جمعہ میں مذکور ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بہ تفصیل بیان ہے۔

---

① ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' ابن جریر'
حاکم اور بیہقی نے متعدد اسناد سے امام شعبہ سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے

② تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ج ۳/ص ٦٦ اعتراف

وفد نجران:

۹ھ میں عیسائیوں کا مذہبی وفد نجران سے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فہمائش کے باوجود وہ اپنے مشرکانہ عقائد سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا جب آپ کی طرف سے مباہلہ کا عمل پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو وہ یہ منظر دیکھ کر مباہلہ سے دست کش ہو گئے اور جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے اس معجزہ سے جو سورہ آل عمران (۶۱) میں مذکور ہے، عیسائی حلقہ میں کھلبلی مچ گئی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کے انداز میں مشرکین کے حق میں بددعا کی۔ قل من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمن مدا۔ (۱۹/۷۵) کہہ دو جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے سو اللہ اسے ڈھیل دیتا ہے۔

حد زنا کا معجزانہ فیصلہ:

عبداللہ بن مبارک، معمر کی معرفت امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ میں سعید بن مسیّب کے پاس تھا اور ان کے پاس مزینہ قبیلہ کا ایک آدمی تھا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے تھا جس کی وہ بہت تعظیم کرتے تھے اور اس کا والد صلح حدیبیہ میں شامل تھا وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا یہود کا ایک وفد زنا کا کیس لے کر حاضر ہوا، ان کا باہمی مشورہ تھا کہ ان کے شرعی احکام اور فیصلے ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اگر وہ رجم کے علاوہ کوئی فیصلہ صادر کریں تو اس پر عمل درآمد کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک نبی کی تصدیق کر کے سرخرو ہونگے۔ اگر وہ رجم کا فیصلہ کریں تو ہم قبول نہ کریں گے کہ ہم تورات کے اس فیصلہ کی پہلے ہی مخالفت کر چکے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہ مقدمہ پیش کیا جناب شادی شدہ زانی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا

کوئی جواب نہ دیا اور حاضرین سمیت اٹھ کر یہود کی درس گاہ میں چلے آئے وہ تورات پڑھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا اے یہود کے گروہ میں آپ کو اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی کہ شادی شدہ زانی کی تورات میں کیا سزا ہے؟

انہوں نے بتایا کہ دونوں کو گدھے پر مخالف سمت پر بٹھا کر جلوس نکالتے ہیں اور ان کا نوجوان استاد خاموش رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خاموش دیکھ کر کہا خدارا بتایئے' تو اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا واسطہ دے کر ہی پوچھا ہے تو اصل بات یہ ہے کہ توارت میں ایسے زانی کی سزا رجم ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس جلوس اور تجبیہ کا آغاز کیسے ہوا۔ اس نے بتایا کہ ایک شہزادے نے زنا کیا اور اس کو رجم نہ کیا۔ پھر پبلک میں سے کسی نے زنا کیا تو شاہ نے اسے رجم کرنا چاہا تو اس کی قوم اس کے آڑے آئی کہ پہلے شہزادہ رجم ہوگا پھر یہ ہوگا۔ چنانچہ مسئلہ رجم میں ترمیم ہوگئی کہ صرف سیاہ منہ کر کے گدھے پر بٹھا کر جلوس نکالا جائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تورات کے غیر ترمیم شدہ حکم کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق رجم کر دیئے گئے۔

امام زہری فرماتے ہیں اس موقعہ پر "اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا (۵/۴۴) آیت نازل ہوئی۔ اور محمد بن اسحٰق (م ۱۵۱ھ) نے بھی یہ روایت امام زہری سے بیان کی ہے اس میں ہے کہ عبداللہ بن صوریا اعور بعدازیں کافر اور منکر ہو گیا اور سورہ مائدہ (۵/۴۱) کی چند آیات نازل ہوئیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان آیات مقدسہ (۴۱-۵/۴۴) کے ذیل میں ہم نے اس کے متعلقہ سب روایات تفسیر ابن کثیر میں بیان کر دی ہیں۔

یہودی لڑکے کا صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف اور اسلام لانا:

حماد بن سلمہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمت گار تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت اور بیمار پرسی کیلئے گئے تو اس کا

باپ سرہانے کے پاس تورات پڑھ رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا خدارا بتاؤ! کیا تورات میں میری صفات و علامات اور میری جائے پیدائش مذکور ہے؟ اس نے کہا جی نہیں! لڑکے نے کہا' کیوں نہیں واللہ! یا رسول اللہ! مذکور ہیں اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہوں اور کلمہ توحید پڑھتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا اس بوڑھے یہودی کو اس کے پاس سے اٹھادو اور اپنے بھائی کی خدمت کرو۔①

﴿۲﴾......ابن ابی شیبہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے بہشت میں داخل کرنے کی خاطر روانہ فرمایا۔ چنانچہ آپ ایک کنبہ میں تشریف لائے وہاں ایک یہودی تورات تلاوت کر رہا تھا' جب وہ آپ کی صفات کے بیان پر آیا تو چپ ہو گیا اور وہاں ایک بیمار شخص تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے پوچھا چپ کیوں ہو گئے تو مریض نے کہا اس لئے کہ وہ نبی کے صفات کے بیان پر آ گیا تھا۔ مریض گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا آیا اور یہودی سے کہا ہاتھ اٹھا۔ چنانچہ اس نے پڑھ کر کہا یہ آپ کی اور آپ کی امت کی صفات ہیں۔ میں اللہ کی الوہیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور کلمہ توحید پڑھتا ہوں پھر وہ فوت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دینی بھائی کی تکفین اور تدفین کا انتظام کرو۔②

﴿۳﴾......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی درس گاہ میں فرمایا اے یہودیو! مسلمان ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ انہوں نے کہا جناب ابوالقاسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذَالِكَ اُرِيْدُ میرا بھی یہی مقصد ہے۔③

---

①روایت بیھقی

②دلائل النبوۃ للبیھقی ج۶/ص ۲۷۲۔۲۷۳

③رواہ البخاری فی صحیحہ فی الذکراہ ومسلم فی صحیحہ فی الجھاد والسیر بلفظ متقارب

عالم گیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم :

کتاب وسنت سے یہ بات قطعی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت اور اطلاع تمام انبیاء علیہم السلام نے دی اور ان کی امتیں اس امر سے بخوبی آگاہ تھیں لیکن ان کی اکثریت اس کو صیغہ راز میں رکھتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم گیر رسالت کا تذکرہ ان آیات مقدسہ

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ ①

﴿وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ﴾ ②

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ﴾ ③

﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ ④

﴿وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ﴾ ⑤

﴿لِیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ﴾ ⑥

میں بصراحت موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی عجمی، کتابی، مشرک ساری کائنات کی طرف مبعوث ہیں اور جس شخص کے کان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہنچ گئی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخاطب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میری تبلیغ کی آواز کسی یہودی یا عیسائی الغرض کسی تک بھی پہنچ گئی اور اسے ایمان نہ نصیب ہوا تو وہ دوزخی ہوگا۔

---

① البقرة:١٤٦
② آلِ عمران آیت:٢٠
③ ابراهیم:٥٦
④ الانعام:١٩
⑤ هود:١٧
⑥ یس:٧٠

متفق علیہ روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری خصوصیات پانچ ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں [1]

(۱) ایک ماہ کی مسافت تک دنیا مجھ سے مرعوب ہے۔ (۲) غنیمت کا مال میرے لئے حلال اور گذشتہ نبیوں پر حرام تھا۔ (۳) روئے زمین میرے لئے جائے نماز اور پاک ہے۔ (۴) شفاعت کا حق مجھے عطا ہوا ہے ہر نبی صرف اپنی قوم کا رسول ہوتا تھا اور میں ساری دنیا کا نبی ہوں۔ کالے گورے، عربی عجمی، جن اور انسان غرض ساری کائنات کیلئے رسول ہوں [2]

اور آپ ﷺ کے بارے سابقہ ساری کتب میں بشارات واطلاعات موجود ہیں اور بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسی علیہ السلام نے فرزندان اسرائیل میں اس کا بانگ دہل اعلان کیا تھا۔ اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں، تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا [3]

غرضیکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے موافق ومخالف سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ ساری کائنات سے دانشور اور زیرک انسان ہیں آپ ﷺ کی امت کی تبلیغ چہار دانگ عالم میں پھیل چکی ہے اور مشرق ومغرب میں ان کی حکومت قائم ہے۔ خدانخواستہ اگر آپ ﷺ نبی نہ ہوتے تو آپ ﷺ کی ذات سب سے زیادہ نقصان دہ ہوتی اور سابق انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی مخالفت کی تاکید کرتے اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتے اور نفرت دلاتے کیونکہ ہر نبی نے اپنی امت کو گمراہ قیادت سے آگاہ کیا ہے یہاں تک کہ آدم ثانی اور پہلے رسول بعد از آدم نوح علیہ السلام نے بھی دجال سے باخبر کیا ہے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی نبی نے بھی محمد ﷺ کی اتباع سے نہ نفرت

---

(۱) رواہ مسلم فی صحیحہ فی الایمان واحمد فی المسند ج ۲/ص ۳۵۰

(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ وفی الصلوۃ فی اولہ

(۳) ۶۱/۶

دلائی نہ مخالفت کی تاکید کی اور نہ ان کی شان میں نامناسب بات کہی بلکہ ان کی پیروی کا حکم دیا مخالفت سے منع کیا سرکشی سے روکا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا:

''اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا' البتہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس پیغمبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے البتہ اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اب گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہر نبی سے اللہ تعالیٰ نے پختہ عہد لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو لازماً ان پر ایمان لائیں گے اور ان کا تعاون کریں گے اور سب کو حکم دیا کہ وہ اپنی امتوں سے بھی یہ عہد لیں۔[2]

سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بشارات اور پیش گوئیاں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں موجودہ تورات کے سفر اول پر ہے کہ آتش نمرود کی آزمائش سے نجات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی فرمائی ''اٹھ اور بچے کی خاطر مشرق و مغرب میں چل۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ وحی اپنی بیوی سارہؓ کو بتائی تو اس کی خواہش ہوئی کہ یہ بشارت اس کے بچے کو حاصل ہو' حضرت ہاجرہ اور ان کے بچے (علیہما السلام) کو یہاں سے اور مقام پر منتقل کرنے کا اظہار کیا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حجاز کے چٹیل میدان اور فاران کے پہاڑ پر چھوڑ آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی گمان تھا کہ اس بشارت کا مصداق اسحاق علیہ السلام ہوگا۔ (وحی کے بعد پتہ چلا کہ معاملہ برعکس ہے) اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آپ کے لڑکے اسحٰق علیہ السلام کی کثیر اولاد ہوگی۔

---

[1] آل عمران آیت ۸۱۔۸۲

[2] رواہ ابن جریر الطبری

باقی رہا آپ کا فرزند اسماعیل علیہ السلام تو میں اسے برکت دوں گا اور بار آور کروں گا' اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس کی اولاد سے ''ماذ ماذ'' یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کروں گا اور میں اس کی اولاد سے بارہ سردار پیدا کروں گا اور اس کی عظیم امت ہوگی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کے پاس ہاجرہؓ کو چھوڑ آئے (مشکیزے کا پانی ختم ہوگیا) پیاس نے ستایا اور بچے کے غم نے رلایا۔ فرشتہ آیا' اس نے چشمہ زمزم جاری کیا اور بچے کی نگہداشت کا حکم دیا کہ عنقریب اس کی نسل سے عظیم بچہ پیدا ہوگا۔ ستاروں کی طرح اس کی اولاد بے شمار ہوگی۔ اور یہ مخفی نہیں کہ ذریت اسماعیل علیہ السلام بلکہ اولاد آدم علیہ السلام سے کوئی بشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جلیل القدر عالی مرتبت اور اعلیٰ منصب نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حکومت مشرق و مغرب پر قائم ہوئی اور اکثر اقوام ان کے زیر نگیں ہوئیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام:

تورات کے سفر اول میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اقوام عالم پر غالب ہوگی سب قومیں اس کے تابع ہونگی اور ساری برادری پر وہ حاوی ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

تورات کے سفر رابع' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے' اے موسیٰ علیہ السلام میں ان کے عزیز و اقارب سے تیرے ایسا اولو العزم نبی بھیجوں گا اور اپنی وحی ان کی زبان پر جاری کروں گا اور تم سنو گے اور سفر خامس یعنی سفر میعاد میں ہے کہ میدان تیہ کے ۳۹ ویں سال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خطبہ کے دوران کہا' سنو! اللہ تعالیٰ تمہارے عزیز و اقارب میں سے میرے ایسا نبی تمہاری طرف مبعوث کرے گا' وہ نیکی کی اشاعت کرے گا' برائی سے منع کرے گا' پاکیزہ اشیاء حلال کرے گا۔ غلیظ اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دے گا' اس کی معصیت دنیا میں رسوائی اور آخرت

میں شدید عذاب ہے۔

موجودہ تورات کے سفر خامس کے آخری حصہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ (کی شریعت اوراس کا دین) طور سینا سے آیا' ساعیر (جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیام گاہ ہے) سے طلوع ہوا اور کوہ فاران (جو مکہ میں ہے) سے جلوہ گر ہوا اور اس کا مصداق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

سورۃ والتین والزیتون میں یہ پیش گوئی واقعاتی ترتیب کے لحاظ سے حلف کے دستور کے موافق مذکور ہے کہ پہلے فاضل (عیسیٰ علیہ السلام) بیان کیا پھر افضل (موسیٰ علیہ السلام) پھر افضل ترین بیان کیا۔

چنانچہ تین اور زیتون سے مراد بیت المقدس میں دو باغات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد منشا ہے اور طور سینین سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا اور بلد امین سے مراد شہر مکہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مرکز ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام:

حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں ہے کہ امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوۃ والسلام) عابد وزاہد اور مجاہد ہے اور اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال بیان ہے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے تعمیر شدہ گنبد کی آخری زینت ہیں' جس سے وہ پایہ تکمیل تک پہنچی۔ جیسا کہ متفق علیہ روایت میں ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری اور سابق انبیاء علیہم السلام کی مثال ایک معمار کی ہے جس نے عمارت کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ماسوائے ایک اینٹ کے مقام کے۔ لوگ اسے گھوم پھر کر دیکھنے لگے اور کہنے لگے یہاں اینٹ کیوں نہیں لگائی۔ اس بات کی تائید ہے۔ وَلَكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۴۰/۳۳ احزاب)

لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں اور ان کی مہر ہیں۔

---

(۱) رواہ البخاری فی صحیحہ ومسلم والامام احمد فی مسندہ

زبور میں آنحضور ﷺ کی یہ صفات ہیں کہ آپ ﷺ کی نبوت اور دعوت خوب پھیلے گی اور ایک سمندر سے لے کر دوسرے تک آپ ﷺ کی شریعت کا نفاذ ہوگا۔ ہر سمت سے بادشاہ اس کے پاس زکوۃ اور تحائف لے کر پیش ہونگے۔ وہ پریشان حال کا مداوا کرے گا۔ اقوام عالم کی تکلیفیں دور کرے گا' ضعیف اور بے سہارا شخص کا حامی ہوگا۔ ہر آن اس پر درود وسلام ہوگا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اس پر برکت ہوگی۔ اس کا ذکر دائمی اور سرمدی ہوگا۔ اس پیش گوئی کا مصداق محمد ﷺ کے سوا کون ہوسکتا ہے۔[1]

شعیاء علیہ السلام:

شعیاء علیہ السلام کے صحف میں ہے کہ میں اقوام عالم کی طرف ایک ناخواندہ نبی مبعوث کروں گا۔ وہ بدخلق' سنگدل' بازاروں میں شور کرنے والا نہ ہوگا۔ ہر اچھے کام میں اسے اعتدال پر رکھوں گا اور خوش خلق عطا کروں گا۔ وقار اور سنجیدگی اس کی پوشاک ہے نیکی اس کا شعار ہے۔ تقویٰ اس کے دل میں ہے۔ حکمت و دانائی اس کی جبلت ہے' وفا اس کی افتادِ طبع ہے' عدل وانصاف اس کی سیرت ہے' حق وصداقت اس کی شریعت ہے' رشد و ہدایت اس کی ملت ہے' اسلام اس کا طریقہ اور دین ہے' قرآن اس کی طرف نازل شدہ کتاب ہے' احمد ﷺ ان کا نام ہے' ان کے سبب میں گمراہی سے راہ راست پر لاؤں گا' گمنام لوگوں کو شہرہ آفاق کروں گا۔ اس کی بدولت انتشار کے بعد شیرازہ بندی کروں گا' باہمی رنجیدہ دلوں میں انکے ذریعہ الفت و پیار پیدا کروں گا۔ اس کی قوم و امت اقوام عالم سے بہتر ہوگی۔ ان کی قربانیاں ان کی جانیں ہونگی' قرآن ان کے سینوں میں ہوگا۔ رات کو شب زندہ اور دن کو میدان جنگ کے شاہ سوار' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے' اللہ بڑا صاحب فضل وکرم ہے۔ تورات کی پانچویں فصل میں ہے وہ دشمن اقوام کو روندڈالے گا اور مشرکین عرب کو مصائب سے

---

(1) البدایۃ والنہایۃ ج٦ ص٢٦٦

دوچار کردے گا اور وہ سب شکست کھا جائیں گے اور ۲۶ ویں فصل میں ہے۔ خشک بیاباں کو خوش وخرم ہونا چاہئے۔ احمد علیہ السلام اسے لبنان کی سی سرسبزی وشادابی بخشے گا اور لوگ ان کے چہرے سے اللہ کا جلال ٹپکتا دیکھیں گے۔[1]

حضرت الیاس علیہ السلام:

کے صحائف میں ہے کہ وہ اپنے صحابہؓ کے ہمراہ سیر کیلئے حجاز کے علاقہ کو دیکھ کر اپنے صحابہؓ سے کہا غور کرو یہ حجازی تمہارے قلعوں پر غالب آجائیں گے۔ انہوں نے پوچھا وہ معبود اور خدا کی عبادت کیسے کریں گے؟ فرمایا ہر بلند مقام پر وہ اپنے رب العزت کی تعظیم وتکریم بجالائیں گے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام:

کے صحیفہ میں ہے کہ میرا بندہ بہترین شخصیت ہے وہ میری وحی کا مظہر ہوگا اور اقوام عالم میں میرا عدل وانصاف ظاہر کرے گا۔ میں نے اسے پسند کرلیا ہے اور اپنی ذات کیلئے منتخب کرلیا ہے اور برحق دین وشریعت عطا کر کے اسے عالم کی طرف بھیجا ہے۔ کتاب النبوات میں ہے کہ ایک نبی سفر میں مدینہ کے پاس سے گزرا بنو قریظہ اور بنو نظیر نے اس کی میزبانی کی۔ انہوں نے اسے روتا دیکھ کر پوچھا یا نبی اللہ! کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ حرہ کی جانب سے نبی بھیجے گا جو تمہارے گھروں کو برباد کردے گا اور تمہاری عورتوں کو گرفتار کرلے گا یہ سن کر یہود نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ فرار ہوگئے۔

حزقیل علیہ السلام کے کلام میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے شکم مادر میں تیری تصویر بنانے سے قبل تجھے پاک کیا اور نبی بنایا اور تمام امتوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔[2]

---

(۱) البدایة والنهایة ج٦ ص٢٦٧

(۲) البدایة والنهایة ج٦/ص٢٦٧

صحیفہ شعیاء علیہ السلام:

میں مکہ کی ایک ضرب المثل ہے اے مکہ کی سرزمین! تو اس گرامی قدر بچے کی بدولت جو تجھے تیرا پروردگار عطا کرے گا۔ مسرت کے شادیانے بجا اس کی برکت سے تیرا علاقہ وسیع ہو جائے گا۔ اور تیرا سکہ بیٹھ جائے گا اور تیرے باشندوں کے در و دیوار عالی شان ہونگے۔ روئے زمین کے بادشاہ دائیں اور بائیں سے تحائف لے کر تیرے در پر حاضر ہونگے۔ یہ گرامی قدر بچہ اقوام عالم کا وارث ہوگا۔ شہروں اور ملکوں پر قابض ہوگا تو رنج و فکر مت کر، دشمن کا ظلم و ستم تجھے کبھی نہیں ستائے گا اور گزشتہ مصائب کا مداوا ہو جائے گا۔

یہ سب کچھ نبی علیہ السلام کے عہد مسعود میں ہوا اور مکہ مکرمہ اس کا صحیح مصداق ہے۔ یہود اس کلام کا مصداق بیت المقدس گردانیں تو بالکل غلط اور نامناسب ہے، واللہ اعلم!①

حضرت ارمیا علیہ السلام:

کے صحیفہ میں ہے کہ ایک درخشندہ ستارہ جنوب سے ظاہر ہوا اس کی شعائیں بجلی کی کرنیں ہیں اس کے نیزے شگاف کرنے والے ہیں اور پہاڑ اس کی وجہ سے ہموار ہو گئے ہیں (اس سے بھی نبی علیہ السلام ہی مراد ہیں)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

کا بیان انجیل میں ہے، میں جنت کی طرف جا رہا ہوں تمہاری طرف فارقلیط کو روانہ کروں گا۔ جو تمہیں ہمہ قسم کی تعلیم دے گا۔ فارقلیط سے مراد محمد ﷺ ہیں جیسا کہ میں مذکور ہے۔ (وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ)②

اس قسم کے اقتباسات بیشتر سماوی کتب میں مذکور ہیں، طوالت کے خوف سے ہم

---

① البداية والنهاية ج٦/ص ٢٦٧-٢٦٨

② سورہ رحمن آیت ٦

اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اہل کتاب علماء اور دانشوران سے خوب آگاہ ہیں مگر وہ ان کو صیغہ راز میں رکھتے ہیں۔

حافظ ابو بکر بیہقی غلیان بن عاصم رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھ کر بلایا وہ یہودی شخص شلوار قمیص اور جوتا پہنے ہوئے چلا آیا اور وہ یارسول اللہ ﷺ کہہ رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو میرے رسول اللہ ﷺ ہونے کا شاہد ہے؟ وہ کسی جواب دیئے بغیر رسول اللہ ﷺ کہہ رہا تھا آپ ﷺ نے پوچھا تو میرے رسول اللہ ہونے کا قائل ہے؟ اس نے انکار کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو تورات کی تلاوت کرتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے کہا، اور انجیل؟ تو اس نے کہا انجیل بھی اور فرقان بھی، مجھے رب محمد ﷺ کی قسم! میں چاہوں تو آپ ﷺ کے سامنے پڑھ سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدارا بتاؤ! کیا تو تورات اور انجیل میں میری صفات پڑھتا ہے؟ اس نے کہا ہم آپ ﷺ جیسی صفات اس میں پاتے ہیں مگر ہم امیدوار تھے کہ وہ اسرائیلی ہوگا۔ جب آپ ﷺ کی نبوت منظر عام پر آئی تو ہم سمجھے کہ آپ ﷺ وہ ہیں ہم نے خوب غور کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی آپ ﷺ وہ نہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیونکر معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا اس کی امت سے ستر ہزار اشخاص جنت میں بلا حساب داخل ہونگے اور آپ کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ آپ ﷺ نے نعرہ توحید اور تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں وہی ہوں (جس کی صفات تم تورات میں پڑھتے ہو) اور میری امت میں سے جنت میں ستر ہزار سے زائد لوگ جنت میں بلا حساب جائیں گے، ستر اور پھر ستر۔[1]

نیکی کیا ہے؟

امام احمد وابصہ اسدی (نے خود نہیں بلکہ ان کے کسی ہم نشین نے بتایا اور وہ غالباً وابصہ سے ہی بیان کرتے ہیں) سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت

---

(1) دلائل النبوة للبيهقي ج٦/ص ٢٧٣

میں آیا اور ہر نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا۔ اور آپ ﷺ کے پاس اور لوگ بھی مسائل پوچھنے والے بہت موجود تھے۔ میں لوگوں کو پھاندتا جا رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔ وابصہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہو اور میں کہہ رہا تھا چھوڑ و جانے دو میں ان کے قریب ہونا چاہتا ہوں' مجھے ان کی قربت سب سے عزیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوڑ دو وابصہ کو (آنے دو) قریب آ جاؤ' وابصہؓ (یہ بات دو یا تین بار دہرائی) وہ کہتے ہیں میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو فرمایا وابصہؓ میں سوال کا جواب دوں؟ یا تم پہلے سوال بتاؤ' میں نے عرض کیا میں سوال نہیں کرتا' آپ ﷺ پہلے جواب ہی بتایئے؟ تو آپ نے فرمایا نیکی اور گناہ کی بابت پوچھنے آئے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! پھر آپ ﷺ نے انگلیاں اکٹھی کر کے میرے سینے میں مار کر تین بار کہا' اے وابصہ دل سے پوچھو نیکی وہ ہے جس سے دل میں سکون پیدا ہو' گناہ وہ ہے جو دلِ میں کھٹکے اور تردد پیدا ہو' اگرچہ مفتی اس کے جواز کا فتوی دے۔[1]

کتاب وسنت سے ثابت شدہ صرف چند پیش گوئیوں کا بیان

جہاد کی پیش گوئی:

ابتداء میں تہجد کی نماز فرض تھی یہ حکم تقریباً سال بھر رہا پھر سورت مزمل جو مکی ہے کی آخری آیات (وَآخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اور بعضے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کافروں سے لڑتے ہوں گے نازل ہوئیں تو فرضیت ساقط ہوگئی اور تہجد کی نفلی حیثیت باقی رہ گئی۔ اور یہ واضح ہے کہ مکی زندگی میں جہاد کا تصور بھی نہ تھا' جہاد ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں شروع ہوا ہے۔

جنگ بدر کی پیش گوئی:

أَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ[2]

---

[1] رواه الامام احمد في مسنده ج ٤/ص ٢٢٨

[2] سورة القمر آيت ٤٤-٤٥

کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم زبردست جماعت ہیں عنقریب یہ جماعت بھی شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔"

یہ سورۃ القمر کی آیات ہیں جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں' یہ پیش گوئی جنگ بدر میں پوری ہوئی۔ ان آیات کو تلاوت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے اور ان کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکی تو فتح اور کامیابی ہوئی۔

ابولہب اور اس کی بیوی کے بارے پیش گوئی:

سورۃ لہب مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب اور اسکی بیوی دونوں دوزخی ہیں' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مرتے دم تک مسلمان نہ ہوئے اور مشرک مرے۔

تین پیش گوئیاں:

اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلو کو عطا کی تھی اور ان کیلئے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کرے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔"[1]

یہ پیش گوئیاں حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔ خلافت قائم ہوئی' اسلام کو اللہ تعالیٰ نے مستحکم اور غالب کیا اور دنیا میں اس کی نشر واشاعت کے اسباب پیدا کئے۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیش گوئی کی ہے۔ بلاشبہ خلافت صدیقی پر یہ وعدہ صادق آتا ہے بلکہ یہ وعدہ اور بشارت تمام امت کو شامل ہے۔ جیسے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے' جب قیصر ختم ہوگیا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا۔ اسی طرح جب کسریٰ ختم ہوگیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ (وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ) خدا کی قسم ان کے خزانے فی سبیل اللہ تقسیم کردیئے جائیں گے۔"[2]

---

[1] سورہ نور آیت ۵۵ کا ترجمہ ھے

[2] رواہ مسلم فی صحیحہ فی النفس و اشراط الساعۃ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت میں یہ فتوحات ہوئیں۔

دین اسلام کا غلبہ:

وہی تو ہے جس نے اپنا رسول' ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔[1]

بعینہ اسی طرح یہ پیش گوئی واقع ہوئی اور دین اسلام غالب ہوا' مشرق و مغرب میں پھیلا' اقوام عالم اس کے تابع فرمان ہوئیں۔ بعض مومن تھے جو خلوص دل سے اسلام میں داخل ہوئے بعض جزیہ ادا کر کے صلح کرنے والے تھے۔ بعض اسلام کے غلبہ اور سعادت سے خائف' جنگجو تھے۔ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کے مشرق اور پچھم کو سمیٹ دیا۔ جہاں تک مجھے یہ زمین دکھائی گئی ہے میری امت کی حکومت وہاں تک قائم ہوگی۔[2]

جنگجو قوم سے پالا پڑے گا:

ان (صلح حدیبیہ سے) پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہہ دو کہ بہت جلد تمہیں ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کیلئے بلایا جائے گا۔ تم ان سے لڑو گے یا وہ اطاعت قبول کرلیں گے۔[3]

یہ پیش گوئی بھی حرف بہ حرف پوری ہوئی اس جنگجو قوم کا مصداق خواہ ہوازن ہوں یا بنوحنیفہ یا رومی۔

فتح مکہ کی پیش گوئی:

''اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے' جنہیں تم حاصل کرو گے پھر تمہیں اس نے یہ غنیمت خیبر جلدی دے دی اور اس نے تم سے لوگوں کے ہاتھ روک

(۱) سورۃ توبہ آیت ۳۳

(۲) رواہ مسلم فی صحیحہ فی نفسہ واشواط الساعۃ

(۳) سورہ فتح آیت ۱۶

دیئے اور تاکہ ایمان والوں کیلئے یہ ایک معجزہ ہو اور تاکہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے (اور بھی فتوحات ہیں کہ جواب تک تمہارے بس میں نہیں آئیں) البتہ اللہ کے بس میں ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا سے مراد فتح مکہ کی پیش گوئی ہے جو لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔[1]

مسجد حرام میں داخلہ کی پیش گوئی:

سورۃ فتح میں ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو مسجد حرام میں ضرور داخل ہونگے'' یہ پیش گوئی ۶ھ اور ۷ھ میں ''عمرۃ القضا'' کی صورت میں معرض وجود میں آئی۔ صلح حدیبیہ میں جب عمرہ نہ ہو سکا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا ہم بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کریں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے کب کہا تھا کہ تم اس سال عمرہ کرو گے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں واقعی یہ نہیں کہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا آئندہ عمرہ ضرور ہوگا۔

تجارتی قافلہ یا مال غنیمت:

رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ اس کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے، ابوسفیان کو تعاقب کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً مکہ خبر پہنچا دی اور خود راستہ تبدیل کر لیا چنانچہ قریش تقریباً ہزار مسلح افراد لے کر روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کو بھی ان کے بارے معلوم ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجاری قافلہ یا فوج میں سے ایک پر فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ تجارتی قافلے کا تعاقب جاری رکھنا چاہیے مگر اللہ کو مسلح لشکر سے قتال منظور تھا چنانچہ دشمن کو شکست ہوئی۔ مال غنیمت کے علاوہ ستر قتل کئے، ستر گرفتار کئے، گرفتار شدگان کا فدیہ ملا۔ وہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح اور تجارتی قافلہ ہاتھ لگے مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تھا حق بات قائم ہو۔ اور کافروں

[1] سورہ فتح آیت: ۲۰۔۲۱

کی جڑ کٹے:

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ[1]

فدیہ ادا کرنے والے قیدیوں سے وعدہ:

اے نبی! جو قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے۔[2]

فدیہ ادا کرتے وقت بعض نے اظہار کیا کہ ہم تو مجبوراً یہاں آئے' ہم سے فدیہ نہ لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا تو مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس قدر مال دیا کہ وہ بمشکل اٹھا کر گھر لائے۔

فقر سے خوف:

حج میں مشرکین کی عدم شرکت سے معیشت متاثر ہو گی' کاروبار معطل ہو جائے گا تو اللہ نے فرمایا[3] اگر آپ کو فکر و فاقہ کا خطرہ ہے تو مت فکر کرو خدا نے چاہا تو اپنے فضل و کرم سے تمہیں مستغنی کر دے گا' یعنی جزیہ اور مال غنیمت سے مالا مال کر دے گا اور حج میں مشرکین کے نہ آنے سے کاروبار مندا نہ پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جزیہ اور مال غنیمت خوب ملا۔ روم' عراق' ایران اور دیگر ممالک میں اسلام پھیل گیا۔

بے جا حیلے بہانے کی پیش گوئی:

غزوہ تبوک میں چند منافقین شریک نہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ واپسی

---

(۱) سورہ انفال آیت ۷

(۲) سورہ انفال آیت ۷

(۳) سورۃ توبہ آیت نمبر ۲۸

میں جھوٹی معذرت پیش کریں گے۔ آپ ان سے کوئی تعرض نہ کریں۔ ان کو حسب حال چھوڑ دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ①

اور آپ ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی پہچان سے آگاہ کر دیا تھا۔

معمولی مہلت کی پیش گوئی:

دارالندوہ میں کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کو سپر طاقت بننے سے قبل قید کر دیا جائے یا جلا وطن کر دیا جائے یا پھر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ بالآخر قتل پر فیصلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا آپ ﷺ ہجرت کر کے باہر مدینہ چلے آئیں اور تہدیداً فرمایا اگر ایسا کر چکے ہیں تو پھر وہ بھی تیرے بعد بہت ہی کم مدت ٹھہر سکیں گے۔② اور یہ واقعہ ہجرت (۸/۳۰) میں بھی مذکور ہے۔

چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی جو لوگ مجلس مشاورت میں شریک تھے وہ سب کے سب غزوہ بدر میں ہلاک ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا تھا' لہٰذا حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ نے امیہ بن خلف سے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ تجھے قتل کریں گے تو اس نے پوچھا واقعی تو نے سنا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو امیہ نے کہا واللہ! وہ دروغ گو نہیں۔ دیگر آپ ﷺ نے جنگ بدر سے قبل اکثر ہلاک شدگان کے بارے بتا دیا تھا کہ وہ فلاں فلاں مقام پر قتل ہوں گے۔

روم کے فاتح ہونے کی پیش گوئی:

فارس اور روم کی حد بندی دجلہ اور فرات تھی۔ ان دونوں حکومتوں کی آپس میں چھیڑ چھاڑ رہتی تھی' بعثت نبوی کے پانچویں سال باہمی جنگ شروع ہو گئی اور وہ مسلسل

---

① سورۃ التوبۃ آیت ۹۵

① سورہ الاسراء آیت ۷۶

تین سال جاری رہی جس کے نتیجہ میں فارس روم کے اکثر و بیشتر علاقے عراق، شام، فلسطین، مصر اور ایشائے کوچک پر غالب آ گیا۔ اس کامیابی سے مشرکین مکہ پھولے نہ سماتے تھے کہ وہ آتش پرست آج غالب آ چکے ہیں تو ہم (بت پرست) بھی مسلمانوں پر غالب آ جائیں گے جو اہل کتاب کے دینی بھائی ہیں۔

اندریں حالات قرآن پاک نے پیش گوئی فرمائی کہ رومی قریب تر زمین میں مغلوب ہو چکے ہیں لیکن وہ چند سال میں مغلوب ہو جانے کے بعد پھر غالب ہونگے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس حیران کن پیش گوئی کے متعلق کفار مکہ سے سو اونٹ پر شرط لگائی کہ ۹ سال کے عرصہ میں روم فارس پر غالب آ جائے گا۔ چنانچہ غزوہ بدر کے موقع پر ہرقل، فارس پر غالب آ گیا اور قرآن کی یہ پیش گوئی عین وقت پر معرض وجود میں آئی۔

آفاق و انفس میں آیات کے ظہور کی پیش گوئی:

''ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) برحق ہیں۔[1]

یہ پیش گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی کہ ان کے بالواسطہ اور بلا واسطہ دشمنان اسلام سرنگوں ہو گئے اور خود یہ مشرک غزوہ بدر میں ہلاک و برباد ہو گئے اور دور دور تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کی دھاک بیٹھ گئی۔ جب کسی قوم سے نبرد آزمائی کا ارادہ کرتے تو وہ خوف زدہ اور مرعوب ہو جاتی۔ یہ فتوحات اور اسلامی غلبہ شاہد عدل ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق رسول ہیں اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔

عہد نامہ کو دیمک کا چاٹنا:

کفار قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو معاشی اور سماجی بائیکاٹ کرنے کی دھمکی دی تاوقتیکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ چنانچہ بنو ہاشم اور بنو مطلب مسلمان

---

[1] سورہ حم السجدۃ

اور کافر سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے کہ وہ تا زندگی محمد ﷺ کو ان کے سپرد کرنے کے نہیں۔ اسی دوران جناب ابو طالب نے مشہور قصیدہ لامیہ کہا۔

کفار قریش نے ایک عہد نامہ تحریر کر کے کعبہ کی چھت پر لٹکا دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دیمک کو حکم دیا وہ "اسمائے الٰہی" چاٹ گئی کہ اسمائے الٰہی اس ظالمانہ عہد نامہ میں باقی نہ رہیں یا وہ اسمائے الٰہی کے علاوہ سب عہد نامہ کھا گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات چچا ابو طالب کو بتائی تو انہوں نے قریش سے کہا میرے برادر زادہ نے تمہارے عہد نامہ کی بابت بتایا ہے کہ اسے دیمک کھا گئی ہے صرف اس میں اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ (اوکما قال)

عہد نامہ کو لا کر دیکھو اگر وہ آپ کے بیان کے مطابق ہے تو بہتر ورنہ ہم محمد ﷺ کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ عہد نامہ اتار کر دیکھا تو وہ آپ ﷺ کے حسب فرمان دیمک خوردہ تھا۔ پھر کفار نے معاہدہ منسوخ کر دیا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب گھاٹی سے نکل کر مکہ میں چلے آئے۔

امن وامان کی پیش گوئی:

امام احمد خباب سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کعبہ کے سایہ میں چادر پر ٹیک لگائے دراز تھے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا سے دعا کیجئے یہ سن کر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کو گڑھے میں ڈال کر سر پر آرہ چلا کر دو لخت کر دیا جاتا تھا اور جسم کو آہنی کنگھی سے چھیل دیا جاتا تھا، پھر بھی وہ دین سے باز نہیں آتے تھے اور اسے ترک نہیں کرتے۔ (صبر کرو) اللہ تعالیٰ اسلام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا۔ (اور امن بپا کرے گا)[1]

---

[1] رواہ البخاری صحیحہ فی مناقب باب علامات النبوة

رسول اللہ ﷺ کے خواب:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں مجھے خواب آیا کہ میری ہجرت گاہ نخلستان ہے' میرے ذہن میں آیا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر جب کہ وہ مدینہ ہے۔

﴿۲﴾...... مجھے خواب آیا کہ میں نے تلوار کو حرکت دی تو اس کا درمیانی حصہ ٹوٹ گیا۔اس کی تعبیر جنگ احد میں مسلمانوں کے مصائب ہیں پھر اسے دوبارہ حرکت دی تو وہ پہلے سے عمدہ بن گئی اس کی تعبیر اسلامی فتوحات اور مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہے۔[1]

امیہ بن خلف کے قتل کی پیش گوئی:

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کا بیان ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ مکہ میں عمرہ کی خاطر امیہ بن خلف کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ اسی طرح امیہ جب شام جاتا تو مدینہ میں سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کرتا۔ امیہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا دوپہر کو جب لوگ نہ ہوں تو طواف کر لینا۔ آپ ﷺ طواف کر رہے تھے تو ابوجہل نے کہا یہ کون طواف کر رہا ہے' سعد نے کہا میں سعد ہوں سعد بن معاذ۔

ابوجہل نے کہا تم نے محمد اور اس کے رفقا کو پناہ دی اور اب مزے سے طواف کر رہے ہو۔ چنانچہ دونوں کی آپس میں تو تکار ہوئی تو امیہ سعد سے کہنے لگا' ابوالحکم "یعنی ابوجہل" کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو' یہ یہاں کے رئیس اور مطاع ہیں تو سعد کہنے لگے طواف سے منع کرو گے تو تمہارا شام کا راستہ بند کردوں گا اور امیہ بار بار کہہ رہے تھے اونچی نہ بولو' آہستہ بات کرو۔ تو سعد رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر امیہ سے کہنے لگے چھوڑو' مجھے محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ تجھے قتل کریں گے۔ تو امیہ نے استفہامی انداز میں کہا مجھے قتل کریں گے؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! جناب یہ سن کر امیہ نے کہا محمد ﷺ جھوٹ تو نہیں

[1] رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب ومسلم فی صحیحہ فی الرویا

بولتے۔ گھر جا کر امیہ نے اپنی بیوی سے کہا پتہ ہے میرے بارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا کیا کہا؟ بتایا میں نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کریں گے تو بیوی نے کہا ہاں واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دروغ گو نہیں ہیں۔

جنگ بدر کا جب اعلان ہوا اور وہ گھر سے نکلنے لگا تو بیوی نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھول گئے ہو؟ یہ سن کر اس نے ارادہ ترک کر دیا تو ابو جہل نے کہا جناب آپ کا شمار مکہ کے رؤسا میں ہے' ایک دوروز تک ساتھ چلیں پھر گھر واپس چلے آئیں۔ چنانچہ وہ لشکر کے ساتھ چلا' مگر واپس نہ آسکا اور جنگ میں ہلاک ہو گیا۔[1] امیہ بن خلف اپنے گھوڑے کی خصوصی پرورش کرتا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرتا ہوا کہنے لگا' اس پر سوار ہو کر تجھے قتل کروں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں انشاء اللہ تجھے نیست و نابود کروں گا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنگ احد میں قتل کیا۔

ایک جری بہادر کے بارے پیش گوئی:

جنگ احد یا خیبر یا حنین میں ایک آدمی بقول بعض ''قزمان'' نے بڑی جسارت کا مظاہرہ کیا جو سامنے آتا اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا یہ منظر دیکھ کر لوگ کہنے لگے اس نے آج خوب کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخی ہے۔ ایک صحابی اس کی ٹوہ میں لگ گیا چنانچہ وہ لڑائی میں زخمی ہو گیا۔ پھر تلوار کی دھار سینے پر رکھ کر اپنے جسم کا بوجھ اس پر ڈال دیا اور خودکشی کر لی۔ ٹوہ لگانے والا صحابیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کلمہ شہادت پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا آپ نے فلاں شخص کا تذکرہ کیا تھا کہ وہ دوزخی ہے' واقعی اس نے خودکشی کر لی۔[2]

چمک سے پیش گوئی:

غزوہ احزاب میں خندق کھودتے وقت ایک چٹان پر ضرب لگائی تو اس سے چمک

---

[1] رواه البخاری فی صحیحه فی المغازی و فی المناقب

[2] رواه البخاری فی صحیحه فی المغازی باب غزوة خیبر

پیدا ہوئی پھر دوبارہ سہ بار ضرب سے روشنی کی کرن پھوٹی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس روشنی میں سے ایوان کسریٰ اور شام کی محلات نظر آئے ہیں۔[1]

اسی طرح بکری کی زہریلی دستی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کھایا اور حضرت بشیر بن براء رضی اللہ عنہ نے کھالیا تو وہ زہر خورانی سے فوت ہو گئے۔[2]

کشتی کا ساحل پر پہنچنا:

اشعری لوگ کشتی پر سوار تھے۔ کشتی ڈگمگانے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اَللّٰهُمَّ نَجِّ اَصْحَابَ السَّفِيْنَةِ" الٰہی! کشتی کے سواروں کو نجات بخش، ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا قَدِاسْتَمَرَّتْ بھنور سے نکل کر چل پڑی ہے۔[3]

سونے کی چھڑی کی پیش گوئی:

آپ علیہ السلام طائف جاتے ہوئے راستہ میں ابورغال کی قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا اس کی قبر میں سونے کی چھڑی ہے چنانچہ کھود کر اسے نکال لیا گیا، رواہ ابواؤد۔[4]

خلفاء ثلاثہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسریٰ وقیصر ختم ہو جائیں گے اور ان کے خزانے فی سبیل اللہ تقسیم ہو جائیں گے۔ اس میں خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی پیش گوئی ہے کہ ان کے عہد خلافت میں یہ مال اور خزانے مفتوح ہوئے اور صحیح طریق پر تقسیم ہوئے۔[5]

---

(۱) باب معجزانہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوہ خندق

(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ فی الحربۃ وفی الطب

(۳) دلائل النبو للبیہقی

(۴) فی سنہ فی الخراج والبیہقی فی دلائل النبوۃ مذکرہ المنتھی فی میزان الاعتدال

(۵) رواہ مسلم فی صحیحہ فی الفتن والبخاری صحیحہ فی المناقب

امن وامان کی پیش گوئی:

بخاری شریف میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے فقر وفاقہ اور تنگ دستی کا اظہار کیا' دوسرے نے رہزنی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عدی! حیرہ دیکھا ہے؟ عرض کیا جی سنا ہے دیکھا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو دیکھو گے کہ وہاں سے ایک عورت تنہا حج کرنے چلی آئے گی۔ اسے صرف اللہ عزوجل کا ہی خوف ہوگا اور راستہ میں کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا۔ میرے دل میں آیا کہ قبیلہ طے کے ڈاکو اور رہزن کہاں چھپ جائیں گے جنہوں نے علاقہ میں فساد برپا کر رکھا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تیری زندگی میں کسریٰ کے خزانے فتح ہونگے۔ میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! کسریٰ بن ہرمز کے۔ پھر فرمایا تو اپنی زندگی میں دیکھے گا کہ ایک آدمی سونا اور چاندی صدقہ کی خاطر لئے پھرے گا اسے کوئی لینے والا نہ ملے گا۔

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ بغیر کسی ترجمان کے ملاقات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آدمی کو مخاطب کر کے فرمائے گا۔ کیا میں نے رسول مبعوث نہیں کیا تھا وہ اعتراف کرے گا پھر اللہ فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھے اولاد اور مال کی نعمت سے سرفراز نہیں کیا تھا وہ اقرار کرے گا پھر اسے دائیں اور بائیں سوائے جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا۔

عدی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا کہ جہنم سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی خیرات کرو کھجور میسر نہ ہو تو بھی بات کہو۔[1] حضرت عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے تنہا عورت کو تو سفر حج کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے اور کسریٰ کے خزانے کی فتوحات میں' میں خود شامل تھا اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھ لو گے کہ کوئی خیرات قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ اس روایت کی بخاری شریف' مسلم شریف اور نسائی میں متعدد سندیں موجود ہیں۔

[1] رواہ البخاری فی مناقب

فتوحات کی پیش گوئی:

بخاری شریف کی کتاب علامات النبوۃ میں عتبہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے اور شہدائے احد کے حق میں دعا کی۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا

"اَنَا فَرَطُكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِ الْاٰنَ وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ وَاَخَافُ بَعْدِيْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا"۔[1]

آپ ﷺ نے حاضرین سے مرض موت میں فرمایا کہ میں تم سے قبل فوت ہوں گا۔ چنانچہ یہ بات حرف بہ حرف پوری ہوئی اور فرمایا کہ ان سب علاقوں کے خزینوں کی چابیاں مجھے عطا ہوئی ہیں اور یہ سب علاقے یکے بعد دیگرے مفتوح ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا ہے اور اب تم ان علاقوں کو فرداً فرداً فتح کرو گے۔ نیز آپ ﷺ نے بتایا کہ صحابہ کرامؓ شرک میں مبتلا نہ ہوں گے' بحمد اللہ یہ بھی اسی طرح واقع ہوا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ تم دنیا کے مال میں رغبت کرو گے۔ یہ خطرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں رونما ہوا اور اب تک موجود ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری:

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو مجلس میں نہ دیکھا تو ذرا تشویش ہوئی۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں پتہ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے گھر آیا تو انہیں غمگین اور سر جھکائے متفکر پایا۔ پوچھا کیا حال ہے؟ (ان کی آواز رسول اللہ ﷺ سے ذرا اونچی تھی' اس لئے انہیں اپنے اعمال

---

[1] رواه البخاري في صحيحه في المناقب

ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہوا) بتایا بدترین عمل برباد ہے اور جہنم تیار ہے' اس آدمی نے آکر سارا ماجرا سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اسے جا کر کہو تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے۔[1] چنانچہ آپ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے لشکر سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ:

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو بھی اسلام پر فوت ہونے کی بشارت سنائی۔ لوگ آپ کو زندگی میں ہی جنتی کہا کرتے تھے' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے موافق اسلام پر ہی فوت ہوئے۔[2] نیز آپ نے عشرہ مبشرہ کو بھی جنت کی خوشخبری سنائی اور فرمایا بیعت رضوان میں شامل صحابہؓ سے جنتی ہونگے۔ ان کی تعداد چودہ یا پندرہ سو تھی۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ یہ سب صحابہ کرامؓ اسلام پر قائم رہے اور ایمان پر ان کا خاتمہ ہوا[3] (اَللّٰھُمَّ فَتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ) آمین

خودکشی کا واقعہ:

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کسی آدمی نے آکر بتایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں فوت ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس نے دوبارہ آکر اطلاع دی کہ وہ مر گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا نہیں مرا۔ تیسری بار آکر بتایا کہ اس نے چھری سے خودکشی کر لی ہے" وہ دفن کر دیا گیا اور اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔[4]

عجب خبر:

امام احمد نے قیس رضی اللہ عنہ بن ابی الہیثم کا قصہ بیان کیا ہے کہ مدینہ میں اس کے پاس

---

(1) رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب باب علامات النبوۃ

(2) رواہ البخاری فی صحیحہ فی فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(3) رواہ ابو دائود فی سنۃ والترمذی فی جامعہ فی المناقب

(4) دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶/ص ۳۰۲

سے ایک لڑکی گزری۔ اس نے کمر سے پکڑلی پھر کسی روز اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیلئے ہاتھ دراز کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت نہ کی اور فرمایا صاحب الحبیذہ "زبردستی کرنے والے" تو اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ! میں آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیعت لے لی۔[1]

احتیاط:

بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں فضول گفتگو سے پرہیز کیا کرتے تھے اور اپنی بیویوں سے چہل اور کھل کر بات چیت کرنے سے رکتے تھے' مبادا ہمارے بارے وحی نازل ہو (اور رسوائی ہو) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔[2]

بلا اجازت بکری ذبح کرنے کی خبر:

ابوداؤد دیکھے از انصار سے بیان کرتے ہیں کہ کسی جنازے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کھودنے والے کو قبر چوڑی کرنے کی ہدایت فرما رہے تھے۔ جب واپس ہوئے تو ایک صاحب کسی عورت کے ہاں سے دعوت کا پیغام لے کر آئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے کھانا سامنے آیا تو لوگ کھانے لگے اور حاضرین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ لقمہ منہ میں ہلا رہے ہیں اور فرمایا معلوم ہوتا ہے یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔

چنانچہ اس عورت نے بتایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بقیع میں خریدار بھیجا وہاں کوئی جانور نہ ملا' پھر میں نے ہمسایہ کو پیغام بھیجا جو بکری آپ نے خریدی ہے وہ مجھے قیمتاً دے دو۔ اس نے نہ دی تو میں نے اس کی بیوی کو پیغام دیا اس نے بھیج دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کھانا اسیروں (قیدیوں) کو کھلا دو۔[3]

---

(1) رواہ النسائی ایضا) (رواہ احمد فی مسندہ ج۵/ص۲۹٤

(2) رواہ البخاری فی صحیحہ فی النکاح باب الوصاۃ بالنساء واحمد فی مسندہ ج۲/ص۶۲

(3) رواہ ابوداؤد فی سنۃ فی البیوع

قیامت تک کے واقعات کی پیش گوئی:

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ میں قیامت تک کے حسب ضرورت تمام حالات و واقعات بیان کر دیئے' کسی کو یاد رہے اور کوئی بھول گیا۔ چنانچہ واقعہ دیکھ کر مجھے بھولی ہوئی بات یاد آ جاتی ہے۔ جیسے آدمی کسی انسان کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان کہتے ہیں لوگ تو رسول اللہ ﷺ سے خیر اور نیکی کے امور دریافت کرتے تھے اور میں فتنہ فساد کی باتیں پوچھتا تھا مبادا مجھے وہ پیش آ جائیں' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم جاہلیت اور برے دور میں تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا خیر و برکت کا عہد دکھایا ہے کیا اس اچھے دور کے بعد برا زمانہ بھی آئے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل میں نے پھر عرض کیا' کیا اس برے دور کے بعد اچھا وقت بھی آئے گا؟ فرمایا ہاں! لیکن اس میں ذرا خرابی کی آمیزش ہوگی۔ میں نے پوچھا وہ ملاوٹ کیا ہے؟ فرمایا لوگ میری سنت ترک کر کے دوسری راہ پر چلیں گے۔ میں نے عرض کیا اس بھلے دور کے بعد بھی برا دور آئے گا؟ فرمایا ہاں! دوزخ کے دروازوں کی طرف لوگ دعوت دیں گے۔ جو ان کی بات مان لے گا وہ دوزخی ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیسے ہونگے؟ فرمایا وہ ہماری قوم سے ہونگے اور ہماری زبان میں باتیں کریں گے' میں نے پوچھا اگر میری زندگی میں یہ دور آ جائے تو آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کی اطاعت کو لازم پکڑ۔ میں نے عرض کیا ''لوگ شتر بے مہار ہوں'' آپس میں اتفاق و اتحاد نہ ہو اور نہ کوئی امام ہو' تو آپ ﷺ نے فرمایا ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر گوشہ تنہائی میں زندگی بسر کر۔ اگر چہ کوئی عمدہ ذریعہ معاش نہ ہو۔ درخت کی جڑ چبانا پڑے اور معمولی گزر اوقات پر اکتفا کرنا پڑے۔ بس اسی پر زندگی کا خاتمہ ہو۔[1]

---

[1] رواه البخاری فی صحیحه فی انفس و مسلم فی صحیحه فی الامارة

بیگمات کے فتنہ کی پیش گوئی:

مسلم شریف میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا سرسبز و شاداب اور شیریں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر نوازش کرنے والا ہے اور تمہارا امتحان لینے والا ہے۔ بس دنیا کی نعمتوں سے پرہیز کرو اور عورتوں کے فتنہ سے بچو' بنی اسرائیل میں پہلی آزمائش اور خرابی عورتوں کی وجہ سے ہوئی' میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی خرابی نہیں چھوڑی۔[1]

مال و دولت کی فراوانی کا مژدہ:

متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''خوش خلق رہو اور خوشی کی امید رکھو' واللہ! مجھے تمہارے فقر و فاقہ کا بالکل اندیشہ نہیں مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ گزشتہ اقوام کی طرح تم بھی دولت مند اور دنیا کے حریص بن گئے تو ان کی طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔[2]

انماط اور قالین کی پیش گوئی:

متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تمہارے ہاں قالین ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کہاں سے آئے؟ فرمایا سنو! عنقریب تمہارے ہاں قالین ہوں گے۔ چنانچہ میں اب اپنی بیوی کو کہتا ہوں کہ اپنے انماط مجھ سے ہٹا لے تو وہ کہتی ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں تھا کہ تمہارے ہاں انماط ہوں گے' پھر میں اسے نظر انداز کر دیتا ہوں۔[3]

---

(۱) رواہ مسلم فی صحیحہ فی الذکر و الدعا

(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ فی الجزیۃ و مسلم فی صحیحہ فی الزھد

(۳) رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب و مسلم فی صحیحہ فی اللباس

فتح یمن کی پیش گوئی:

صحیحین، سنن اربع اور مسانید وغیرہ میں سفیان بن ابی زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یمن مفتوح ہوگا اور لوگ اپنے اہل وعیال اور احباب کو وہاں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ منورہ کا قیام ان کیلئے بہتر تھا اگر وہ سمجھتے۔[1]

شام کی فتح کی خوشخبری:

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب شام کا علاقہ فتح ہوگا۔ مدینہ سے آ کر لوگ یہاں آباد ہونگے۔ یہ علاقہ اور اس کی آرام دہ زندگی ان کو پسند آئے گی، حالانکہ مدینہ کی رہائش بہتر ہوتی اگر وہ جانتے۔ پھر عراق فتح ہوگا وہاں بھی لوگ بکثرت آباد ہو جائیں گے، حالانکہ مدینہ میں قیام ان کیلئے بہتر تھا اگر وہ سمجھتے۔[2]

قیامت سے قبل چھ امور کا ظہور:

بخاری شریف میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں فرمایا قیامت سے پہلے چھ باتیں شمار کرو۔ (۱) میرا وصال، (۲) بیت المقدس کا فتح ہونا (۳) وبائی مرض کا پھیل جانا (۴) کثرت مال و دولت (۵) فتنہ فساد (۶) مسلمانوں اور رومیوں کے مابین صلح۔[3]

مصر کی فتح کی خوشخبری:

مسلم شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم عنقریب ایک علاقہ فتح کرو گے۔ جہاں قیراط کا رواج عام ہوگا ان لوگوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ وہ امن وامان میں ہیں ان کے ساتھ ناطہ بھی ہے اور جب وہاں ایک اینٹ بھر کی جگہ کی خاطر دو آدمیوں کو لڑتے دیکھو تو وہاں سے نکل آنا۔[4]

---

(۱) رواہ البخاری فی صحیحہ فی فضائل المدینہ فی صحیحہ ومالک فی الموطا
(۲) رواہ الامام احمد المسند ج۵ص ۲۱۹، ۲۲۰
(۳) رواہ البخاری فی صحیحہ فی الجزیۃ والموادعۃ
(۴) رواہ مسلم فی صحیحہ فی فضائل الصحابہ

مصر ۲۰ھ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ربیعہ اور عبدالرحمٰن بن شرحبیل بن حسنہ کو ایک اینٹ بھر جگہ میں تنازع کرتے دیکھا تو وہاں سے چلے آئے۔

ذمۃ ورحما کا معنی:

إِذَا فَتَحْتُمْ مِصْرًا فَاسْتَوْصُوْا بِالْقِبْطِ خَيْرًا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا[1]

امام احمدؒ سفیان بن عیینہ سے بیان کرتے ہیں ان سے رحما کا معنی دریافت ہوا تو فرمایا اسماعیل کی والدہ قبطیہ تھیں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں۔ باقی رہا ذمہ تو مقوقس کا ہدیہ ارسال کرنا اور آپ کا قبول کرنا ایک قسم کی صلح اور عہد و امان ہے۔ واللہ اعلم

بارہ خلفاء:

مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دین برابر قائم رہے گا جب تک بارہ خلیفہ ہونگے اور یہ سب قریش ہونگے اور قبل از قیامت جھوٹے نبی آئیں گے اور مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کے خزانے فتح کرے گی اور میں تمہارا حوض کوثر پر پیش خیمہ ہوں۔[2]

کسریٰ کی ہلاکت:

فرمایا قیصر ہلاک ہوگیا تو پھر دوبارہ قیصر نہ ہوگا اور کسریٰ کی تباہی کے بعد دوبارہ کسریٰ نہ آئے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کسریٰ کا لباس، تلوار، تاج اور کنگن لائے گئے تو یہ سراقہ بن مالک کو پہنائے گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے کسریٰ کا لباس ایک بدوی کو پہنایا۔[3] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ اس لئے ان کو پہنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بازو دیکھ کر فرمایا تھا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ

---

① رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج ۶ / ص ۳۲۲
② رواہ مسلم فی صحیحہ فی الامارۃ
③ رواہ ابو داؤد عن محمد بن منکدر

تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے ہیں۔[1]

حیرہ کی فتح کی پیش گوئی:

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کتے کے دانتوں کی طرح میرے سامنے حیرہ کی شکل پیش کی گئی ہے' عنقریب تم اس کو فتح کرو گے' تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شاہ حیرہ کی بیٹی نضیلہ مجھے ہبہ کیجئے۔ آپ ﷺ نے اسے ہبہ کر دی۔

چنانچہ جب وہ اس کے قبضہ میں آئی تو اس کے والد نے کہا کیا اسے فروخت کرو گے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو کہا مانگو جو چاہتے ہو۔ چنانچہ اس نے ہزار درہم طلب کیا سودا طے ہو گیا تو احباب نے کہا تم تیس ہزار بھی مانگتے تو مل جاتا' تو اس نے کہا کیا گنتی ہزار سے بھی زائد ہوتی ہے؟[2]

فتوحات کی پیش گوئی:

امام احمد' عبداللہ بن حوالہ ازدی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مدینہ کے نواح میں پیدل کسی مہم پر روانہ کیا ہم خالی ہاتھ تھکے ماندے واپس آئے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی' الٰہی ان فاقہ مست لوگوں کو میرے سپرد نہ کر' میں کمزور ہوں اور نہ ہی خود ان کے سپرد کر' وہ بھی عاجز و ناتواں ہیں اور عوام کے بھی ذمہ نہ کر' وہ بھی اپنے آپ کو ان سے مقدم اور بہتر سمجھیں گے۔

پھر آپ ﷺ نے بشارت فرمائی' شام'' روم اور فارس سب ممالک مفتوح ہونگے تمہیں کثیر اونٹ' بکری اور گائے مال غنیمت ملے گا اور سو دینار کے عطیہ کو ہیچ سمجھو گے' پھر آپ ﷺ نے میرے سر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا اے ابن حوالہ! جب حکومت شام میں قائم ہو گی تو زلزلے مصائب اور عظیم واقعات کا ظہور ہو گا اور اس وقت قیامت تیرے

---

(1) دلائل النبوة ج٦/ص ٣٢٥

(2) دلائل النبوة للبيهقي ج٦/ص ٣٢٦

ہاتھ سے بھی جو تیرے سر پر ہے زیادہ قریب ہوگی۔[1]

مسند احمد میں ابن حوالہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایک اسلامی لشکر شام میں ہوگا۔ ایک یمن میں اور ایک عراق میں۔ ابن حوالہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں کس لشکر میں شامل ہوں' فرمایا تو شامی لشکر میں شرکت کر یہ بہتر ملک ہے' جہاں بہترین آدمی آباد ہونگے۔ اگر یہ ناپسند ہو تو یمن چلے جاؤ اور اس کے تالابوں سے دور سکونت اختیار کرو' اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اس کے باشندوں کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔[2]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجلس میں رونق افروز تھے' ہم نے خستہ حالی' تنگ دستی کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا خوشخبری سنو! واللہ! مجھے تمہاری تنگ دستی کی نسبت فراخ دستی کا زیادہ خطرہ محسوس ہوتا ہے' واللہ! یہ دین تم میں استوار اور قائم رہے گا۔ شام' فارس' روم اور حمیر کے علاقے مفتوح ہونگے۔ پھر تمہارا ایک لشکر شام میں ہوگا ایک عراق میں اور ایک یمن میں اور تم ایک سو درہم پر بھی قناعت نہ کرو گے بلکہ ناراض ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ شام سے مقابلہ کی کون تاب لا سکتا ہے؟ وہاں تو رومی بڑے طاقتور ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا واللہ! یہ علاقے ضرور فتح ہونگے اور تم ان کے حکمران ہونگے۔

وہ سفید فام رومی' فوجی وردی میں ملبوس ایک پست قامت سر منڈے سیاہ فام حاکم کے اشارہ ابرو کے منتظر ہونگے۔[3] جز بن سہیل سلمی کو صحابہ کرامؓ اس حدیث کا مصدق سمجھتے تھے' جو عجمیوں پر حکمران تھے اور وہ یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ جاتے۔[4] مسند احمد میں عبداللہ بن حوالہ ازدی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تین قسم کے غم واندوہ سے محفوظ رہا وہ کامیاب اور سرخرو ہے۔

---

(1) ورواہ ابو داؤد والامام احمد فی مسندہ ج۵/ص۲۸۸

(2) رواہ الامام فی مسندہ ٤/ص١١٠ ھکذا رواہ ابو داؤد عن حیوۃ بن شریح

(3) دلائل النبوۃ للبیہقی

(4) دلائل النبوۃ للبیہقی ج٦/ص٣٢٧

(۱) میری موت کے غم سے (۲) مظلوم خلیفہ کی شہادت کے افکار سے (۳) مسیح دجال کی آزمائش سے۔[۱]

مسند احمد میں عبداللہ بن حوالہ ازدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ گوگل کے درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے' آپ کاتب کو املا کروا رہے تھے' مجھے فرمایا ابن حوالہ! تجھے کچھ تحریر کر دیں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس بارے؟ آپ پھر تحریر کروانے میں مشغول ہو گئے پھر دوبارہ فرمایا ابن حوالہ! کچھ تحریر کر دیں' میں نے دل میں کہا نا معلوم اللہ اس کے رسول کو کیا منظور ہے چنانچہ پھر کاتب کی طرف متوجہ ہو گئے اس طرح دو مرتبہ ہوتا رہا۔ پھر فرمایا' اے ابن حوالہ! تیرے گرد و نواح گائے کے سینگوں کی طرح فتنہ بپا ہو گا تو تیرا کیا طرز عمل ہو گا؟ عرض کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرما دیں۔

پھر فرمایا دوسرے فتنہ میں تمہارا طریق کار کیا ہے جو پہلے کی نسبت کہیں بڑا ہو گا۔ عرض کیا کیا معلوم؟ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجویز فرما دیں' فرمایا اس کو تلاش کرنا وہ آدمی اس وقت پیٹھ موڑے جا رہا تھا۔ میں نے دوڑ کر اس کو کندھوں سے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چہرہ کر کے کہا یہ فرمایا ہاں وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔[۲]

فتوحات کے بعد لگان کی تجویز کی پیش گوئی:

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل عراق اپنے ''لگان'' روپیہ اور غلہ روک لیں گے' اہل شام اپنے ''خراج'' کا غلہ اور روپیہ روک لیں گے اور مصری اپنے ٹیکس کا غلہ اور سکہ روک لیں گے اور سہ بار فرمایا اور تم واپس چلے آؤ گے۔ ''روک لینے'' کا مطلب بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں گے اور ان کا خراج معاف ہو جائے گا۔ امام بیہقی نے اسی مفہوم کو فوقیت دی ہے۔ مگر بقول امام ابن کثیر یہ مرجوح اور محل نظر ہے۔ اور بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ

---

(۱) رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۵/ص ۲۸۸

(۲) رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ۴/ص ۱۰۹۔۱۱۰

باغی ہو جائیں گے خراج وغیرہ ادا کرنے سے انکار کردیں گے۔ اس لیے آخر میں فرمایا جہاں سے تم نکلے تھے وہیں واپس آ جاؤ گے۔ جیسے کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اسلام کا آغاز غربت اور بے کسی کے عالم میں ہوا اور ایک زمانہ میں پھر اس پر بے چارگی اور بے کسی کا عالم طاری ہوگا۔ ایسے دور کے مسلمانوں کیلئے طوبی بہشت ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب اہل عراق کو غلہ اور روپیہ نہ ملے گا عرض کیا کہاں سے؟ بتایا جو عجمیوں سے وصول ہوتا تھا وہ روک لیں گے۔ پھر فرمایا اہل شام کو خراج وصول نہ ہوگا۔ پوچھا کہاں سے؟ تو فرمایا رومی ادا نہیں کریں گے انکار کردیں گے۔ پھر معمولی خاموشی کے بعد بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امت مسلمہ کے آخری دور میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مٹھی بھر بھر کر سخاوت کرے گا گن کر نہ دے گا۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں (ابونضرہ لعد ابوالعلاء) سے جریری نے پوچھا اس کا مصداق عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہیں؟ فرمایا نہیں۔

میقات حج:

حج کے احرام کیلئے میقات مقرر کرنا بھی اسلام کے پھیلنے اور نشرو اشاعت کی واضح پیش گوئی ہے اور معجزات میں شمار ہے۔ متفق علیہ روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لئے ''ذوالحلیفہ'' میقات مقرر کیا۔ شامیوں کیلئے جحفہ'' اور اہل یمن کیلئے ''یلملم'' اور مسلم شریف میں ہے عراقیوں کیلئے ''ذات عرق''۔[2]

صحابی تابعی اور تبع تابعی کی برکت کی پیش گوئی:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک وقت آئے گا جس میں ایک بڑا لشکر جہاد میں مصروف ہوگا اعلان ہوگا کہ ان میں کوئی

---

① رواہ الامام احمد فی المسندہ ج۳/ص ۳۱۷

② حدیث الموقیت الحکانیۃ رواہ البخاری صحیحہ فی الحج

صحابیؓ موجود ہے؟ چنانچہ صحابیؓ کی موجودگی کا پتہ چلے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو صحابیؓ کی برکت سے فتح اور کامیابی نصیب کرے گا۔

پھر ایک لاکھ آدمیوں کا لشکر جنگ کر رہا ہوگا تو دریافت ہوگا کہ لشکر میں کوئی تابعی ہے؟ اثبات میں جواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت وسعادت سے کامرانی عطا فرمائے گا۔ پھر کثیر فوج جہاد اور میدان جنگ میں ہوگی۔ (اور معرکہ طویل ہو جائے گا' تو سوال ہوگا لشکر میں کوی تبع تابعی ہے؟ جب اس کی موجودگی معلوم ہوگی (اور وہ دعا کرے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح نصیب کرے گا۔[1]

اہل فارس کے ایمانی جذبہ کی پیش گوئی:

متفق علیہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (۶۲/۳) اور دوسروں کیلئے بھی نبی ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے' آیت نازل ہوئی تو ایک آدمی نے پوچھا یہ دوسرے کون ہیں یا رسول اللہ آپ نے سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے کی بلندی پر بھی ہو تو فارس کے لوگ اسے ضرور حاصل کریں گے۔[2] یہ پیش گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔

کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے کی پیش گوئی:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' فارس اور روم فتح ہوں گے غلہ اور اناج کی کثرت ہوگی اور کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے گی۔

مرو کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کئی لشکر

---

① رواہ البخاری فی صحیحہ فی الجہاد و مسلم فی صحیحہ فی فضائل الصحابة

② رواہ البخاری فی صحیحہ فی تفسیر سورة الجمعه ومسلم فی صحیحہ فی فضائل الصحابه

روانہ کئے جائیں گے عبداللہ رضی اللہ عنہ تم خراسان کے لشکر میں شامل ہونا اور مرد میں رہائش رکھنا کہ اس کا بانی ذوالقرنین ہے اور اس نے اس کے حق میں خیر و برکت کی دعا کی تھی کہ اس کے باشندوں پر مصیبت نہ آئے۔[1]

یہ مسند احمد کی غریب حدیث ہے اور بعض اس کو موضوع اور جعلی کہتے ہیں۔

ظالم حکمرانوں کی پیش گوئی:

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام سیاست کرتے' ان کا ملکی انتظام چلاتے اور حکومت کرتے تھے۔ ایک نبی فوت ہوا تو دوسرا اس کا جانشین ہو گیا۔ سنو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ہاں خلیفہ ہوں گے اور بہت ہونگے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تو کیا حکم ہے؟ فرمایا پہلے خلیفہ کے بیعت نبھاؤ اور اس کی وفاداری کرو ان کے حقوق اور فرائض بجالاؤ' اللہ تعالیٰ ان سے رعایا کی بابت باز پرس کرے گا۔[2] مسلم شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کی روایت ہے کہ ہر نبی کے حواری اور خاص لوگ ہوتے ہیں جو اس کی سیرت پر چلتے ہیں اور سنت پر عمل کرتے ہیں پھر ان کے ناخلف اور نالائق جانشین محض ڈینگیں مارتے ہیں اور برے کام کرتے ہیں۔[3]

امام بیہقی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کے بعد خلیفے ہوں گے جو کتاب و سنت پر عمل کریں گے اور رعایا میں انصاف کریں گے پھر خلفاء کے بعد بادشاہ ہوں گے جو انتقام لیں گے اور رعایا کو قتل کریں گے۔ ناحق مال جمع کریں گے اپنے کردار اور گفتار کے پابند نہ ہونگے۔ اور دین وایمان سے تہی دست ہونگے۔[4]

---

① دلائل النبوۃ للبیہقی ج۳۳۲/۶

② رواہ البخاری فی صحیحہ فی الانبیاء ورواہ مسلم فی صحیحہ فی الامارۃ

③ رواہ مسلم فی صحیحہ فی الایمان

④ دلائل النبوۃ للبیہقی ج۳۳۹/۶

ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اسلام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رحمت سے کیا پھر خلافت اور رحمت ہو گی۔ پھر ظالمانہ بادشاہت ہو گی' پھر امت میں طاقت کا مظاہرہ اور فتنہ فساد برپا ہو گا۔ شراب وشاہد اور ریشمی لباس کو حلال سمجھیں گے۔ بایں ہمہ مال و دولت اور رزق کی فراوانی ہو گی۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف چشم دید ہے' ذرا برابر فرق نہیں ہے۔[1]

مدت خلافت کی پیش گوئی:

مسند احمد' ابوداؤد شریف' ترمذی شریف اور نسائی شریف میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غلام کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس برس ہو گی۔ پھر بادشاہت ہو جائے گی۔ (اور ایک روایت میں ہے) اور پھر اللہ تعالیٰ اپنا ملک جسے چاہے دے گا۔[2]

یہ بات بھی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت ۲ سال ۳ ماہ ۲۰ یوم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ ۴ یوم' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت ۱۲ یوم کم ۱۲ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ۲ ماہ کم ۵ سال پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت قریباً ۶ ماہ بعد ازیں ۴۰ھ میں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مذکور بالا روایت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیان کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "رَضِینَا بِالْمُلْكِ" "ہم بادشاہت پر ہی قناعت کرتے ہیں۔ جو رافضی شیعہ تین خلفاء کی خلافت کے منکر ہیں اور جو ناصبی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف ہیں' اس حدیث میں ان سب کی تردید بصراحت موجود ہے۔

① مسند طیالسی ص ۳۱

② رواہ الامام احمد فی المسند ج ۵/ص ۳۲۱

③ رواہ البیهقی فی دلائل النبوۃ للبیهقی ج ۶/ص ۲۴۲

تطبیق:

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ کی روایت یہ دین اٹل قائم رہے گا جب تک بارہ خلفاء حکومت کریں گے اور یہ تمام قریشی ہونگے اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے مابین تطبیق یہ ہے کہ دین اسلام برابر غالب اور قائم رہا جب تک بارہ خلفاء حکومت پر متمکن رہے، پھر بنی امیہ کے عہد میں کچھ گڑبڑ واقع ہوئی اور بعض علماء کہتے ہیں اس حدیث میں بارہ عادل، قریشی خلفاء کی خلافت کی بشارت ہے اور ترتیب شرط نہیں۔

چنانچہ خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت میں چار خلفاء پھر باقی عادل خلفاء ہونگے جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت بہ اتفاق رائے شمار ہے۔ یہاں تک کہ امام احمد نے کہا ہے کہ تابعین میں صرف حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز کا قول حجت ہے۔ اور بعض نے ان بارہ میں مہدی عباسی کا بھی نام لیا ہے۔ جس کی خلافت ۱۵۸ھ سے ۱۶۹ھ تک قائم رہی اور آخر الزمان محمد بن عبداللہ مہدی موعود بھی ان میں شمار ہیں۔

اس سے روافض کا مہدی منتظر جوان کے زعم میں سامراء غار میں مخفی ہے، مراد نہیں کہ اس کا قطعاً کوئی وجود نہیں، محض رافضی اس کے منتظر ہیں۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیش گوئی:

ازعروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا ارادہ تھا کہ میں تمہارے بھائی اور باپ کو بلا کر تحریر کروا دیتا کہ کوئی معترض اعتراض نہ کرے یا کوئی خواہش مند تمنا نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کی امامت نہ اللہ مانتا ہے اور نہ مسلمان۔[2]

اسی طرح آپ کی بات کی تصدیق ہوئی اور سب مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

---

① البداية والنهاية عربی ٦ ص ٣٩٦ كتاب دلائل النبوة

② رواه البخاری فی صحيحه فی المرضى وفی الاحكام ومسلم فی صحيحه فی فضائل الصحابه

بخاری شریف میں ہے ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں آپ نے فرمایا میں نہ ملوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بشارت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں اپنے آپ کو کنوئیں پر دیکھا۔ میں نے اس سے اس قدر پانی نکالا جو اللہ کو منظور تھا پھر وہ ڈول ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا انہوں نے بھی اس سے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا اللہ معاف کرے ان کے کھینچنے میں معمولی ضعف تھا پھر یہ عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور وہ بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے اس کا سا طاقتور آدمی نہیں دیکھا جو اس کی طرح کھینچتا ہو۔ اتنا کھینچتا کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو خوب پلایا۔[2]

امام شافعی فرماتے ہیں نبیوں کا خواب برحق ہوتا ہے۔ ان کے کھینچنے میں قدرے ضعف تھا' کا مطلب ہے کہ ان کو موت نے مہلت نہ دی اور مدت خلافت کم رہی اور یہ عرصہ بھی مرتدین سے برسرپیکار گزرا یہ خواب شیخین کی خلافت کی بشارت اور پیش گوئی ہے۔[3]

مسند احمد' ترمذی شریف' ابن ماجہ شریف اور ابن حبان میں حذیفہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرو۔

نیز کنکریوں کی تسبیح والی روایت میں مذکور ہے۔ هٰذِهِ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لائے اور پاؤں لٹکا کر کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور میں دربان کی حیثیت میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ ایک صاحب آئے' میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو فرمایا دروازہ کھول دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو

---

(1) رواہ البخاری فی صحیحہ فی فضائل الصحابۃ وفی الاحکام وفی الاعتصام بالکتاب والسنۃ

(2) رواہ البخاری فی صحیحہ فی فضائل الصحابہ ومسلم فی فضائل الصحابۃ

(1) مسند الشافعی ج ۱۹۵/۲

ان کو بھی اسی طرح اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' مصیبت اور آزمائش کے ساتھ' چنانچہ آپ " اللہ المستعان " پڑھتے ہوئے اندر آئے۔[1]

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ احد پر تشریف لائے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے تو یکایک پہاڑ کی جنبش ہوئی تو آپ ﷺ نے پیر مار کر کہا ٹھہر جاؤ تیری پشت پر ایک نبی ہے' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کوہ حرا ہل گیا اور اس پر زلزلہ طاری ہوا اور وہاں نبی علیہ السلام' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ موجود تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تھم جا' تیری پشت پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔[2] مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی اضافہ ہے۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو بشارت:

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے' جن کے چہرے بدر (چودھویں رات کا چاند) کی طرح روشن ہونگے۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آپ نے دعا کی الٰہی اس کو ان میں شامل فرمادے۔ پھر ایک انصاری نے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بس عکاشہ رضی اللہ عنہ بازی لے گیا۔[3]

جنگ یمامہ میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ طلیحہ اسدی کے ہاتھوں شہید ہوئے' بعد ازاں طلیحہ اسدی نبوت کے دعوی سے توبہ تائب ہوا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا۔

---

(1) رواہ البخاری فی صحیحہ فی فضائل اصحاب النبی ﷺ و مسلم فی صحیحہ فی فضائل الصحابہ
(2) رواہ البخاری فی صحیحہ فی فضائل اصحاب النبی ﷺ مسلم
(3) رواہ البخاری فی صحیحہ فی الرقاق و مسلم فی صحیحہ فی الایمان

دو طلائی کنگن:

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میری کلائی میں دو کنگن ہیں۔ میں نے ان کو یوں قطع کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ان پر پھونک مارو میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ دو جھوٹے نبی ہیں، صاحب صنعا اور صاحب یمامہ[1]

مسیلمہ کذاب:

اپنی قوم کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے عرض کیا، اگر محمد ﷺ اپنے بعد حکومت میرے نام منتقل کر دیں تو میں آپ ﷺ کا تابع فرمان ہوں" (رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک شاخ تھی آپ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اگر وہ مجھ سے یہ شاخ بھی مانگے تو میں دوں گا نہیں، اگر بغیر اسلام کے چلا گیا تو تجھے اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔ واللہ! میں تجھے وہی سمجھتا ہوں جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اسود عنسی صاحب صنعا کی طرح مسیلمہ کذاب بھی جنگ میں جہنم رسید ہوا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آیا آپ میری رسالت کے گواہ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میرا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنی قوم کی ہلاکت وتباہی کی خاطر مہلت ملی ہے۔ (ورنہ ابھی ہلاک ہو جاتا)[2]

---

① رواه البخاری فی صحیحه فی التعبیر وفی المغازی ومسلم فی صحیحه فی الرویا

② دلائل النبوة للبیهقی ج٦/ص ٢٥٩

مکتوبات مسیلمہ:

بعدازیں اس نے یہ مکتوب تحریر کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من جانب مسیلمہ رسول اللہ (نعوذ باللہ) بنام محمد رسول اللہ سلام علیک "بعدازیں عرض ہے کہ آپ ﷺ کے بعد میری حکومت ہوگی اور آپ کے زیر فرمان شہر اور قصبات میں میرے تابع جنگلات ہیں۔ میں یہ تحریر کر رہا ہوں مگر مجھے امید نہیں کہ تم مان جاؤ گے۔ کیونکہ قریشی قوم ظلم و تعدی کی عادی ہے۔

مکتوب گرامی:

رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب تحریر فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْجَانِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَامِ مُسَيْلَمَهُ كَذَّابُ رشد وہدایت کے تابع لوگوں کو سلام، امابعد! ساری زمین اللہ کی ملکیت ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے اسے وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام صرف خدا ترس لوگوں کا ہے لہٰذا انجام بخیر صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے تابع فرمان لوگوں کو میسر ہوا کہ وہ متقی اور خدا ترس تھے۔[1]

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اکثر عرب مرتد ہو گئے تو خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا اور وہ پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے چنانچہ درج ذیل آیت (۵/۵۴) کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بشارت:

متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ

---

[1] دلائل النبوة للبيهقي ج۵/ص ۳۳۱ السيرة النبوية لابن هشام ج٤/ص ۲۱۰

جبرائیل علیہ السلام مجھ سے سال میں ایک بار قرآن شریف کا دور کیا کرتے تھے اور اب کے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور پھر اس کو چپکے سے بتایا کہ جنتی عورتوں کی سربراہ ہیں اور اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملاقات کروگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۲ ماہ یا ۳ ماہ یا ۸ ماہ یا چھ ماہ زندہ رہیں اور یہ چھ ماہ والی ہی روایت صحیح ہے جو زہری از عروہ عائشہ منقول ہے۔[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں:

متفق علیہ روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گزشتہ اقوام میں محدث اور روشن ضمیر لوگ گزرے ہیں اگر میری امت میں بھی کوئی محدث اور روشن ضمیر ہو تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو بعید از عقل نہیں سمجھتے تھے۔ متانت اور سنجیدگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے ٹپکتی ہے اِنَّ السَّکِیْنَۃَ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ طارق بن شہاب کہتے ہیں ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرشتے کی زبان پر گفتگو کرتے ہیں اور حق بات کہتے ہیں۔[2]

دراز ہاتھ والی کے بارے میں پیش گوئی:

بخاری شریف میں ہے کہ سب ازواج مطہرات نبی علیہ السلام کے پاس حاضر تھیں۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم سے کون آپ ﷺ کو سب سے پہلے ملے گا؟ فرمایا جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا تھا بس وہ سب سے پہلے فوت ہوئیں۔

---

(۱) رواہ البخاری المغازی ومسلم فی صحیحہ فی الامارۃ

(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ فی احادیث الانبیاء ومسلم فی صحیحہ فی فضائل الصحابہ

یونس بن بکیر زکریا بن ابی زائدہ کی معرفت شعبی سے ایک مرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینبؓ نے وفات پائی تو پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد سخاوت اور فیاضی تھی کہ زینب خیرات وصدقات میں سب سے زیادہ فراخ دست تھیں۔

اور مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ زینب رضی اللہ عنہا ہم سب سے زیادہ کشادہ دست اور سخی تھیں کہ وہ دست کار تھیں اور دباغت کا کام جانتی تھیں اور خوب صدقہ وخیرات کرتی تھیں۔[1]

تاریخ دان حضرات میں یہی مشہور ہے کہ ازواج مطہرات میں سے سب سے اول (بقول واقدی ۲۰ھ میں) حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی (بقول ابن ابی خیثمہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخری دور میں فوت ہوئیں۔

اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ:

مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ بہترین تابعی ہیں۔ وہ برص میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو مرض سے افاقہ ہوگیا اور صرف بقدر درہم مرض باقی رہ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ میں آئے۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں یہ بحث ہم نے مسند عمر میں بہ تفصیل بیان کی ہے۔[2]

ام ورقہ رضی اللہ عنہا بنت نوفل:

ابوداؤد میں ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جنگ بدر میں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علاج معالجہ کی خاطر جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی کہ شاید مجھے بھی شہادت کا درجہ نصیب ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی۔ اپنے گھر ہی رہو اللہ تعالیٰ

---

① رواہ مسلم و صحیحہ فی فضائل الصحابۃ و رواہ البخاری فی الزکاۃ

② رواہ مسلم فی صحیحہ فی فضائل الصحابۃ

آپ کو شہادت نصیب کرے گا۔ چنانچہ وہ شہیدہ کے لقب سے معروف تھیں۔ قرآن کی قاریہ تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر میں موذن رکھنے کی اجازت طالب کی تھی۔ انہوں نے اپنی وفات کے بعد اپنے غلام اور لونڈی کو آزاد کرنے کی وصیت کی تھی۔ ان دونوں نے مل کر ایک رات انہیں چادر سے ڈھانپ دیا۔ وہ سخت گھٹن سے مر گئیں اور خود فرار ہو گئے۔ صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کسی نے ان کو دیکھا ہو یا اسے ان کے بارے کچھ معلوم ہو وہ فوراً ان کو حاضر کرے۔ چنانچہ پیش کیا گیا تو آپؓ نے ان کو سولی چڑھا دیا اور مدینہ کی تاریخ میں یہ پہلے مجرم تھے جن کو سولی کی سزا دی گئی۔ بیہقی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر ملاقات کو تشریف لے جاتے اور ان کو شہیدہ کہہ کر پکارتے۔[1]

واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا کہ وہ شہیدہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے آؤ شہیدہ کی زیارت کیلئے چلیں۔

وبا کی پیش گوئی:

بخاری شریف میں عوف بن مالک کی روایت میں چھ پیش گوئیوں میں ایک یہ ہے کہ وبا پھیلے گی۔[2] چنانچہ ۱۸ھ میں شدید وبا پھیلی اور اس میں ہزاروں لوگوں کے علاوہ مندرجہ ذیل جلیل القدر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ معاذ بن جبل، ابوعبیدہ، یزید بن ابوسفیان، شرحبیل بن حسنہ، فضل بن عباس، ابوجندل سہل بن عمر اور ان کے والد گرامی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام بیہقی نے اپنی سند سے سلیمان بن موسیٰ کے ذریعہ طاعون عمواس کا واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا اے لوگو! واقعی یہ مرض اور وبا سخت ناگوار ہے۔ اس سے دور چلے جاؤ۔ یہ سن کر شرحبیل بن حسنہ نے کہا اے لوگو! میں نے عمرو کی بات سنی ہے۔ واللہ! میں مسلمان اور تابع فرمان ہوں۔ سنو! عمرو

---

(۱) رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ رواہ الامام احمد فی مسندہ ج۶/ص ۴۰۵ ورواہ ابوداؤد

(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ فی الجزیہ والموادعہ

اپنے بے شعور اونٹ سے بھی زیادہ بہکا ہوا ہے۔ یہ وبا اللہ کی جانب سے ایک بلا ہے صبر وشکر کرو۔ پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ دونوں کی بات سن لی ہے۔ یاد رہے یہ طاعون تمہارے لئے رحمت و برکت ہے اور نبی علیہ السلام کی پیش گوئی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم شام میں آؤ گے اور وہاں وبائی علاقہ میں فروکش ہو گے۔ جسم میں زہریلا مادہ جوش مارے گا اس کی تکلیف پھوڑے کی سی ہوگی، جو جان و مال کی تزکیہ وطہارت کا باعث ہوگی۔

الٰہی! اگر مجھے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سماع ہے تو مجھے اور میری آل کو طاعون کا وافر حصہ عطا فرما۔ چنانچہ ان کی انگشت شہادت میں طاعون کا مادہ پھوٹ پڑا، اور وہ کہہ رہے تھے خدایا اس میں برکت فرما، جب اس میں برکت کرے گا تو یہ بڑا ہوگا۔ پھر ان کے بیٹے کو یہ تکلیف ہوئی تو کہنے لگے (اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ) پروردگار کے ہاں اور شک میں مبتلا نہ ہو اور بیٹے نے کہا سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔[1]

فتنہ کا بند:

متفق علیہ روایت ہے کہ شقیق، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا فتنہ فساد کے بارے کسی کو حدیث یاد ہے؟ عرض کیا مجھے یاد ہے فرمایا بیان کرو، بڑے جری اور بہادر ہو۔ میں نے عرض کیا آدمی ں بیوی بچوں کی کوتاہی، ہمسایہ سے خرابی اور مال و دولت کے فتنے کا کفارہ، نماز و خیرات اور تبلیغ ہے فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا میں تو بڑا فتنہ پوچھتا ہوں جو سمندر کی طرح موجیں مارتا ہوگا۔ میں نے کہا تمہارے اور اس فتنہ کے درمیان ایک دروازہ بند ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہائے افسوس بتاؤ اسے اللہ تعالیٰ کھولے گا یا ٹوٹے گا؟ عرض کیا بلکہ وہ ٹوٹے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر کبھی بند نہ ہوگا میں نے عرض کیا جی ہاں۔

---

(1) رواہ بطولہ البیھقی فی الدلائل ج۶ ص ۳۸۴، ۳۸۵

شقیق کہتے ہیں ہم نے حذیفہؓ سے پوچھا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ یہ دروازہ کون ہے؟ اس نے کہا بالکل یہ بامقصد حدیث ہے، معمہ نہیں۔

پھر ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ہیبت کے باعث یہ نہ پوچھ سکے کہ دروازہ کون ہے ہم نے مسروق کی معرفت پوچھا تو معلوم ہوا وہ دروازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔[۱]

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایسا ہی ہوا کہ فتنہ وفساد بپا ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مزید اضافہ ہو گیا۔

عروہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران کہا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے شام کی طرف روانہ کیا جب وہ فتح ہو گیا مکھن اور شہد بن گیا تو یہاں کسی اور کو مقرر کرنا چاہتے ہیں اور مجھے ہندوستان کی طرف بھیجنا چاہتے ہیں۔ کسی ماتحت فوجی نے کہا جناب! صبر کیجئے فتنہ وفساد کا دور آ چکا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا سنو! وہ دور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں نہ آئے گا' البتہ ان کی وفات کے بعد آئے گا۔[۲]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی:

امام احمد عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک کپڑا پہنے دیکھ کر پوچھا نیا ہے یا دھلا ہوا؟ عرض کیا حضور! دھلا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نیا پہن' عمدہ زندگی بسر کر اور شہادت کی موت نصیب ہو اور فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک اور آرام وراحت نصیب کرے۔[۳]

---

① رواه البخاری فی الفتن ومسلم فی صحیحه فی الفتن واشراط الساعة

② رواه البیهقی فی دلائل النبوة ج٦ ص٣٨٧

③ رواه الامام احمد فی مسنده ج٢ ص٨٨ والمصنف عبدالرزاق فی مصنفه وهكذا رواه النسائی فی عمل الیوم واللیلة وابن ماجه

تبصرہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ نے بھی عبدالرزاق کی روایت بیان کی ہے اور امام نسائی نے اس کو منکر کہا ہے اور یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو منکر کہا ہے اور یہ روایت امام زہری سے ایک اور سند سے مرسل مذکور ہے۔ حمزہ بن محمد الکلفانی الحافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے علم نہیں کہ زہری سے معمر کے علاوہ کسی نے بھی یہ روایت بیان کی ہو، اور میں اسے صحیح نہیں سمجھتا' واللہ اعلم۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سند کے راوی اور اس کا متصل ہونا صحیحین کی شرط پر ہے۔ نیز متعدد روایات میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے معمر کے منفرد ہونے اور تنہا روایت کرنے کو شیخین نے قبول کیا ہے۔ یہ حدیث امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے جابر جعفی (ایک ضعیف راوی) کی سند سے عبدالرحمٰن بن سابط از جابر بن عبداللہ بعینہ اسی طرح مرفوع بیان کی ہے۔ اور یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے محراب میں فجر کی نماز کی امامت کے دوران شہید ہوئے۔[1]

تین خلفاء کی خلافت کی پیش گوئی:

نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سفینہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی تعمیر فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر لا کر رکھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایک پتھر لائے اور رکھا اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ایک پتھر لا کر رکھ تو بعد ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہونگے۔[2]

تین قبریں روضہ اطہر میں:

صحیحین میں سعید بن مسیب سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں گھر سے وضو کر کے اس ارادہ سے باہر نکلا کہ آج کا دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بسر

---

(1) البدایة والنهایة ج٦/ص٣٠٤

(2) رواه نعیم بن حماد فی کتاب الفتن فی ٥٩ والبیهقی فی دلائل النبوة ج٢/ص٢٠٢

کروں چنانچہ میں نے مسجد میں آ کر آپ ﷺ کے بارے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ اس سمت چلے گئے ہیں چنانچہ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چلا آیا اور بیئر اریس کے پاس پہنچ گیا اور اس کے دروازے پر رک گیا اور میں نے اندازہ لگایا کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت سے فارغ ہو چکے ہیں' تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور آپ ﷺ چاہ اریس کی منڈیر پر پاؤں لٹکائے پنڈلیاں برہنہ کئے بیٹھے ہیں اور میں واپس آ کر دروازے پر نگاہ بان کی حیثیت سے بیٹھ گیا۔ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ دروازے پر دستک آئی پوچھا کون؟ آواز آئی ابوبکر' میں نے کہا ذرا ٹھہریئے میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ میں جلدی سے واپس آیا اور جنت کی خوشخبری سنائی اور اندر تشریف لانے کو کہا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی دائیں جانب پنڈلیاں ننگی کر کے بالکل آپ ﷺ کی طرح بیٹھ گئے اور میں واپس چلا آیا۔

میں اپنے بھائی کو وضو کرتے چھوڑ آیا تھا' اس نے مجھے کہا تھا آپ چلیں' میں بھی آپ کے پیچھے آیا' میرے دل میں خیال آیا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو آ جائے گا۔ میں اسی خیال میں تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز آئی پوچھا کون؟ آواز آئی عمر۔ میں نے کہا انتظار فرمایئے میں نے سلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ چنانچہ میں نے آ کر خوشخبری سنائی اور اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے بائیں پہلو بیٹھ گئے بالکل اسی طرح پنڈلیاں ننگی کر کے جیسے رسول کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ میرے دل میں بھائی کا پھر خیال آیا اور دروازے پر دستک کی آواز آئی۔ پوچھا کون؟ بتایا عثمان' عرض کیا ذرا رکیے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ عثمان اجازت طلب کر رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اسے اجازت اور جنت کی خوشخبری سناؤ بلوہ کی زحمت کے ساتھ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا اور اجازت دی آپ اَللّٰہُ الْمُسْتَعَانَ

کہتے ہوئے اندر چلے آئے اور آپ ان کے سامنے پنڈلیاں ننگی کر کے پاؤں لٹکا کر منڈیر پر بیٹھ گئے بالکل اسی طرح جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں میں نے ان کی نشست سے یہ مطلب سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں اکٹھی ہونگی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر جدا ہوگی۔[1]

جنت کی خوشخبری:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور کہا وہ گھر میں گوٹھ مار کر بیٹھے ہونگے ان کو میرا اسلام کہو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ تمہیں گدھے پر سوار ملیں گے، ان کا گنجاپن چمک رہا ہوگا، ان کو بھی میرا اسلام کہو اور بہشت کی خوشخبری سناؤ۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آؤ وہ تجھے بازار میں خرید و فروخت کرتے ہوئے ملیں گے، ان کو میرا اسلام کہو اور بڑی مصیبت کے بعد جنت کے حصول کی خوشخبری سناؤ۔ چنانچہ ان صاحبان کو اسی حالت میں پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے قیام کے بارے پوچھا اور وہ آپ کی خدمت میں چلا آیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے واپسی پر پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کون سی مصیبت پہنچے گی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق رسول بھیجا ہے کہ میں کسی جنگ سے غائب نہیں ہوا اور نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں ہاتھ سے بیعت کی ہے کبھی اس ہاتھ سے شرم گاہ کو نہیں چھوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس وہی ہے۔[2]

امام بیہقی کہتے ہیں عبد الاعلی ضعیف راوی ہے اگر اسے یہ حدیث واقعی یاد ہے تو ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس زید بن ارقم کو بھیجا ہوگا۔ اور ابو موسیٰ از خود نگہبانی اور حارس کی حیثیت سے چلا آیا ہو۔

---

(1) رواه البخاري في صحيحه في فضائل الصحابة ومسلم في صحيحه في فضائل الصحابة
(2) رواه البيهقي البداية والنهاية ج٦ ص٣٠٦

مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی صحابیؓ کو بلاؤ۔ میں نے کہا' ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمایا نہیں۔ پھر میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ؟ فرمایا نہیں پھر عرض کا علیؓ؟ بتایا نہیں۔ میں نے آخر کار عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو فرمایا ہاں عثمان! جب وہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ذرا ہٹ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ ان سے چپکے چپکے باتیں کرنے لگے اور عثمان رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا۔①

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوصہلہ کہتے ہیں جب آپ ''تاریخی یوم'' میں محصور ہوئے تو عرض کیا' کیا آپ ان سے مقابلہ نہ کریں گے؟ فرمایا بالکل نہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی اور میں اس کا پابند ہوں۔ نعیم بن حماد الفتن والملاحم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ عثمان رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کر رہے تھے میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے صرف یہ لفظ سنے (ظُلْمًا وَّعُدْوَانًا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ) یہ ظلم وزیادتی ہوگی یارسول اللہ ﷺ۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو مجھے ان الفاظ کا مطلب سمجھ آیا۔

جب جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج میں اس قدر تیر پیوست ہوئے کہ وہ خار پشت کی طرح ہو گیا تو فرمایا میری آرزو تھی کہ میں بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح چھلنی کر دی جاؤں گی ان مخالفوں کے سوا انشاء اللہ سب جانتے ہیں کہ میں ان کے قتل سے خوش نہ تھی۔ اگر میں ان کے قتل کی خواہش مند ہوتی تو قتل کر دی جاتی۔②

ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل تم اپنے امام اور خلیفہ کو قتل کرو گے اور آپس میں تلواریں چلاؤ گے اور بدترین لوگ دنیا کے حکمران ہوں گے۔

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے

---

① رواہ الامام احمد فی مسندہ ج ٦/ص ٥٢ والبیهقی فی الدلائل ج ٦/ ٣٩١

② رواہ نعیم بن حماد فی کتاب الفتن ص ٤٧

سنا کہ تم میں بارہ خلفاء ہونگے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت بالکل معمولی ہے اور چکی والے صاحب خوشگوار زندگی بسر کریں گے اور شہید ہونگے۔ کسی نے پوچھا کون یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا لوگ تم سے خلعت خلافت جو اللہ نے عنایت فرمائی ہے اتروانا چاہیں گے۔ خدا کی قسم اگر تم نے اسے اتار پھینکا تو جنت میں تب داخل ہو گے جب سوئی کے سوراخ سے اونٹ گزر جائے۔[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رفاقت:

امام احمد، موسیٰ بن عقبہ سے اور وہ اپنے نانا ابو حبیبہ سے بیان کرتے ہیں کہ محاصرہ کے دوران وہ ان کے پاس گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان سے بات کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ اجازت ملنے کے بعد فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ تم لوگ میرے وصال کے بعد فتنہ وفساد اور اختلاف سے دوچار ہو گے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ تو آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس امین اور اس کے رفقا کی رفاقت اختیار کرو۔[2]

ایک اور پیش گوئی:

مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابو داؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کا نظام ۳۵، ۳۶ یا ۳۷ سال بخوبی چلے گا۔ پھر یہ لوگ نیست و نابود ہو گئے تو ہلاک شدگان کا یہی انجام ہے اگر اسلامی نظام قائم رہا تو ستر سال بدستور قائم رہے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ ستر سال گزشتہ عرصہ سمیت یا اس کے علاوہ فرمایا وہ اس کے علاوہ ہونگے۔[3]

---

① رواه البیهقی فی الدلائل ج۶/ص ۳۹۳

② رواه احمد فی مسنده ج۲/ص ۳۴۵ ورواه البیهقی فی الدلائل ج۶/ص ۳۹۳

③ رواه الامام احمد فی مسنده ج۱/ص ۳۹۳ ورواة ابو دائود فی سنن فی الفتن

اس حدیث میں حضرت عثمان کی شہادت جنگ جمل اور صفین کی طرف اشارہ ہے اور ستر سال سے بنی امیہ کی مدت حکومت کی طرف اشارہ ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کی پیش گوئی:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' اُمِ ذر رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو میں رو پڑی' ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ عرض کیا کیوں نہ روؤں؟ آپؓ جنگل میں فوت ہو رہے ہیں نہ میں آپ کو دفن کر سکتی ہوں اور نہ میرے پاس کفن ہے آپ نے فرمایا مت رو اور خوشخبری سن کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل میں فوت ہوگا اس کی نماز جنازہ میں مسلمانوں کا ایک گروہ شامل ہوگا۔ حاضرین مجلس میں سب لوگ آبادی میں فوت ہو چکے ہیں اور میں تنہا باقی رہ گیا ہوں جو جنگل میں فوت ہوں گا۔ واللہ! رسول اللہ ﷺ نے غلط بیان نہیں کیا۔[1]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مفصل بیان کی ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ۳۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوران خلافت ربذہ میں فوت ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک قافلہ میں تشریف لائے اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی' پھر مدینہ میں تشریف لے آئے اور دس روز بعد فوت ہو گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بارے پیش گوئی:

امام بیہقی' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا اور فرمایا حوض کوثر پر میں تمہارا پیش خیمہ ہوں وہاں تمہارا منتظر ہوں۔ میں تم سے کسی کو ایسے حال میں نہ پاؤں کہ مجھ سے چھین لیا جائے اور میں کہوں کہ وہ میری امت سے ہے۔ اور مجھے جواب ملے کیا آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ ان لوگوں نے

[1] رواہ الامام احمد فی مسندہ ج۵/ ۱۵ و رواہ ابن حبان و بزار

آپ ﷺ کے بعد کیا کیا بدعات اور ایجادات کیں۔ حضرت ابودرداؓ کہتے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید ''میں ان میں سے ہوں'' میں نے اس اندیشہ کا اظہار رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ان میں سے نہیں ہو۔ چنانچہ ابودرداءؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت اور فتنے کے دور سے پہلے فوت ہو گئے۔[1]

واقدی اور ابوعبیدہ وغیرہ کا بیان ہے کہ وہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے اور سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے جب وہ فوت ہوئے۔

فتنوں کی پیش گوئی:

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کی ایک متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی ایک مجلس کو دیکھ کر فرمایا جو مجھے نظر آ رہا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں پر بارش کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔[2]

مسند احمد اور مسلم شریف میں ابوادریس خولانی' حضرت حذیفہؓ سے نقل کرتے ہیں واللہ! میں قیامت تک بپا ہونے والے فتنوں کا سب سے زیادہ واقف ہوں۔ یہ بات نہیں کہ صرف رسول اللہ ﷺ نے مجھے چپکے سے بتا دیا اور کسی کو نہیں سنایا بلکہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے' میں بھی وہاں موجود تھا۔ فتنوں کے بارے میں سوال ہوا اور آپ ﷺ نے وہ فتنے گن گن کر بتائے' ان میں تین فتنے ہیں جن سے تم محفوظ رہو گے۔ بعض ان میں سے ہولناک ہیں اور بعض چھوٹے معمولی۔[3]

حضرت حذیفہؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جنگ جمل اور جنگ صفین سے قبل فوت ہوئے۔ بقول امام ابن کثیر عجلی وغیرہ علمائے تاریخ کا بیان ہے کہ

---

(۱) رواه البیهقی فی الدلائل ج۶/ص۴۰۳ و ذکره البیهقی فی مجمع الزوائد

(۲) رواه البخاری فی صحیحه فی فضائل الصحابة و مسلم فی صحیحه فی الفتن

(۳) رواه احمد فی مسنده ج۵/ص۳۸۸

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے چالیس روز بعد فوت ہوئے اور آپ کا مقولہ ہے اگر عثمان کا قتل اچھا کارنامہ ہوتا تو لوگ آرام و راحت اور فلاح و بہبود میں ہوتے لیکن ان کا قتل ایک نامعقول فعل اور بہیمانہ حرکت تھی۔ پس لوگ ان کے بعد خون کی ہولی کھیلے۔ سنو! اگر کوئی تمہارے اس سلوک سے خوش ہو جو تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روا رکھا ہے تو واقعی اسے خوشی کے شادیانے بجانا چاہئیں۔

امام احمد زینب بنت جحش ام المومنین سے بیان کرتے ہیں کہ آپ (لا الہ الا اللہ) پڑھتے ہوئے بیدار ہوئے اور آپ ﷺ کا چہرہ سرخ تھا آپ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی۔ عرب کے لئے ہلاکت ہے اس شر و فساد سے جو قریب آ چکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں انگوٹھے اور انگشت شہادت کے گول دائرہ کی مقدار سوراخ ہو گیا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم امت کے نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک ہو جائیں گے؟ فرمایا ہاں جب برائی بکثرت ہو جائے۔ (رواہ مسلم فی صحیحہ فی الفتن رواہ الامام احمد فی مسندہ) امام مسلم اور ترمذی نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور امام ترمذی نے بیان کر کے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عجب اتفاق:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ حمیدی سفیان بن عیینہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات یاد ہے کہ اس سند میں چار خواتین ہیں۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں یہ روایت زہری سے (سفیان بن عیینہ کے علاوہ) عمرو الناقد بیان کرتے ہیں۔ نیز شعیب، صالح بن کیسان، عقیل، محمد بن اسحٰق، محمد بن ابی عتیق، اور یونس بن یزید بھی بیان کرتے ہیں اور "حبیبہ" کا نام سند میں ذکر نہیں کرتے واللہ اعلم

چنانچہ سفیان بن عیینہ کی بیان کردہ سند کے مطابق اس میں زہری اور عروہ دو تابعی ہیں اور چار صحابیات ہیں دو بیٹیاں اور دو ازواج مطہرات۔ ایسی عجیب سند نہایت کمیاب ہوتی ہے ھٰذا عزیزٌ جدًا

عام فتنہ کی پیش گوئی:

ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ صلت بن دینار رحمۃ اللہ علیہ عقبہ بن صہبان اور ابورجا عطاردی کہتے ہیں ہم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً آیت سنی اورانہوں نے کہا میں عرصہ دراز تک یہ آیت تلاوت کرتا رہا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق نہیں سمجھتا تھا اور اب ہم اس کا مصداق بن چکے ہیں۔[1] حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں سے واپسی کے دوران ''وادی سباع'' میں شہید کر دیئے گئے۔ یہ سند ضعیف ہے۔لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اور دوسندوں سے بیان کیا ہے۔

سنن ابی داؤد میں سعید بن رضی اللہ عنہ زید سے مروی ہے کہ ہم نبی علیہ السلام کی مجلس میں تھے۔آپ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اسے بڑا مہیب بتایا تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر ہم اس کی لپیٹ میں آگئے تو تباہ کردے گا' فرمایا بالکل نہیں۔آپ کو قتل ہی کافی ہے۔(رواہ ابوداؤد فی مسند فی الصنف) سعید بن زید کہتے ہیں وہ سب لوگ میری زندگی میں قتل ہو گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

امام ابوداؤد' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے ماسوائے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہر شخص کے فتنہ میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا اے محمدؓ تجھے فتنے کا خطرہ نہیں۔ یہ سند منقطع ہے۔ ابو داؤد طیالسی' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ایسے شخص کو خوب جانتا ہوں جسے فتنہ اور فساد نقصان رساں نہ ہوگا۔ہم مدینہ منورہ آئے وہاں (شہر سے باہر) محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔وجہ پوچھی تو بتایا کہ جب تک یہ فتنہ دب نہ جائے میں شہر میں سکونت اختیار نہ کروں گا۔[2]

---

(1) رواہ احمد فی مسندہ ج ۱/ص ۱۶۸

(2) رواہ ابودائود الطیالسی و رواہ الحاکم فی المستدرک ج ۳/ص ۴۳۳ واخرجہ ابن سعد فی الطبقات ج ۳/ص ۴۴ ۲ والبیہقی دلائل النبوۃ ج ۶/ص ۴۰۸

سند پر تبصرہ:

امام ابوداؤد سجستانی بذریعہ عمرو بن مرزوق اور ابوداؤد طیالسی بلاواسطہ شعبہ سے اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

نیز امام ابوداؤد سجستانی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت نقل کرتے ہیں تاریخ میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد کی یہ سند میرے نزدیک اولیٰ ہے۔

امام احمد' ابی بردہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ربذہ میں ایک خیمہ کے پاس سے گزر ہوا۔ میں نے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے؟ معلوم ہوا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں اجازت لے کر اندر آیا اور عرض کیا' خدا رحمت کرے' آپ بلند مرتبہ صحابی ہیں' لوگوں کو تبلیغ کریں' نیکی کی دعوت دیں' برائی سے منع کریں تو کتنا اچھا ہے۔ تو انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی عنقریب فتنہ وفساد کا دور ہوگا' اختلاف اور انتشار بپا ہوگا۔ ایسا وقت آ جائے تو اپنی تلوار کو جبل احد پر مار کر توڑ دے' تیر تلف کر دے' کمان کی تانت ضائع کر دے اور مسکن میں پابند رہ یہاں تک کہ کوئی خطا کار ہاتھ تیرا کام تمام کر دے یا اللہ تجھے خیر و عافیت عطا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا دور آ چکا ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل کیا ہے۔ پھر آپ نے خیمہ کے ستون کے ساتھ آویزاں تلوار اتار کر دکھائی تو وہ لکڑی کی تلوار ہے اور کہا یہ محض لوگوں کو مرعوب کرنے کی خاطر ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جب بے راہ لوگوں میں اختلاف برپا ہو تو میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تلوار کو توڑ کر پابند مسکن ہو جا یہاں تک کہ کوئی خطا کار ہاتھ تیرا کام تمام کر دے یا موت آ جائے۔[1]

---

[1] رواہ البیھقی وارواہ الحاکم فی مستدرکہ ج ۳/ص ۱۱۷

مسند احمد کی روایت:

ابوالاشعث صنعانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف مدینہ منورہ روانہ کیا۔ مدینہ پہنچ کر میں فلاں (زیادراوی کو نام یاد نہ رہا) کے پاس آیا اور عرض کیا لوگ خانہ جنگی اور قتل وقتال میں مصروف ہیں آپؓ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا مجھے خلیل ابوالقاسم نے وصیت فرمائی تھی اگر تیری زندگی میں فتنہ وفساد سر اٹھائے تو تلوار کی دھار کو جبل احد پر مار کر توڑ دے اور خود گھر میں پابند ہو جا اگر کوئی صحن میں گھس آئے تو بند کوٹھڑی میں چھپ جا اگر وہاں بھی آ جائے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہہ تو میرے اور اپنے گناہ میں ماخوذ ہو اور دوزخی بن۔ بس میں تو اپنی تلوار توڑ کر گھر میں پابند ہو گیا ہوں۔[1]

تبصرہ:

یہ حدیث امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نام کے ابہام کے باوجود مسند محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ میں درج کی ہے۔ حالانکہ یہ روایت محمد بن مسلمہ کی نہیں بلکہ کسی اور صحابی کی ہے' کیونکہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے یزید اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا اور سب مورخ بہ اتفاق رائے بیان کرتے ہیں کہ وہ ۴۰ھ اور ۵۰ھ کے مابین فوت ہوئے ہیں ۴۲ھ ۴۳ھ یا ۴۷ھ میں پس واضح ہوا کہ یہ روایت محمد بن مسلمہ کی نہیں بلکہ کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ کی ہے۔

اھبان رضی اللہ عنہ کی وصیت:

الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اھبان بن صیفیؓ کے پاس آئے اور کہا ہمارے ہاتھ مضبوط کرنے سے آپ کو کیا مانع درپیش ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ مجھے میرے خلیل اور آپ کے ابن عم نے وصیت فرمائی تھی کہ عنقریب افتراق واختلاف اور فتنہ وفساد برپا ہوگا جب یہ حالات رونما ہوں تو آہنی تلوار

---

① رواہ احمد فی مسندہ ج۴/ص۳۲۶

توڑ کر چوبی تلوار تیار کر لے اور گھر میں بیٹھ جا اور ایک روایت میں ہے: حَتّٰی یَاْتِیَکَ یَدٌ خَاطِئَۃٌ اَمْنِیَۃٌ قَاضِیَۃٌ[1]

فتنے سے بچنے کی ترکیب:

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عنقریب فتنے بپا ہونگے اس دور میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے اچھا ہوگا۔ جو شخص ان فتنوں کی طرف متوجہ ہوگا وہ اسے اپنی طرف مائل کر لیں گے اور جو شخص پناہ گاہ پائے وہ اس میں پناہ حاصل کر لے۔[2]

حق تلفی کی پیش گوئی:

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب حق تلفی بلاوجہ ترجیح اور ناگوار امور کا دور آئے گا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ایسے دور میں ہمیں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا تم اپنے فرائض اور ذمہ داری کو پورا کرو اپنے حقوق اور مسائل کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔[3]

فتنے کے زمانہ کا پروگرام:

مسند احمد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب فتنہ وفساد کا دور آنے والا ہے' سنو! اس پرفتن دور میں پیادہ چلنے والا ان فتنوں کی طرف دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ غور کرو! اور لیٹنے والا بیٹھنے والے سے اچھا ہوگا۔ سنو! جب یہ فتنے کا دور آجائے تو جس کے پاس بکریوں کا ریوڑ ہو وہ اس میں رہائش اختیار کر لے اور جس کے پاس زرعی رقبہ

---

① رواہ احمد فی مسندہ ج ۵/۶۹

② رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب

③ رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب و رواہ المسلم فی حدیث الاعمش

ہو وہ اس میں سکونت اختیار کرے اور جس کے پاس اونٹ ہوں وہ ان کی چراگاہ میں مقیم ہو جائے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ پر فدا ہوں جس کے پاس بکریاں ہوں نہ اونٹ اور نہ رقبہ وہ کیا کرے؟ فرمایا اپنی تلوار کی دھار کو پتھر کی چٹان پر مار کر کند کر دے اور توڑ ڈالے۔ فتنوں سے کنارہ کش ہو جائے پھر فرمایا! میں نے ان فتنوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ پھر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (مجھے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر قربان کرے) اگر کوئی مجھے ان فتنوں میں جبراً لے جائے اور قتل کر دیا جاؤں تو میری پوزیشن کیا ہوگی فرمایا گناہوں کا بوجھ اور اس کے اپنے گناہوں کا وبال اس پر ہوگا اور وہ دوزخی ہوگا۔[1]

حواب کے کتے:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت، قیس بن ابی مازن رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے سفر کے دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کو بنی عامر کی آبادی میں پہنچیں اور کتے بھونکے تو پوچھا یہ کون سی آبادی ہے؟ تو معلوم ہوا یہ ''حواب'' ہے (تو آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی ''تم میں سے کون سی بی بی ہیں جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے'' یاد کر کے واپس لوٹ آنے کا قصد کیا تو ہم سفروں نے کہا لوٹئے نہیں بلکہ ہمارے ساتھ تشریف لے چلئے۔ آپ کو وہاں مسلمان اپنے درمیان پائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں صلح کا سبب پیدا کر دے گا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم ازواج مطہرات کو ایک روز مخاطب کر کے فرمایا تھا' كَيْفَ يَاَحْدَاكُنَّ تَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوَابِ۔[2]

الفتن والملاحم میں یہ پیش گوئی ابو نعیم بن حماد نے یزید بن ہارون سے' ابو خالد کی

[1] رواہ احمد فی المسند ج۵ ص۴۸

[2] رواہ احمد مسندہ ج۶ ص۵۲

معرفت قیس مذکور سے بیان کی ہے اور امام احمد نے قیس سے بھی بیان کی ہے، یہ سند صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ لیکن انہوں نے اسے بیان نہیں کیا۔ حافظ ابوبکر بزار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قریباً یہی متن حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں ہمارے علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صرف اسی سند سے مروی ہے۔

جنگ جمل میں پیش گوئی:

طبرانی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جب حضرت علیؓ کی فوج میں یہ خبر پہنچی کہ بصرہ کے لوگ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت جنگ کیلئے جمع ہو چکے ہیں تو وہ پریشان ہو کر گھبرا گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی قسم! اہل بصرہ مغلوب ہونگے اور شکست کھا جائیں گے، طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں گے اور کوفہ سے تمہاری امداد کیلئے چھ ہزار ساڑھے پانچ صد افراد آئیں گے یا پانچ ہزار ساڑھے پانچ صد (یہ اجلح راوی کی طرف سے شک ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یہ سن کر میرے دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا، چنانچہ جب کوفہ پہنچے تو میں نے کہا اب اندازہ ہو جائے گا اگر کوفہ سے مذکور بالا کمک آ گئی تو یہ ایک پیش گوئی ہے جو علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی ورنہ ایک جنگی چال ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک فوجی سے پوچھا کوفہ سے کتنی کمک آئی ہے تو اس نے وہی تعداد بتائی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی تو پھر میں نے کہا یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے بتائی تھی۔[1]

جنگ جمل کے بارے ایک وصیت:

امام بیہقی ایک نہایت غریب سند سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ازواج مطہرات میں سے کسی ایک جنگ میں شمولیت کا تذکرہ کیا اور حضرت عائشہ

---

(1) رواہ الطبرانی فی الکبیر وذکرہ الہیثمی فی المجمع ج۷/ص۲۳۶

ہنس پڑی تو فرمایا اے حمیرا! اے عائشہ رضی اللہ عنہا! دیکھو تمہاری شمولیت نہ ہو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے تو ان سے حسن سلوک اور نرمی اختیار کرنا۔[1]

اس سے بھی زیادہ ضعیف منکر اور غریب وہ روایت ہے جو امام بیہقی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے جنگ جمل میں کیوں شمولیت نہ کی؟ تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ایک قوم جنگ کیلئے نکلے گی وہ ہلاک اور ناکام ہوگی۔ ان کی قائد ایک عورت ہوگی اور وہ جنتی ہوگی۔ دراصل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محفوظ اور درست روایت وہ ہے جو بخاری شریف میں حسن بصری سے مروی ہے کہ ابوبکرہ نے کہا میرے لئے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث نہایت مفید ثابت ہوئی۔ وہ یہ کہ جب نبی علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ اہل فارس نے حکومت کا سربراہ کسریٰ کی بیوی کو بنا لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جس قوم کی حکومت عورت کے سپرد ہو وہ فلاح اور کامیابی نہیں پاتی۔ (لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَاۃً)[2]

مسند احمد میں اوائل سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ کیا کہ اہل کوفہ کو جنگ کیلئے نکلنے پر آمادہ کریں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے دوران تقریر کہا میں خوب جانتا ہوں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں آپ ﷺ کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو تمہارا امتحان مطلوب ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہو یا ان کی بیوی کی۔[3] یہ پیش گوئی اور وصیت حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

ایک پیش گوئی کا یاد کرانا:

عبدالرزاق معمر کی معرفت قتادہؒ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ

---

(1) رواہ الحاکم ج۳/ص۱۱۹ والبیھقی فی الدلائل ج۶/۴۱۱

(2) رواہ البخاری فی صحیحہ فی الفتن

(3) رواہ احمد فی مسندہ ج۴/ص۲۹۵ ورواہ البخاری عن بزار عن غندر فی فضائل الصحابہ

جمل سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی واپسی کا علم ہوا تو فرمایا اگر وہ حق پر ہوتے تو واپس نہ ہوتے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ سقیفہ بنوساعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کیا آپ علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ان کی محبت سے کیوں باز رہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوچو! تمہارا کیا حال ہوگا جب تم اس سے ناحق جنگ کرو گے۔ چنانچہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اس حدیث کی بنا پر میدان جنگ سے واپس چلے آئے یہ روایت مرسل ہے۔[1]

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضعیف حدیث کو ابوالاسود دؤلی سے مرفوع بیان کیا ہے کہ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بالمقابل میدان جنگ میں اترے اور دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے آ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر اعلان کیا زبیر رضی اللہ عنہ کو بلانا چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے اور اتنا قریب ہو گئے کہ ان کی سواریوں کی گردنیں باہم مل گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جناب زبیر رضی اللہ عنہ! خدارا بتاؤ کیا یاد ہے جس روز فلاں مقام پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا اے زبیر رضی اللہ عنہ! کیا تم علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتے ہو؟ تو تم نے کہا تھا میں اپنے ماموں زاد بھائی اور ہم مذہب کو کیسے دوست نہ رکھوں پھر مجھے مخاطب کر کے کہا تھا کیا تم زبیر رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتے ہو تو میں نے عرض کیا تھا میں اپنے پھوپھی کے بیٹے اور ہم مسلک کو کیونکر دوست نہ رکھوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اے زبیر رضی اللہ عنہ! واللہ! تم اس سے جنگ کرو گے اور تم ظالم ہو گے تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا واقعی کہا تھا واللہ! میں بھول گیا تھا اور اب تو نے مجھے یاد کرایا واللہ! میں آپ سے جنگ نہ کروں گا۔ چنانچہ وہ صفوں کو چیرتے ہوئے میدان جنگ سے نکل گئے۔ تو عبداللہ بن زبیر نے کہا' کیا بات ہے؟ اس نے کہا مجھے علی رضی اللہ عنہ نے حدیث یاد دلائی ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

چنانچہ میں ان سے جنگ نہ کروں گا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ لڑائی

---

① رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ ج ۱۱ /ص ۲۴۱ وھو عندالبیھقی فی الدلائل ج ۶/ ۴۱۴

کیلئے آئے ہیں؟ آپ تو صرف صلح کی خاطر تشریف لائے ہیں۔ پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو جنگ نہ کرنے پر حلف اٹھا چکا ہوں تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا (پھر کیا) غلام آزاد کردیجئے اور صلح تک یہیں قیام کیجئے۔ چنانچہ وہ غلام آزاد کر کے وہیں ٹھہر گئے' لیکن صلح نہ ہوسکی اور جنگ چھڑ گئی تو وہ واپس چلے آئے۔[1]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضعیف سند کے ساتھ' ابو وجرہ مازنی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا جناب! زبیر رضی اللہ عنہ خدارا یہ بتائیے' کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ تم علی سے جنگ کرو گے اور تم ظالم ہو گے' تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل سنا تھا لیکن میں بھول گیا تھا۔[2]

زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیش گوئی:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی خواہش ہو کہ ایسے جنتی کو دیکھے جس کے جسم کا بعض حصہ اس سے قبل جنت میں جائے گا وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ چنانچہ جنگ جلولا ۱۶ھ میں ان کا ہاتھ کٹ گیا اور جنگ جمل ۳۶ھ میں خود شہید ہو گئے۔[3]

جنگ جمل اور صفین کی پیش گوئی:

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے قبل دو عظیم گروہ باہم جنگ و جدال کریں گے۔ دونوں کا منشور اور مدعا ایک ہی ہوگا۔ دو فریق سے مراد جنگ جمل اور صفین کے شرکاء ہیں' دونوں کا مدعا اسلام تھا۔ تنازع صرف ملکی انتظام' رعایا کی فلاح و بہبود اور حکمرانی میں تھا' تاہم صلح اور جنگ نہ کرنا لڑائی سے بہتر تھا۔ (والصلح خیر)

---

① رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص۴۱۴ ورواہ الحاکم فی المستدرک ج۳/۳۶۶

② رواہ البیہقی الدلائل ج۶/ص۴۱۵ [illegible] مجمع الزوائد

③ رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/۴۱۶

تعداد:

شامی فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی' ان میں سے پیس ہزار شہید ہو گئے۔ عراقی فوج ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل تھی اس میں سے چالیس ہزار شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال برحق تھے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال غلطی پر تھے۔ جیسے کہ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔[1]

مسلم شریف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا اور ایک روایت میں ہے "قَاتِلُهٗ فِي النَّارِ" اس حدیث میں بعض رافضی لَا اَنَالَهَا اللّٰهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اور اس کو محشر کے روز میری شفاعت نصیب نہ کرے) کا اضافہ کرتے ہیں یہ اضافہ بالکل بے سند اور رافضیوں کی اختراع ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عمار رضی اللہ عنہ کی مالکہ سے بیان کرتے ہیں عمار بیمار ہوئے' ان پر غشی طاری ہو گئی۔ کچھ افاقہ ہوا تو کہا کیوں رو رہے ہو؟ آپ کا خیال ہے کہ میں بستر پر فوت ہونگا' بالکل نہیں مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور آخری غذا دودھ ہو گا۔[2]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' ابوالبختری سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں دودھ منگوا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تمہاری آخری خوراک دودھ ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ دودھ پی لیا اور آگے بڑھ کر جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ دودھ سامنے دیکھ کر مسکرائے اور کہا (آخِرُ شَرَابٍ اَشْرَبُهٗ لَبَنٌ حِيْنَ اَمُوْتُ)

---

(1) رواہ مسلم فی صحیحہ فی الفتن

(2) رواہ البیہقی فی الدلائل ج ٦ ص ٤٢١ و رواہ احمد فی مسندہ ج ٤ ص ٤١٩

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب لوگ اختلاف کا شکار ہونگے تو عمار رضی اللہ عنہ برحق گروہ کے ساتھ ہونگے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فریق میں سے ابوالغاوی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔[1]

ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ:

صحابی ہیں' استیعاب میں ابن عبدالبر نے ان کا نام یسار جرنی رضی اللہ عنہ بتایا ہے۔ بعض کہتے ہیں مزنی ہیں' مگر صاحب اصابہ نے ان کی تغلیط کی ہے۔ پہلے شام سکونت اختیار کی' پھر واسط چلے آئے' حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کی کیفیت بلا جھجک بیان کیا کرتے تھے۔ ان کو بدری کہنے والا خطا کار ہے۔ مسند احمد میں ان سے "دِمَاءُکُمْ وَاَمْوَالُکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ" مروی ہے نیز ایک اور روایت ان سے مروی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ 'حنظلہ بن خویلد عشری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس "ابن جوی سکسکی' اور ابوالغادیہ آئے اور ہر ایک کا دعوی تھا کہ میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے تو پاس بیٹھے ہوئے عبداللہ بن عمرو نے کہا تم میں سے ایک کو مبارک باد ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ اس کا قاتل باغی گروپ ہوگا۔[2]

امیر معاویہؓ نے عمرو رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اس کو یہاں سے اٹھادو' اس کا ہمارے ساتھ کیسا رویہ ہے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا دراصل بات یہ ہے کہ میرے والد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس میرا شکوہ کیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھے نصیحت کی تھی زندگی بھر اپنے والد کی اطاعت کر' نافرمان نہ بن۔ چنانچہ میں آپؓ کے ہمراہ ہوں اور جنگ سے بیزار ہوں۔[3]

---

① رواہ البیہقی فی الدلائل

② قال الامام احمد فی المسندج ۲/ص ۱٦٤

③ البدایة والنهایة ج٦/ ۳۲۰

امام احمد، عبداللہ بن حرث بن نوفل سے بیان کرتے ہیں کہ صفین سے واپسی کے دوران امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے درمیان چل رہا تھا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا، ابا جی! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا جب آپ علیہ السلام نے عمار رضی اللہ عنہ کو کہا تھا وَیْحَکَ یَابْنَ سُمَیَّۃَ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ، عمرو رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا کیا آپؓ اس کی بات سن رہے ہیں؟ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ایسی باتیں بناتا رہتا ہے کیا ہم اس کے قاتل ہیں دراصل اس کا قاتل تو وہ فریق ہے جو اسے ہمراہ لایا، اَوَنَحْنُ قَتَلْنَاہُ اِنَّمَا قَتَلَہٗ مَنْ جَآؤُا بِہٖ"[1]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل اور تشریح وبعید از قیاس ہے۔ بالفرض اگر یہ صحیح ہو تو پھر شہدائے اسلام کا قاتل بھی ان کا امیر اور سپہ سالار ہوگا۔

عبدالرزاق، مسعود بن مخرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ ہم جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (۲۲/۷۸) کے متصل پڑھا کرتے تھے فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ کَمَا جَاهَدْتُّمْ فِیْ اَوَّلِہٖ "یعنی تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو آخری زمانہ میں جیسے تم پہلے زمانہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا یہ کب ہوگا؟ تو عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا جب بنی امیہ امیر ہونگے اور بنی مغیرہ وزیر۔

دو ثالثوں کی پیش گوئی:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فرات کے ساحل پر چل رہا تھا تو آپؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل میں اختلاف رونما ہوا تو انہوں نے دو ثالث مقرر کئے۔ چنانچہ وہ خود گمراہ تھے اور اپنی پیروی کرنے والوں کو بھی گمراہ کر دیا۔ سنو! امت محمدیہ میں بھی یہ اختلاف برپا ہوگا وہ بھی دو ثالث مقرر کریں گے وہ خود گمراہ ہونگے اور اپنے پیروکاروں کو گمراہ کریں گے۔[2]

---

(۱) رواہ احمد فی مسندہ ج۲/ص ۱۶۱ والنسائی فی فضائل علی البزار

(۲) رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ۴۲۳

یہ حدیث از بس منکر ہے اور اس کا باعث زکریا بن یحییٰ کندی حمیری اعور ہے' بقول یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ یہ بالکل لاشئی اور بے کار راوی ہے۔

سنئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ثالث تھے۔ یہ دونوں اکابر اور اخیار صحابہ کرامؓ میں سے ہیں (ہدایت یافتہ اور جنتی ہیں) ان کی ثالثی کی تجویز' صلح' اتحاد اور جنگ بندی پر مبنی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کی وجہ سے سوائے خوارج کے کوئی فریق گمراہ نہیں ہوا۔ ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ثالثی کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ چنانچہ ان کی اکثریت تائب ہو کر راہ راست پر آ گئی اور باقی ماندہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا' ان میں سے اکثر نہروان میں قتل ہو گئے۔[1]

خوارج کے بارے میں پیش گوئی:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ سب کے سامنے رسول اللہ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ذوالخویصرہ تمیمی نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ انصاف فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے تجھے خرابی ہو' اگر میں عدل و انصاف نہ کروں تو کون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا یا رسول اللہ ﷺ اجازت فرمائیے اس گستاخ کا سر قلم کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا چھوڑ دو' اس گستاخ کے ایسے رفقا ہونگے جن کے نماز روزے کے مقابل تمہیں اپنے نماز روزے حقیر اور ہیچ معلوم ہونگے' وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن گلے کے نیچے نہ اترے گا' اس کی تاثیر سے محروم ہونگے' وہ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔ تیر کا ملاحظہ کیا جائے تو اس کے پر دھار اور نوک پر خون کا دھبہ اور شائبہ تک نہ ہوگا۔ اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام آدمی ہوگا اس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح جنبش کرتا ہوگا۔ اور یہ گروہ لوگوں کے افتراق کے وقت

---

(1) البدایة والنهایة ج ٦/ص ٣٢٢

بغاوت کرے گا۔ دو طائفوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ ان کو قتل کرے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑائی کی' میں اس میں خود شریک تھا۔ آپ کے حکم سے ان علامات والے آدمی کو تلاش کر کر کے لایا گیا' اس میں وہی صفات تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کیں۔[1]

یہ حدیث مسلم شریف اور بخاری شریف میں اسناد سے مذکور ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ بشیر بن عمرو نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے حدیث خوارج رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا میں نے سنا تھا اور عراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا وہ لوگ زبان سے تلاوت کریں گے' حلق کے نیچے دل پر اثر نہ ہوگا۔ وہ دین سے باہر نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے۔ صحیحین میں یہ روایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے۔ اس میں ہے یہ لوگ نوخیز' کم عقل ہونگے' زبان سے اسلام کے دعویدار ہونگے مگر ایمان سے خالی ہونگے۔ ان کو جہاں پاؤ تہ تیغ کر دو' ان کے قتل میں اجر و ثواب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ روایت حلفاً بیان کی ہے کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔[2]

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ذوالخویصرہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ پہاڑی شیطان ہے' گھوڑوں کے چرواہے ایسا ہے' اسے بجیلہ قبیلہ کا اشہب نامی شخص لائے گا۔ سفیان بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے شیطان ردھ کو قتل کیا۔

ملعون لشکر:

علی بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ حبیب کی معرفت مسلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مردہ کا لشکر'

(۱) رواہ البخاری فی استتابۃ المرتدین و فی المناقب

(۲) رواہ مسلم فی صحیحہ فی الزکاۃ

اور نہروان کے مقتولین کو رسول اللہ ﷺ نے ملعون کہا ہے۔ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروہ کے لشکر سے مراد قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔[1]

قرآن کی تشریح:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے میں نے قرآن پاک نازل ہونے پر جنگ کی ہے بعض لوگ تم میں سے اس کی تاویل وتفسیر پر جنگ لڑیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ میرے حق میں ہے؟ فرمایا نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے مراد میری ذات ہے فرمایا نہیں' بلکہ اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جو قریب بیٹھے جوتا ٹھیک کر رہے تھے۔[2] یعقوب بن سفیان' لاحق نے نقل کرتے ہیں خوارج کی تعداد چار ہزار تھی' نہروان میں مسلمانوں نے ان کو نیست ونابود کر دیا اور مسلمانوں سے صرف نو آدمی شہید ہوئے چاہو تو ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کرلو اور وہ اس بات کی تائید وتوثیق کریں گے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوارج کے ساتھ جنگ وجدال کی روایت رسول اللہ ﷺ سے حد تواتر کو پہنچی ہے جو قطع علم کی موجب ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ غزوہ عشیرہ سے واپسی کے دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاک آلود دیکھ کر فرمایا اے ابوتراب! میں بتاؤں کہ سب سے زیادہ بدبخت دو انسان کون ہیں؟ عرض کیا فرمائیے! تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک قوم ثمود کا سرخا جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھی۔ دوسرے اے علی! جو تیرے سر پر تلوار مار کر داڑھی کو رنگین کرے گا۔[3]

---

(1) روایت بیهقی فی الدلائل ج۶/ص ۴۳۴
(2) رواه البیهقی فی دلائل النبوة ج۶/ص ۴۳۶
(3) رواه الامام احمدفی مسنده ج۶/ص ۲۶۳

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فضالہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں اپنے والد ابوفضالہ انصاریؓ بدری ش ۳۷ھ کے ہمراہ "ینبع" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ خطرناک اور مہلک مرض میں مبتلا تھے۔ میرے والد نے کہا جناب! آپ رضی اللہ عنہ یہاں کیوں مقیم ہیں؟ خدانخواستہ فوت ہو گئے تو یہاں جہینہ قبیلہ کے لوگ ہی کفن دفن کا انتظام کریں گے۔ فوراً مدینہ روانہ ہو جائیے' موت آئی بھی تو اپنے گھربار والے کفن دفن اور نماز جنازہ کا اہتمام کریں گے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ تجھے موت تب آئے گی جب سر کے زخم سے داڑھی تر بتر ہو جائے گی۔[1]

ابوداؤد طیالسی نے زید بن وہب سے بیان کیا ہے کہ ایک خارجی لیڈر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا' اللہ سے ڈر۔ بس تو موت کے منہ میں آنے والا ہے' تو آپ نے کہا واللہ میں قتل ہوں گا' سر پر ایک کاری ضرب سے جس سے داڑھی رنگین ہو جائے گی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اور قضا مبرم ہے غلط بیان کرنے والا خالب وخاسر ہے۔[2]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ' ابوسنان رحمۃ اللہ علیہ مدد کی' ابوادریس خولانی' ثعلبہ بن یزید حمامی ان تینوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرے بعد تم سے میری امت بے وفائی کرے گی۔ بقول مام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ثعلبہ رحمۃ اللہ علیہ راوی محل نظر ہے اور اس کی متابعت کم ہوتی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سر اور داڑھی کی طرف اشارہ کر کے کہا واللہ! یہ سر کے خون سے تر ہوگی اور قاتل روکا نہ جائے گا۔ یہ سن کر عبداللہ بن یبیع رضی اللہ عنہ نے کہا جناب امیر المومنین واللہ! اگر کسی نے یہ حرکت کی تو ہم اس کے قبیلہ سے بدلہ لیں گے آپؓ نے فرمایا میرے قاتل کے بغیر کسی اور کو قتل نہ کرنا۔

حاضرین نے کہا آپؓ خلیفہ نامزد کر دیں۔ تو آپؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کسی کو نامزد نہ کروں گا۔ لوگوں نے کہا نامزدگی کے بغیر فوت ہو گئے تو خدا کے

---

(۱) رواہ البیھقی فی الدلائل ج ۶/ص ۴۳۸

(۲) رواہ ابوداؤد طیالسی فی مسند ص ۲۳

ہاں کیا جواب دیں گے تو فرمایا عرض کروں گا خدایا! جب تک تو نے مجھے زندگی بخشی میں خلافت کے امور سرانجام دیتا رہا۔ جب تو نے مجھے اپنے ہاں بلا لیا تو وہ تیرے سپرد ہیں تو چاہے تو ان کو فلاح و بہبود سے نوازے' اگر چاہے تو ان میں فتنہ وفساد بپا کردے۔[1]

یہ روایت موقوف ہے الفاظ اور معانی دونوں لحاظ سے عجوبہ پن کا مظہر ہے۔
مگر مشہور بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز فجر کیلئے گھر سے باہر نکلے تو مکان کے چھجے کے پاس ابن ملجم نے نیزا مارا۔ آپ دو یوم زندہ رہے' ابن ملجم کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو وصی اور جانشین مقرر فرمایا۔ جب آپ فوت ہو گئے تو ابن ملجم کو بطور قصاص و بدلہ یا حد قتل کر دیا گیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے پیش گوئی:

بخاری شریف میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لے کر گھر سے نکلے اور ان کو گود میں لے کر منبر پر چڑھے پھر فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے' اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دے گا۔[2]

کتاب الصلح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک لشکر جرار لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بالمقابل آئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن صاع نے کہا میرے خیال میں یہ لشکر اپنے مدمقابل کو تہس نہس کر کے ہی واپس لوٹے گا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! جو ایک بہتر انسان تھے' کہا جناب عمرو! اگر فریقین شہید ہو گئے تو دنیا کے امور کون سرانجام دے گا' عورتوں کا کیا حال ہوگا' زمین کون سنبھالے گا؟ چنانچہ آپ نے عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صلح کی خاطر بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کا مطالبہ کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارا جانی اور مالی بے شمار نقصان ہو چکا ہے تو دونوں قاصدوں نے کہا' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس کی تلافی کریں گے۔

---

(۱) رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ۴۳۹
(۲) رواہ البخاری فی صحیحہ فی دلائل النبوۃ

آپ نے فرمایا اس بات کا ضامن کون ہے تو انہوں نے اس کی ذمہ داری اٹھائی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح فرمالی۔[1]

حضرت حسن بصری کہتے ہیں میں نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے۔ کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے۔[2]

فائدہ:

امام بخاری کہتے ہیں علی بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ اس حدیث میں حضرت حسن بصری حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہوتا ہے۔

بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں یہ روایت ابی موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ اور زید بن علی بن جدعان، حسن بصری سے نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ایک عظیم لشکر لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف چلے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنا لشکر لے آئے اور دونوں صفین میں فروکش ہو گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مصالحت قبول کر لی اور امور سلطنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے۔ چنانچہ دونوں فریقوں نے آپؓ کی متفقہ طور پر بیعت کر لی۔ اس لئے اس سال کا نام ''عام الجماعۃ'' مشہور ہوا کہ ایک امیر پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دونوں فریق مسلمان ہیں۔ ان دونوں یا ایک فریق کو کافر کہنے والا خطا کار ہے اور فرمان رسول کا مخالف نیز حدیث سفینہ میں جو مدت خلافت ۳۰ سال مذکور ہے، وہ پایہ تکمیل کو پہنچی۔

---

① رواہ البخاری فی صحیحہ فی کتاب الصلح

② البدایۃ والنہایۃ ج ۶/ص ۳۲۸

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے پیش گوئی:

الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اختتام دنیا سے قبل امت مسلمہ کا اتفاق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت پر ہوگا۔[1]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ایک ضعیف راوی اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کی معرفت عبدالملک بن عمار سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقولہ نقل کرتے ہیں' واللہ! مجھے حکومت پر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نے آمادہ کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر حکومت میسر ہو تو لوگوں سے اچھا سلوک کرنا۔[2]

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پانی کا لوٹا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہوئے آپ علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر حکومت ملے تو خدا ترسی سے کام لینا اور انصاف کرنا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر یقین ہو گیا کہ سلطنت سے میری آزمائش ہوگی۔

راشد بن سعد داری رحمۃ اللہ علیہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر تو لوگوں کے مخفی عیوب کی ٹوہ میں لگا رہا تو رعایا کو خراب اور اس کا اعتماد کھو بیٹھے گا۔[3]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی جو ان کو مفید رہی۔[4]

---

① رواہ نعیم بن حماد فی کتابیہ

② رواہ البیھقی فی الدلائل ج٦/ص٤٤٦

③ رواہ البیھقی فی الدلائل ج٦/ص٤٤٦

④ رواہ ابو دائود فی سننہ فی الادب

شام کے بارے پیش گوئی:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ منورہ میں خلافت ہوگی اور شام میں حکومت اور سلطنت۔[1]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کتاب میرے تکیہ کے نیچے سے اٹھائی گئی ہے۔ مجھے گمان ہوا کہ وہ نابود ہوجائے گی، پھر میں نے دیکھا کہ اسے شام پہنچادیا گیا ہے۔ سنو! پرآشوب دور میں ایمان شام میں ہوگا۔[2]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے قریباً یہی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف اسناد سے بیان کی ہے۔

شام میں ابدال:

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن صفوان سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جنگ صفین میں کہا الٰہی اہل شام پر لعنت بھیج تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اہل شام کو سب وشتم نہ کر وہاں ابدال ہیں "یہ تین بار کہا"۔[3]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، شریح بن عبید حضرمی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس عراق میں اہل شام کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے عرض کیا ان پر لعنت بھیجے تو آپ نے لعنت سے انکار کرکے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ شام میں یکے بعد دیگرے چالیس ابدال ہونگے۔ ان کی وجہ سے باران رحمت ہوگا۔ دشمنوں پر فتح ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا عذاب رفع ہوگا۔[4]

---

(1) رواه البيهقي في الدلائل ج٦/ص٤٤٧

(2) رواه الامام احمد في مسنده ج٥/ص١٩٨

(3) رواه البيهقي في الدلائل ج٦/ص٤٤٩

(4) رواه احمد في مسنده ج١/ص١١٢

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس میں منفرد ہیں اور اس میں انقطاع ہے۔ امام ابوحاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ روایت منقطع ہے اور شریح حضرمی رضی اللہ عنہ کا سماع حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومالک رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیونکر ہو سکتا ہے جو ۴۰ھ میں ان سے قبل فوت ہو چکے ہیں۔

قبرص کے بارے پیش گوئی:

امام مالک رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنی محرم ام حرام بنت ملحان زوجہ عبادہ بنت صامت رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے اس نے کھانا کھلایا اور سر سے جوئیں دیکھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور خواب راحت سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھائے گئے ہیں جو بحر ''اخضر'' میں جہاد کیلئے سوار ہونگے جو بادشاہوں کی طرح تخت پر متمکن ہیں۔

ام حرامؓ نے ان میں شمولیت کی خاطر دعا کی درخواست کی تو آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ کر سو گئے اور حسب سابق مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو پھر ام حرام نے ہنسی کی وجہ پوچھی تو فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھائے گئے ہیں ''جو سمندر میں سوار ہیں جہاد کی خاطر ام حرامؓ نے پھر وہی دعا کی درخواست پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پہلے گروہ میں شامل ہے۔ چنانچہ ام حرامؓ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بحری جہاد میں گئیں۔ واپسی میں سمندر سے باہر نکلتے وقت سواری سے گر کر فوت ہو گئیں [1]۔

---

(1) رواه البخاری فی صحیحه فی الجهاد والسیر باب فضل من یصرع فی سبیل الله فمات فهو منهم ومسلم فی صحیحه فی الامارة

ایک اور پیش گوئی:

اسحٰق بن یزید دمشقی رحمۃ اللہ علیہ خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ عمر بن اسود عنسی رضی اللہ عنہ ' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ایک خیمہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ دریائے حمص کے ساحل پر فروکش تھے۔ ان کی بیوی ام حرامؓ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا' وہ جنتی ہے۔ ام حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا شمار بھی ان میں ہے؟ فرمایا تو ان میں شامل ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا' وہ بخشش یافتہ ہے۔ میں نے پھر عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ میں بھی ان میں شامل ہونگی؟ فرمایا نہیں۔[1] یہ روایت صحاح ستہ میں سے صرف امام بخاری نے بیان کی ہے۔ البتہ بیہقی نے یحییٰ بن حمزہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

یہ پہلا جہاد ۲۷ھ میں ہوا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب امیر معاویہؓ شام میں حاکم تھے۔ ام حرامؓ اپنے خاوند کے ہمراہ گئیں اور واپسی میں فوت ہوگئیں۔ دوسرا جہاد ۵۲ھ میں قسطنطنیہ میں ہوا اس کے میر کارواں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تھے' ان کے ہمراہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی جہاد میں شریک ہوئے اور وہیں فوت ہوگئے۔[2]

ہندوستان کے بارے پیش گوئی:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ہند کے غزوہ کا وعدہ فرمایا "اگر میں نے وہ زمانہ پایا" اور وہاں شہید ہوگیا تو بہترین شہید ٹھہروں گا اگر زندہ واپس لوٹ آیا تو دوزخ سے آزاد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں گا۔[3]

---

① رواه البخاری صحیحه فی لجهاد

② البداية والنهاية ج۸/ص ۳۳۲

③ رواه الامام احمد فی مسنده ج۲/ص ۲۳۱ رواه النسائی فی الجهاد

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۲ھ نے بھی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صادق مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ سندھ اور ہند میں جہاد کیلئے جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اگر میں زندہ رہا اور وہاں شہید ہو گیا تو یہی مطلوب ہے۔ اگر میں واپس زندہ چلا آیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محدث ہونگا جسے اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد کر دیا ہوگا۔[1]

۴۴ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ہندوستان سے جنگ ہوئی۔ ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کی حکومت سے جنگ کی، سومنات فتح کیا، ان کے بڑے بت کو توڑا۔ بے شمار اسیر اور مال غنیمت لے کر فتح مند واپس آیا۔

ترک سے جہاد کی پیش گوئی:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت سے قبل تم ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بال کے ہونگے۔ تم چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہروں والے چپٹی ناکوں والے (گویا کہ وہ ہتھوڑوں سے پٹی ہوئی ڈھالیں ہیں) ترکوں سے جنگ کرو گے۔[2]

خوز اور کرمان سے جہاد کی پیش گوئی:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز محشر سے پہلے تم خوز اور کرمان عجمی اقوام سے جہاد کرو گے ان کے چہرے سرخ چپٹی ناکیں، چھوٹی آنکھیں ہیں گویا ان کے چہرے چوڑے چپٹے پٹی ہوئی ڈھال کی طرح ہیں ان کے جوتے بال کے ہوں گے۔[3]

---

① رواہ الامام احمد فی مسندہ ج۲ ص۳۶۹

② رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب

③ رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ خوذ خامعخجمہ کے ساتھ عبدالرزاق راوی نے بیان کر کے غلطی کی ہے دراصل وہ جیم ہے یعنی جوز اور کرمان مشرق کا معروف شہر' واللہ اعلم۔①

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت تین سال نصیب ہوئی اور مجھے حدیث یاد کرنے کا بڑا شوق تھا' رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا قیامت سے پہلے تم ان لوگوں سے جہاد کرو گے جن کے جوتے بال کے ہونگے۔②

سفیان سے وَهُمْ اَهْلُ الْبَارَزِ بھی مروی ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مشہور روایت راصلہ کے بعد زا معجمہ ہے شاید اس میں کسی سے تصحیف اور تبدیلی ہوگئی ہے۔ دراصل بازر سوق یعنی بازار کے معنی میں ہے' واللہ اعلم' غرضیکہ صحابہ کرامؓ کے آخری دور میں ترک سے جنگ ہوئی اور ان کو شکست ہوئی اور نبی علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیش گوئی:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بشر بن عباد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی آیا' اس نے دو رکعت مختصر سی نماز پڑھی' اس کے چہرے پر خشوع وخضوع کے آثار نمایاں تھے۔ لوگوں نے کہا یہ جنتی شخص ہے جب وہ مسجد سے باہر نکلا تو میں بھی اجازت لے کر ان کے ساتھ چلا آیا کچھ مانوس ہوا تو عرض کیا جب آپ مسجد میں آئے تو لوگوں نے آپ کو جنتی کہا تو اس نے کہا واہ سبحان اللہ بلا علم بات کرنا مناسب نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے عہد نبوی میں ایک خواب دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس بیان کیا کہ میں ایک سرسبز باغ میں ہوں۔ اس کے وسط میں ایک فلک بوس لوہے کا ستون ہے۔ اس کی چوٹی پر ایک کنڈا ہے۔ مجھے کسی نے کہا اس پر چڑھو۔ عرض کیا طاقت نہیں تو وہ ایک خادم لایا۔ اس نے مجھے پیچھے سے اٹھا کر کہا چڑھو' میں نے اوپر چڑھ کر کنڈا پکڑ لیا اس نے کہا مضبوطی سے پکڑ لو میں خواب سے بیدار ہوا تو وہ میرے ہاتھ میں ہے۔

---

① فتح الباری ج ٦/ص ٦٠٧
② رواه البخاری فی صحیحه فی المناقب

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ خواب سنایا تو آپ نے تعبیر بتائی باغ سے مراد چمن اسلام ہے' اور ستون سے مراد اسلام کا ستون ہے اور کنڈے سے مراد ایمان ہے۔ آپ کی وفات اسلام پر ہوگی۔ یہ خواب دیکھنے والے حضرت عبداللہ بن سلام ہیں۔[1]

شہادت کا رتبہ نہ ملے گا:

امام مسلم رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے ایک پہاڑ کے پاس لاکر کہنے لگا' اس پر چڑھیے۔ میں نے چڑھنے کی مسلسل کوشش کی مگر چڑھ نہ سکا اور سر کے بل گر پڑا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پہاڑ شہیدوں کا رتبہ ہے' آپ اس سے محروم ہونگے۔[2]

چنانچہ یہ پیش گوئی اور خواب کی تعبیر اسی طرح واقع ہوئی کہ آپ کو شہادت کا رتبہ نہ ملا اور ۴۳ھ میں فوت ہوئے' بقول قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پیش گوئی:

تاریخ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یزید بن اصمؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ مکہ مکرمہ میں بیمار پڑ گئیں اور وہاں کوئی ان کا بھانجا تیماردار نہ تھا تو آپؓ نے کہا مجھے یہاں سے لے چلو مجھے یہاں موت نہ آئے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مکہ میں فوت نہ ہوں گی۔ چنانچہ آپ کو سرف مقام میں لے آئے۔ جہاں رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے شادی کی تھی۔ چنانچہ وہ ۵۱ھ میں سرف مقام میں فوت ہوئیں۔[3]

حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور دیگر احباب:

یعقوب بن سفیان عبداللہ بن رزین غافقی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بات سنی! اے عراقیو تم میں سے سات آدمی عذرا مقام پر قتل کئے

---

(۱) رواہ احمد فی مسندہ ج۵/ص۴۵۲

(۲) رواہ مسلم فی فضائل الصحابۃ

(۳) رواہ البخاری فی التاریخ ج۳/ص۱۲۸ والبیھقی فی الدلائل ج۶/ص۴۳۷

جائیں گے اور ان کی مثال اصحاب اخدود یعنی کھائیوں والوں کی ہے۔[1]

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابونعیم نے یہ بیان کیا ہے کہ زیاد بن سمیہ نے برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نازیبا کلمات سے تذکرہ کیا تو حجر بن عدی نے مٹھی میں کنکریاں اٹھائیں پھر وہ وہیں پھینک دیں اور ان کے آس پاس سے لوگوں نے زیاد کو کنکریاں ماریں' تو زیاد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ مجھے منبر پر حجر نے کنکریاں ماری تھیں (اور میری توہین کی ہے) چنانچہ امیر معاویہؓ نے یہ جواب تحریر کیا کہ حجر وغیرہ کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ جب حجر وغیرہ لوگ دمشق کے قریب ''عذرا'' مقام پر پہنچے تو امیر معاویہ نے ان کو قتل کروادیا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی پیش گوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر بیان نہیں کرسکتے۔[2] یعقوب بن سفیان ابی الاسود سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کیلئے آئے تو آپ نے کہا' تم نے حجر رضی اللہ عنہ کو کیوں قتل کیا؟ تو عرض کیا اے ام المومنین! قوم کی اصلاح کی خاطر ان کا قتل ہوا ہے' ان کی زندگی فتنہ کی موجب تھی یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عذراء مقام پر لوگ قتل ہوں گے' اللہ تعالیٰ اور آسمان والے ان کی خاطر ناراض ہونگے۔[3]

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ مروان بن حکم سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امیر معاویہؓ کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی۔ تو آپؓ نے فرمایا معاویہؓ! تم نے حجر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو قتل کر کے ایک ناگوار حرکت کی ہے۔ تجھے خطرہ نہ لاحق ہوا کہ میں یہاں کوئی قاتل چھپا کر تجھے قتل کروادیتی۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے کوئی اندیشہ نہیں' میں تو دارالامن میں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایمان اچانک غفلت کی حالت میں مار ڈالنے سے مانع ہے۔ اے ام المومنین! مومن غفلت میں کسی کو نہیں مارتا۔

---

① (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج ٦ ص ٤٥٦)
② (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج ٦ ص ٤٥٦)
③ (رواہ البیہقی فی الدلائل ج ٦ ص ٤٥٧)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اپنی ضروریات کے سلسلہ میں مجھے آپ نے کیسا پایا؟ فرمایا صالح اور اچھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہ آپ مجھے اور حجر کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ ہم اللہ کے دربار میں ملیں۔[1]

دسویں کی موت آگ سے ہوگی:

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہؓ کی موجودگی میں فرمایا (ان میں ایک سمرہ بن جندب تھے) کہ تم سے آخری آدمی کی موت آگ سے ہوگی۔[2] اس روایت کے راوی ثقہ ہیں صرف ابوضرہ عبدی کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں واللہ اعلم

انس بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی تو وہ رسمی گفتگو سے بھی پہلے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب کا حال ضرور پوچھتے۔ جب ان کی ٹھیک ٹھاک صحت بتاتا تو وہ خوش ہوتے۔ ایک دفعہ بتایا کہ ہم ایک مکان میں دس افراد تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' ہمارے چہروں کو دیکھ کر اور کواڑ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر کہا تم سے آخری شخص کی موت آگ سے ہوگی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آٹھ اشخاص فوت ہو چکے ہیں میرے اور سمرہ کے بغیر کوئی زندہ نہیں اور اب مجھے طبعی موت کے علاوہ کوئی چیز عزیز نہیں۔[3] یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ اوس بن خالد سے بیان کرتے ہیں جب میری ملاقات حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی تو وہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا حال پوچھتے۔

میں نے ان سے دریافت کیا کیا راز ہے جب میں آپؓ کے پاس آتا ہوں تو آپ حضرت سمرہ کا حال پوچھتے ہیں اور جب ان کے پاس جاتا ہوں تو وہ آپؓ کا حال

---

① رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص۴۵۷

② رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص۴۵۸

③ رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص۴۵۹

ریافت کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں سمرہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مکان میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٰخِرُکُمْ مَوْتًا فِی النَّارِ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۵۷ھ میں فوت ہوئی پھر ابو محذورہؓ ۵۹ھ میں فوت ہوئے بعد ازیں سمرہؓ ۵۹ھ میں فوت ہوئے۔

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ معمر ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اور ایک آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا تم سب سے آخری شخص آگ سے فوت ہوگا۔ چنانچہ وہ آدمی مر گیا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ زندہ تھے۔ جب کوئی آدمی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مذاق سے کہہ دیتا سمرہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے ہیں تو وہ بے ہوش ہوجاتے اور ان پر غشی طاری ہوجاتی۔ چنانچہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے قبل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیشتر خوارج کو قتل کیا۔[۲] (اور وہ آگ سے فوت ہوئے)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات میں سے اکثر کو انقطاع اور ارسال کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ احتمال ہے وہ بعض گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں پھر ایمان اور توحید کی بدولت سفارشیوں کی سفارش سے نجات پا جائیں' واللہ اعلم۔ مگر یہ احتمال درست نہیں کیونکہ ہلال بن علارنیؒ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن معاویہ نے ایک شخص کے حوالے سے بتایا کہ سمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے تاپنے کیلئے آگ منگوائی اہل خانہ کی غفلت سے وہ اس میں گر کر فوت ہوگئے۔[۳]

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کزاز مرض (جو سخت سردی سے پیدا ہوتا ہے) میں مبتلا تھے' شدید گرم پانی سے بھرے ہوئے دیگچے پر اس کے بخارات سے حرارت حاصل کرنے کی خاطر بیٹھا کرتے تھے' ایک روز اس میں گر کر فوت ہوگئے۔
آپؓ ماہ بصرہ میں زیاد کی نیابت کرتے اور سرکاری امور سر انجام دیتے' اسی طرح کوفہ

---

① رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج۶/ص۴۵۹

② رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج۶/ص۴۵۹

① رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص۴۶۰

میں ۶ ماہ قیام کرتے۔ آپ خوارج کیلئے شمشیر برہنہ تھے اور فرمایا کرتے تھے آسمان تلے یہ بدترین مقتول ہیں۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء بصرہ آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔[1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا شوق شہادت:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں غزوہ احد یا حنین میں ان کی چھاتی پر تیر لگا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تیر جسم سے باہر نکال دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' رافع رضی اللہ عنہ! چاہو تو تیر بمع دستے کے نکال دیتا ہوں ارادہ ہو تو صرف تیر نکال دوں اور دستہ جسم میں پیوست رہنے دوں اور میں روز محشر تمہاری شہادت کا گواہ ہونگا۔ تو رافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا صرف تیر نکال دیں اور دستہ جسم میں پیوست رہنے دیں اور میری شہادت پر گواہ رہیں۔[2] چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ م ۶۰ ھ کے عہد خلافت میں ان کا زخم ہرا ہو گیا اور وہ عصر کے بعد فوت ہو گئے۔ مگر واقدی وغیرہ کا بیان ہے کہ وہ ۷۳ ھ یا ۷۴ ھ میں فوت ہوئے' واللہ اعلم۔

بنی ہاشم کے فتنہ وفساد کے دور کی پیش گوئی:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ' ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب حق تلفی بلاوجہ ترجیح اور ناگوار امور کا دور آئے گا صحابہؓ نے عرض کیا تو پھر کیا ارشاد ہے فرمایا تم اپنے فرائض سرانجام دو اور اللہ سے اپنے حقوق اور مطالبے مانگو۔[3]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو یہ قریش تباہ و برباد کر دیں گے۔ دریافت ہوا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کاش! لوگ ان سے جدا رہیں۔[4]

---

(۱) البدایة والنهایة عربی ج۶/ص۳۳۸
(۲) رواه البیهقی فی الدلائل ج۶/ص۴۶۳ رواه احمدفی مسنده ج۶/ص۳۷۸
(۳) رواه البخاری فی صحیحه فی المناقب
(۴) رواه البخاری فی صحیحه ص المناقب

مسلم شریف اور بخاری شریف میں سعید اموی رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ ایک بار میں مروان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میری امت کی بربادی قریش کے چند نوخیز جوانوں کے ہاتھ سے ہوگی۔ مروان نے از راہ تعجب کہا نوخیز نوجوانوں کے ہاتھوں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا چاہو تو ان کا نام بنام گنوادوں۔[1]

امام احمد' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هَلَكَةُ اُمَّتِي عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ' تو مراون نے تخت حکومت پر متمکن ہونے سے قبل ان نوخیز نوجوانوں پر لعنت بھیجی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں چاہوں تو ان کا حسب نسب بیان کردوں۔[2] ابوامیہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ دادا کے ہمراہ شام میں بنی مروان کے حکمرانوں کے پاس جایا کرتے تھے وہ لڑکوں کو بلکہ شیر خوار بچوں کو حکومت کے لئے نامزد کرتے اور یہ نامزد حکمران بالکل حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا صحیح مصداق ہیں۔[3]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بشر بن ابی عمر خولانی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ولید بن قیس تجیبی نے بتایا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف اور نالائق پیدا ہونگے نماز گنوادیں گے اور دنیا کے مزوں میں لگ جائیں گے' پھر ایسے لوگ پیدا ہونگے جو تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ قرآن کی تلاوت تین قسم کے لوگ کرتے ہیں۔ مومن' منافق' فاجر۔

بشر رحمۃ اللہ علیہ نے ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کیسے؟ تو فرمایا منافق اس کا منکر ہوتا ہے' فاجر کا یہ ذریعہ معاش ہے اور مومن کا اس پر ایمان ویقین ہے۔[4] امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس ہوئے تو فرمایا اے لوگو! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

---

① رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب

② رواہ احمد فی مسندہ ج۲/ص۳۲۴

③ البدایۃ والنھایۃ ج۶/ص۲۴۰

④ رواہ احمد فی مسندہ ج۳/ص۳۸۔۳۹

کی امارت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے مت دیکھو'ان کے بعد تم دیکھو گے کہ سر کندھوں سے جدا ہو جائیں گے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ عمر بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے بازاروں میں چلتے ہوئے دعا کیا کرتے تھے' الٰہی میری زندگی میں ۶۰ ھ نہ آئے۔ لوگو! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تھام لو۔ خدایا! مجھے نوخیز لڑکوں کی حکومت سے بچالے۔[1]

بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایسی باتیں اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لامحالہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت فرمائی ہونگی۔

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلامی نظام بالکل درست رہے گا۔ یہاں تک کہ بنوامیہ کا ایک آدمی اس میں خلل انداز ہوگا۔[2]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ پہلا شخص میرے طریقے اور اسلامی نظام کو تبدیل کرنے والا بنوامیہ کا ایک فرد ہوگا۔[3]

یہ حدیث منقطع ہے ابوالعالیہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کا باہمی لقا نہیں۔ لیکن امام بیہقی نے مذکور بالا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی بنا پر اس کو راجح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے قرین قیاس یہ ہے کہ اس شخص سے مراد یزید ہوگا' واللہ اعلم۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یزید کے بارے لوگوں کے مختلف خیالات ہیں' شام کے ناصبی ان سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور رافضی ان کو برا بھلا کہتے ہیں' زندیق اور بے دین سمجھتے ہیں اور بے سروپا اتہام لگاتے ہیں' تیسرا گروہ نہ اس سے اندھی عقیدت رکھتا ہے اور نہ گالی گلوچ دیتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ وہ زندیق نہ تھا جیسا کہ روافض کا عقیدہ ہے۔

---

(۱) رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ٤٦٦

(۲) رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ٤٦٧

(۳) رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ٤٦٧

یزید کے عہد حکومت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ایک عظیم المیہ ہے۔ ممکن ہے یزید نے اسے نہ برا سمجھا ہو نہ اچھا کہ یہ المیہ اس کی لاعلمی میں ہوا۔ اسی طرح مدینہ منورہ کا محاصرہ بھی ایک شنیع فعل اور نہایت برا عمل ہے۔ دراصل یزید کے دور حکومت میں ایسے ناگوار اور ناپسندیدہ امور کا ظہور اس کی شخصیت کو مجروح اور داغدار کرنے کیلئے ازبس کافی ہے۔[1]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی:

امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ فرشتہ ابروباراں نے آنحضور ﷺ سے زیارت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اسے اجازت مرحمت کی اور ام سلمہؓ کو کہا دروازے کا خیال رکھنا کوئی اندر نہ آنے پائے۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ کودتے ہوئے اندر چلے آئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے شانہ مبارک پر چڑھنے لگے، فرشتے نے کہا کیا آپ ﷺ کو یہ پیارا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل۔ تو فرشتے نے کہا آپ ﷺ کی امت اسے قتل کرے گی چاہیں تو میں آپ ﷺ کو مقتل دکھادوں؟ چنانچہ فرشتے نے آپ ﷺ کو وہاں کی سرخ مٹی دکھائی اور حضرت ام سلمہؓ نے یہ مٹی دامن میں باندھ لی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم سنا کرتے تھے کہ وہ کربلا میں شہید ہونگے۔[2]

تبصرہ:

یہ حدیث عمارہ بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ سے عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سفیان بن فراخ بھی بیان کرتے ہیں نیز یہ حدیث ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی سنن بیہقی میں مذکور ہے۔ باقی رہا عمارہ بن زاذان تو اس کی شخصیت مختلف فیہ ہے۔ بقول امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اس کی حدیث قابل تحریر ہے قابل حجت نہیں اور نہ ہی قوی اور مضبوط ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کی کبھی توثیق کرتے ہیں اور کبھی اس کو ضعیف گردانتے ہیں۔[3]

---

(1) البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص ۲۴۲

(2) رواہ احمد فی مسندہ ج۳/ص ۲۶۵ ورواہ ابن حبان

(3) الجرح والتعدیل ج۶/الترجمۃ ۲۰۱۶ والتہذیب الکمال ۲۴۵/۲۱

مقتل کی مٹی:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن وہب بن زمعہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ام سلمہؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز لیٹے اور پریشانی کی حالت میں بیدار ہوئے پھر دراز ہو کر سو گئے۔ پھر بے چین اور حیران ہو کر بیدار ہوئے پھر دراز ہو گئے۔ پھر بے چین اور حیران ہو کر بیدار ہوئے (مگر یہ حیرانی پہلے کی نسبت کچھ کم تھی) پھر لیٹے اور بیدار ہوئے' آپ ﷺ کے دست مبارک میں سرخ مٹی ہے آپ ﷺ اسے ہاتھ میں الٹ پلٹ رہے ہیں' میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ کون سی مٹی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ یہ عراق میں حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی مٹی ہے میں نے جبرائیل علیہ السلام کو کہا تھا کہ مجھے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل گاہ کی مٹی دکھا چنانچہ اس نے کہا یہ وہ مٹی ہے۔[1]

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ سے یہ روایت ابان بواسطہ شہر بن حوشب اور ابو موسیٰ جہنی بواسطہ صالح بن یزید نخعی بھی منقول ہے۔

مسند ابوبکر بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی گود میں بیٹھے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ ﷺ اس سے پیار اور محبت رکھتے ہیں؟ فرمایا کیونکر محبوب نہ ہو وہ میرا لخت جگر ہے تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ کی امت اسے قتل کرے گی۔ میں آپ ﷺ کو اس کی قبر کی مٹی دکھاتا ہوں چنانچہ وہ ایک مشت سرخ مٹی لائے۔[2]

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے علم میں صرف اس سند سے مروی ہے اور حسین بن عیسیٰ حکم بن ابان رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی روایات بیان کرتے ہیں جو کسی اور کے پاس نہیں ہوتیں امام ابن کثیر فرماتے ہیں حسین بن عیسیٰ بن مسلم حنفی ابو عبدالرحمٰن کوفی برادر سلیم قاری کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں یہ مجہول الحال ہے؟ گو اس سے سات راوی بیان کرتے ہیں۔

---

① رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ۴۶۸
② رواہ البزار رقم ۲۶۴۰

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اس کو غیر قوی کہتے ہیں اور حکم بن ابان سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی روایات کم ہیں اور ان میں بھی اکثر غریب ہیں اور بعض منکر ہیں اور ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔[1]

امام بیہقی اُمّ فضل بنت حارثؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آج شب مجھے ایک برا خواب آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بتاؤ تو اس نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری آغوش میں آپڑا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا یہ خواب بہت اچھا ہے' فاطمہ زہراءؓ کے انشاء اللہ بچہ پیدا ہوگا اور وہ تیری گود میں ہوگا۔ چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور میری گود میں آئے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب کی تعبیر بیان کی تھی۔ پھر میں نے آپ ﷺ کی گود میں دے دیا ذرا سی دیر کے بعد دیکھا تو رسول اللہ ﷺ اشکبار ہیں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قربان جاؤں کیا بات ہے؟ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا تیری امت اسے قتل کرے گی۔ عرض کیا اس بیٹے کو' تو اثبات میں جواب دے کر انہوں نے مجھے تربت کی سرخ مٹی دکھائی۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے خواب کی تعبیر بیان کی:

امام احمد' ام فضل رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بتایا کہ میری گود میں آپ ﷺ کے پاک جسم کا ایک عضو ہے۔ آپ ﷺ نے تعبیر بتائی کہ انشاء اللہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں بچہ پیدا ہوگا تو اس کی کفالت و نگہداشت کرے گی۔

چنانچہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کو دیا' انہوں نے قثم بن عباسؓ کے ہمراہ اسے دودھ پلایا۔ وہ کہتی ہیں ایک روز میں حسین رضی اللہ عنہ کو لئے آپ ﷺ کی زیارت

① البداية والنهاية ج٦/ص ٣٤٣
② رواه البيهقي في الدلائل ج٦/ص ٤٦٩

کیلئے آئی تو آپ ﷺ نے اسے سینے پر بٹھالیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا جس سے آپ ﷺ کی آزار تر ہوگئی۔ میں نے اس کے کندھوں پر معمولی سی چپت لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ رحم کرے تم نے میرے لخت جگر کو اذیت دی۔

میں نے عرض کیا چادر دیں اسے پاک کردوں تو آپ ﷺ نے فرمایا لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے بول سے صرف چھینٹا لگایا جاتا ہے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خواب:

امام احمد بذریعہ عمار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو پراگندہ اور گرد آلود دیکھا' آپ ﷺ کے ہاتھ میں شیشی ہے' اس میں خون ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے فرمایا یہ حسینؓ اور اس کے رفقا کا خون ہے جو آج صبح سے میرے پاس ہے۔

عمار کا بیان ہے کہ ہم نے تاریخ شمار کی تو قتل حسین رضی اللہ عنہ ٹھیک اسی روز واقعہ ہوا۔[2]

یوم شہادت:

قتادہ' لیث' ابوبکر عیاش' خلیفہ بن خیاط' ابومعشر وغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل بروز جمعہ' عاشورہ کے دن ۶۱ھ میں ہوا اور یہی درست ہے بعض ہفتہ کا روز بتاتے ہیں۔[3]

بے سروپا باتیں:

عاشورہ کے روز سورج کو گہن لگنا' آسمان سے خون برسنا' جس پتھر کو اٹھاؤ وہ نیچے سے خون ٹپکنا' بعض خون کے ٹپکنے کو بیت المقدس کے پتھروں کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور اس خوشبو کا راکھ بن جانا' گوشت کا مزہ اندرائن کا ہوجانا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو بالکل بے سروپا اور خانہ ساز ہیں' واللہ اعلم۔[4]

---

(1) رواه احمد فی مسنده ج٦/ص ٣٤٠
(2) رواه احمد فی مسنده ج٦/ص ٢٨٣ ورواه الطبرانی والحاکم فی المستدرک
(3) البداية والنهاية عربی ج٦/ص ٣٤٥
(4) البداية والنهاية عربی ج٦/ص ٣٤٥

غور کیجئے! سرورِ دو عالم کا وصال ہوا تو ایسی چیزوں کا ظہور نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول فوت ہوئے اور ان امور میں سے کوئی بات بھی معرض وجود میں نہیں آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز محراب مسجد میں پڑھتے ہوئے شہید ہوئے اور ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور کوئی عجیب واقعہ رونما نہیں ہوا۔[1]

حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے جنات کو حسین پر روتے اور نوحہ کرتے سنا ہے۔ (ذکرہ الذہبی فی السیر) شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو قتل حسین کی خبر معلوم ہوئی تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

شہادت کے اسباب:

کوفی خواہشمند تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ چلے آئیں اور تخت خلافت پر متمکن ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو عام لوگوں اور مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کے مسلسل خطوط اور دعوت نامے موصول ہو رہے تھے۔ جب اس سازش کا عبید اللہ بن زیاد حاکم کوفہ کو علم ہوا تو اس نے قصر حکومت میں مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کر کے نیچے پھینک دیا۔ چنانچہ مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کے حامی منتشر ہو گئے اور ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔

کسی کا مشورہ قبول نہ کیا:

اس صورت حال سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بالکل بے خبر تھے اور حجاز سے تقریباً تین سو افراد کے ہمراہ کوفہ کیلئے روانگی کا ساز و سامان مہیا کر رہے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس روانگی کا علم ہوا تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وغیرہ نے منع کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے کسی کی بات تسلیم نہ کی۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ عربی ج٦/ص ٣٤٥

اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا استدلال نہایت وقیع اور عجیب تھا۔ امام بیہقی عامر حضرت شعبی سے بیان کرتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ میں آئے تو ان کو معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق جانا چاہتے ہیں۔ مدینہ سے دو تین مراحل پر ان کو راستہ میں ملے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ بتایا عراق کا۔ آپؓ کے پاس اس وقت بے شمار خطوط اور دعوت نامے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آپؓ ان کے پاس تشریف نہ لے جائیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کیونکر نہ جاؤں یہ رہے ان کے دعوت نامے اور بیعت کے خطوط۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دنیا اور آخرت دونوں میں سے کسی کو پسند کرنے کا اختیار دیا' آپ ﷺ نے دین اور آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کی حکومت کو پسند نہیں کیا اور آپؓ آنحضور ﷺ کے لخت جگر ہیں' واللہ آپؓ میں سے کوئی بھی تخت و تاج کا والی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکومت و خلافت سے محروم کر کے دین اور آخرت کے بہترین سرمایہ سے سرفراز فرمایا ہے' لہٰذا آپ واپس چلے جائیں۔ آپؓ پھر بھی عزم سفر سے باز نہ آئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روتے ہوئے آپ سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا میں ایک قتیل اور شہید کو الوداع کہہ رہا ہوں۔ جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا وہی پیش آیا۔[1]

الفتن والملاحم میں شیخ ابوصالح خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اہل بیتؓ میں سے کوئی بھی تخت و تاج کا والی نہ ہوگا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مصر کا فاطمی خاندان اپنے دعوائے نسب میں دروغ گو تھا۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار اہل بیت میں نہیں۔ بایں ہمہ خلفاء ثلاثہ کی طرح ان کا دور خلافت مستحکم نہ تھا اور پوری اسلامی سلطنت پر بھی ان کی حکمرانی نہ تھی۔ باقی رہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہونا تو آپؓ جب شامی فوج کے آمنے سامنے ہوئے تو خلافت سے

---

[1] رواہ البیهقی فی الدلائل ج٦/ص ٤٧٠

ایک بڑی مصلحت کے تحت دست بردار ہو گئے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عراق جانے سے منع کیا۔ جب آپؓ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے تو آپؓ نے ان کو بغل گیر ہو کر الوداع کیا کہ میں ایک شہید اور قتیل کو الوداع کہہ رہا ہوں بالکل وہی ہوا جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

جب آپؓ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے تو عمرو بن سعد بن ابی وقاصؓ کے زیر قیادت ابن زیاد نے چار ہزار کا لشکر روانہ کیا۔ مقام کربلا میں یہ معرکہ پیش آیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے حامیوں نے سرکنڈے کے جھنڈ کو پشت کی جانب کیا اور مدمقابل کی طرف رخ کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مخالف فریق سے تین میں سے کسی ایک شرط پر صلح کی پیشکش کی۔ (۱) کوئی مزاحمت نہ ہو جہاں سے آیا ہوں ادھر واپس چلا جاتا ہوں (۲) ملک کی کسی سرحد پر چلا جاؤں وہاں کفار سے جہاد میں مصروف رہوں۔ (۳) یا یزید کے پاس جانے دو میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دوں گا جو چاہے وہ میرے بارے میں فیصلہ کرلے۔

ظالموں نے ان شرائط سے ایک بھی نہ مانی اور اس بات پر بضدر ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کے ہاں غیر مشروط طور پر جانا پڑے گا۔ آپؓ نے ان کے اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور جنگ کو ترجیح دی چنانچہ آپؓ شہید ہو گئے۔ ظالم آپ کا سر مبارک کاٹ کر ابن زیادہ کے پاس لے گئے۔ وہ آپؓ کے دندان مبارک پر چھڑی سے کر . نے لگا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک نے کہا ارے چھڑی اٹھالے، میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دانتوں کا بوسہ لیا کرتے تھے۔

پھر ابن زیاد نے آپ کے باقی ماندہ اہل وعیال کے ہمراہ آپ کا سر مبارک بھی شام میں یزید کے پاس ارسال کر دیا اس نے سر مبارک دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ رِّجَالٍ اَعِزَّةٍ
عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا

(ہم سرکشوں کے سر پھاڑ دیتے ہیں جو قطع رحمی کرنے والے ظالم تھے)

پھر یزید نے سب اہل و عیال کو بہ حفاظت تمام مدینہ روانہ کر دیا۔ مدینہ کے نواح میں پہنچے تو خانوادہ عبدالمطلب کی ایک خاتون بال پھیلائے روتی چلاتی سر پر ہاتھ رکھے یہ شعر پڑھتی ہوئی آئی۔

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ
مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمْ
بِعِتْرَتِیْ وَبِاَهْلِیْ بَعْدَ مُفْتَقَدِیْ
مِنْهُمْ اُسَارٰی وَقَتْلٰی ضَرَجُوْا بِدَامْ

(نبی نے تم سے سوال کیا تو کیا جواب دو گے تم نے کیا کیا حالانکہ تم آخری امت ہو۔ میرے بعد میرے اہل اور خاندان کے ساتھ بعض ان میں سے اسیر ہیں اور بعض خون میں لت پت ہیں)[1]

حادثہ حرہ کی پیش گوئی:

یعقوب بن سفیان رضی اللہ عنہ' ایوب بن بشیر معاضری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں مدینہ سے باہر نکلے جب میدان حرہ کے پاس سے گزرے تو اناللہ پڑھا۔ رفقاء سفر یہ سن کر غمناک ہوئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سفر سے کچھ اذیت ہوئی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جرات کر کے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات ہے؟ فرمایا اس سفر سے متعلق بات نہیں۔ دریافت ہوا تو پھر کس کے متعلق ہے؟ بتایا اس میدان میں میری امت کے بہترین اشخاص شہید ہونگے۔ (یہ حدیث مرسل ہے)[2]

یعقوب بن سفیان' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ

"وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا"

---

(۱) البداية والنهاية عربی ج۶/ص ۳۴۶۔۳۴۷

(۲) رواه البيهقی فی الدلائل ج۶/ص ۱۷۳

اور اگر فوجیں اطراف مدینہ سے ان پر آ داخل ہوں پھر ان سے خانہ جنگی
کیلئے کہا جائے تو فوراً کرنے لگیں[1]

کی تفسیر اور تاویل ۶۳ ھ کے آخر میں ظاہر ہوئی کہ بنی حارثہ نے شامیوں سے مدینہ میں مداخلت کی التجا کی ۔[2]

یہ سند صحیح ہے اور اکثر علماء کے نزدیک صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

الفتن والملاحم میں ابوذرؓ سے منقول ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذرؓ! لوگ اس قدر قتل ہونگے کہ ''احجار زیت'' خون سے ڈھک جائے گا تو تم کیا رویہ اختیار کرو گے؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ اور بہتر علم ہے۔ فرمایا اپنے گھر میں گھس جانا۔ عرض کیا کوئی میرے گھر پر حملہ آور ہو تو میں اس کا مقابلہ کروں۔ فرمایا تو بھی اس جیسا گنہگار ہوگا عرض کیا پھر کیا کروں؟ فرمایا تجھے اندیشہ ہوگا کہ تلوار کی چمک تیری آنکھوں کو چکا چوند کر دے گی تو اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لے۔ وہ تیرے اور اپنے گناہ کا وبال لے کر لوٹ جائے گا۔[3]

مسند احمد میں یہ روایت ابی عمران جونی رضی اللہ عنہ سے مفصل مذکور ہے۔

اسباب معرکہ:

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کا ایک وفد دمشق میں یزید کے پاس آیا۔ یزید نے ان کی نہایت خاطر تواضع کی اور امیر وفد حضرت عبداللہ بن حنظلہ کو تقریباً ایک لاکھ کا عطیہ پیش کیا۔ یہ وفد جب مدینہ منورہ واپس آیا تو اہل مدینہ کے سامنے یزید کا کردار پیش کیا یزید شراب پیتا ہے' نہایت قبیح اور برے افعال کا ارتکاب کرتا ہے اور سب سے بری بات یہ ہے کہ وہ شراب کے نشہ کی وجہ سے نماز بھی بے وقت پڑھتا ہے۔

---

① سورہ احزاب آیت ۱۴

② رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ۴۷۳۔۴۷۴

③ رواہ نعیم بن حماد فی کتاب الفتن ص ۹۳

چنانچہ اکثر لوگوں نے منبر نبوی کے پاس یزید کی بیعت توڑ کر بغاوت کا اعلان کر دیا جب یزید کو اطلاع ہوئی تو اس نے مسلم بن عقبہ (جسے اسلاف مسرف کہتے ہیں) کی زیر قیادت ایک لشکر روانہ کیا' اہل مدینہ کو زیر کرنے اور شکست دینے کے بعد اس نے مدینہ میں اپنے لشکر کو تین روز تک کھلی چھٹی دے دی چنانچہ ان ایام میں بے شمار لوگ تہ تیغ کر دیئے گئے' بقول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین صحابہ کرامؓ کے علاوہ سات سو قاری شہید کر دیئے گئے۔ سعید بن کثیر انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حادثہ حرہ میں عبداللہ بن یزید مازنی معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ قاری معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن حنظلہؓ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ بقول امام لیث واقعہ حرہ ۲۷ ذوالحج ۶۳ھ میں رونما ہوا۔①

مکہ کا محاصرہ:

پھر مسرف بن عقبہ مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو زیر کرنے کیلئے کہ وہ یزید کی بیعت سے فرار ہو کر مکہ میں پناہ گزین تھے۔ مکہ مکرمہ کے محاصرہ کے دوران یزید انتقال کر گیا۔ بعد ازیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا دائرہ خلافت وسیع ہو گیا' عراق اور مصر پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا۔ ۷۳ھ میں حجاج کے ہاتھوں مکہ میں شہید ہوئے۔ عبدالملک کے عہد حکومت میں یزید کے انتقال کے بعد معاویہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ تخت نشین ہوا۔ یہ نوجوان ایک پارسا اور صالح انسان تھے۔ تخت نشینی کے بعد صرف ۲۰ یا ۴۰ روز زندہ رہا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ (رحمہ اللہ) پھر مروان بن حکم حکومت پر قابض ہو گیا اور نو ماہ بعد فوت ہو گیا پھر اس کا بیٹا عبدالملک حکومت پر متمکن ہوا۔

عمرو بن سعید اشدق جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت سے "۶۵ھ" تک مدینہ کا حاکم اعلیٰ چلا آ رہا تھا' اس نے بزعم خود حسب وصیت مروان' عبدالملک کے بعد وصی اور جانشین ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان سے عبدالملک کو شدید صدمہ پہنچا چنانچہ عبدالملک اسی فکر میں رہا حتی کہ اسے ۶۹ یا ۷۰ھ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر

① البدایۃ والنہایۃ عربی ج ۶ ص ۳۴۸

عبدالملک م ۸۶ھ نے اپنے بعد ولید رحمۃ اللہ علیہ' سلیمان' یزید اور ہشام اپنے سب بیٹوں کو یکے بعد دیگرے وصی اور جانشین نامزد کیا۔[1]

نوجوانوں کی حکومت سے پناہ مانگنے کا ارشاد:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۷۰ھ کے آخری ایام سے پناہ مانگو اور بچوں کی حکومت سے بھی[2] اور امام ترمذی نے اسی سند سے یہ درج ذیل حدیث بیان کی ہے۔

عُمُرُ اُمَّتِیْ مِنْ سِتِّیْنَ سَنَةً اِلٰی سَبْعِیْنَ سَنَةً وَقَالَ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

برسر منبر نکسیر پھوٹنے کی پیش گوئی:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے از تلامذہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی کہ بنی امیہ کا ایک جابر حاکم میرے اس منبر پر زور زور سے چلائے گا۔ حتی کہ اس کی نکسیر پھوٹ پڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ منبر نبوی پر عمرو بن سعید اشدق کی نکسیر پھوٹی۔[3] بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ علی بن جدعان کی روایت میں عجوبہ پن اور غرابت بین ہے اور اس کا شیعیت کی طرف میلان ہے۔

عمرو بن سعید بن عاص اموی مدنی اشدق:

عبدالملک بن مروان کی پھوپھی ام بنین کا بیٹا عاص بن امیہ جنگ بدر میں کفار کی جانب سے مقتول کا پوتا' خوش اخلاق اور شریف انسان تھا۔ متعدد صحابہ کرامؓ کا خوشہ چین اور تلمیذ تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک روایت فضیلت وضو کے بارے میں مسلم میں منقول ہے۔

وفات سے قبل حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکوں (عمرو' امیہ' موسیٰ) سے کہا' میرا قرض کون ادا کرے گا؟ تو عمرو نے فوراً کہا ابا جی! میں اور وہ کتنا ہے؟ بتایا

---

(۱) البدایة والنهایة عربی ج ۶/ص ۳۴۸۔ ۳۴۰

(۲) رواه امام احمد فی مسنده ج ۲/ص ۳۲۶۔ ۴۴۸

(۳) رواه احمد فی مسنده

۳۰ ہزار دینار۔ وصیت کی کہ میرے احباب میرے جسم و جان کے علاوہ میری شجاعت و شرافت کو غائب نہ پائیں اور اپنی ہمشیرگان کا نکاح کفو اور خاندان میں کرنا خواہ ان کا گزر اوقات نان جوین پر ہو۔ پھر والد نے کہا تم نے تو اس جرات اور ذمہ داری کا مظاہرہ اب کیا ہے، مجھے تو یہ بات بچپن سے ہی تمہارے چہرے سے آشکارا تھی۔[۱]

تورات میں پیش گوئی:

بیہقی میں محمد بن یزید بن ابی زیاد ثقفی رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ قیس بن حرشہ رضی اللہ عنہ اور کعب احبار رضی اللہ عنہ م ۳۲ھ دونوں کسی سفر میں صفین کے مقام پر پہنچے تو کعب نے کہا یہاں آئندہ مسلمانوں کی خونریزی ہوگی اور یہ تورات میں موجود ہے۔

حضرت قیس کے بارے میں پیش گوئی:

حضرت قیس بن حرشہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حق گوئی پر بیعت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا، قیس! ممکن ہے میرے بعد حالات بگڑ جائیں اور تو ان کے سامنے حق بات کہنے کی جرات نہ کر سکے تو میں نے عرض کیا، واللہ! میں جس بات پر بیعت کروں گا اسے پورا کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تجھے ضرر بھی نہیں پہنچا سکیں گے۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے زمانہ میں بقید حیات تھے، ابن زیاد نے کسی معاملہ میں ان پر نکتہ چینی کی اور ان کو ایوان حکومت میں بلا کر کہا تو ہی وہ ہے جو بزعم خویش کہتا ہے کہ تجھے کوئی شخص ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا آج پتہ چل جائے گا کہ تو ایک دروغ گو اور جھوٹا انسان ہے۔ اچھا جلاد کو بلاؤ چنانچہ جلاد کے آنے سے قبل ہی وہ وہیں اللہ کو پیارے ہو گئے۔[۲]

---

① العقد الثمين للفاسي ج٦/ص ٣٩٣

② رواه البيهقي في الدلائل ج٦/ص ٢٧٦

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نابینا ہونے کی پیش گوئی:

بیہقی میں مذکور ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کسی ضرورت کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا' وہ ایک آدمی کی موجودگی کی وجہ سے بات کئے بغیر ہی واپس چلے آئے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عبداللہ نے اسے دیکھا بھی تھا تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معلوم ہے کہ وہ کون تھا؟ جبرائیل علیہ السلام تھا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بصارت چلے جانے کے بعد فوت ہوگا اور اسے کثیر علم عطا ہوگا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۵۸ھ میں نابینا ہونے کے بعد فوت ہوئے۔[1]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیش گوئی:

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیٹی انیسہ اپنے باپ سے بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے اور فرمایا اس بیماری سے کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے تو انہوں نے عرض کیا میں صبر کر کے ثواب کا آرزومند ہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بغیر حساب کے جنت میں جاؤ گے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اندھے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی بحال کر دی اور پھر وہ ۶۸ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔[2]

دجال کے بارے پیش گوئی:

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے قبل تیس کذاب اور دجال پیدا ہونگے۔ سب نبوت کے دعویدار ہونگے۔[3]

---

① رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص۴۷۸ و مجمع الزوائد۔ سیر اعلام النبلاء ج۳/ص۳۳۱

② البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص۳۵۱

③ رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب و مسلم فی صحیحہ فی المناقب

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل تیس کذاب پیدا ہونگے ان میں سے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور مختار ثقفی ہے عرب کے بدترین قبائل میں سے بنو امیہ، بنو حنیفہ اور ثقیف ہیں۔[1]

بقول ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن حسن اسدی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ افرادات ہیں اور ثقہ راوی ان سے روایت کرتے ہیں، لہٰذا میں اس سے حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا، امام بیہقی کہتے ہیں اس کی حدیث کے صحیح شواہد موجود ہیں۔[2]

مختار اور حجاج:

ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ انہوں نے حجاج کو مخاطب کر کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں کذاب اور ایک بے جا ہلاک کرنے والا پیدا ہوگا۔ کذاب تو ہم دیکھ چکے ہیں باقی رہا تباہی مچانے والا، میرا غالب گمان ہے کہ وہ تو ہی ہے۔[3]

حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ کی تشریح از اوزاعی:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مرثد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا اوزاعی سے مطلب دریافت ہوا کہ۔ "اَلشَّرُّ الَّذِیْ یَکُوْنُ بَعْدَ الْخَیْرِ" بہتر دور کے بعد برا دور ہوگا کا کیا مطلب ہے اس نے کہا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کا زمانہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس بدترین زمانہ کے بعد اچھا دور ہوگا، فرمایا ہاں لیکن اس میں ذرا خرابی کی آمیزش ہوگی۔ فَهَلْ بَعْدَ ذَالِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ امام اوزاعی نے کہا اچھا دور سے مراد جماعت اور اجتماعی زندگی ہے اور اجتماعی

---

(1) رواه البیهقی فی الدلائل ج٦/ص ٤٨٠۔ ٤٨١

(2) البدایة والنهایة عربی ج٦/ص ٣٥١

(3) رواه البیهقی فی الدلائل ج٦/ص ٤٨١ و فی مسند الطیالسی رقم ١٦٤١

زندگی کے سربراہ بعض اچھے ہونگے اور بعض ناگفتہ بہ۔ یہ ہے مطلب ''نَعَمْ فِيهِ دَخَنٌ'' کا ہاں! لیکن اس میں ذرا خرابی کی آمیزش ہوگی اور برے سربراہوں اور حکام سے بغاوت درست نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔[1]

ابوداؤد طیالسی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا تم عہد نبوت میں رہو گے پھر اللہ تعالیٰ اس دور کو ختم کر دے گا۔ پھر خلافت نبوت کے طریق پر ہوگی۔ حبیب کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ یزید بن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں نے یہ حدیث لکھ کر یہ تحریر کیا غالب امید ہے کہ آپ اس عہد سعید کے بعد امیر المومنین ہوں۔ یہ تحریر یزید نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دکھائی تو وہ بہت مسرور ہوئے۔[2]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا خواب:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ذرا قریب ہو جامیں اس قدر قریب ہوا کہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا عنقریب تجھے حکومت نصیب ہوگی اور تو عدل وانصاف کرے گا۔[3]

امام بیہقی، نافع از ابن عمر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میری نسل سے ایک شخص حکمران ہوگا اس کے چہرے پر داغ ہوگا وہ بلاتمیز ساری قلمرو میں عدل وانصاف کرے گا۔ نافع راوی نے کہا وہ شخص عمر بن عبدالعزیز ہی ہے۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل ج ۶ ص ۴۹۴) ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ نسل فاروق سے کون شخص ہے جس کے چہرے پر داغ ہے اور وہ ساری سلطنت میں عدل وانصاف کرے گا۔[4]

---

(۱) البدایة والنهایة ج۶/۳۵۵
(۲) رواہ ابو دائود الطیالسی رقم ۴۳۸
(۳) رواہ ابو نعیم فی الفتن ص ۲۹۱
(۴) رواہ البیهقی فی الدلائل ج۶/ص ۴۹۲

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے پہلے ہی یہ بات مشہور تھی کہ مروان کی نسل سے اشج (سر پر زخم کے داغ والا) حکمران ہوگا۔ آپ کی والدہ اروی بنت عاصم بنت عمر بن خطاب ہے اور والد عبدالعزیز ہیں جو اپنے برادر خلیفہ عبدالملک کے مصر میں نائب اور حاکم اعلیٰ تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تعظیم وتکریم کرتے اور اکثر تحفے تحائف بھیجتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر بچپن میں اپنے والد عبدالعزیز کے اصطبل میں آئے تو انہیں گھوڑے نے لات ماری اور پیشانی زخمی ہوگئی۔ عبدالعزیز زخم سے خون صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے اگر تو بنی مروان کا اشج ہے تو تو سعادت منداور نیک بخت ہے۔

یہ بات زبان زد عام تھی کہ اشج اور ناقص' بنی مروان کے عادل حکمران ہیں' اشج سے مراد عمر بن عبدالعزیز اور ناقص سے مراد یزید بن ولید بن عبدالملک ہے جس کے بارے میں یہ شعر ہے۔

رَأَيْتُ الْيَزِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ مُبَارَكًا
شَدِيْدًا بِأَعْبَاءِ الْخَلَافَةِ كَاهِلُهٗ

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سلیمان بن عبدالملک م ۹۹ھ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۳۰ ماہ خلافت پر متمکن رہے اور ساری قلمرو میں عدل وانصاف جاری کیا اور مال و دولت میں اس قدر فراوانی تھی کہ صدقہ وخیرات لینے والا بمشکل دستیاب ہوتا تھا۔[1]

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ امت مسلمہ کے بہتر فرد ہیں:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ کا عزم کیا۔ راستہ میں ایک مردہ سانپ دیکھ کر کہا کدال لاؤ' اسے دفن کر دیں۔ ہم سفر ساتھیوں نے کہا جناب ہم دفن کر دیتے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں میں خود دفن کروں گا۔

---

① البدایۃ والنہایۃ عربی ج٦ ص ٣٥٦

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا تو غیبی آواز آئی۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ يَا سَرْقُ "سرق تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے کہا میں جن ہوں اور یہ مردہ سانپ سرق نامی جن ہے۔ جن جنات نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی ان میں سے صرف میں اور یہ باقی تھے۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا سرق تو چٹیل میدان میں فوت ہوگا اور تجھے میری امت کا بہتر فرد دفن کرے گا۔[1]

دوسری روایت میں ہے کہ وہ بیعت کرنے والے ۹ جن تھے اور عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حلفاً پوچھا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا؟ جب اس نے قسم اٹھائی تو عمر بن عبد العزیز فرط مسرت سے اشکبار ہوگئے۔ امام بیہقی نے اس کو حسن کہا ہے' واللہ اعلم

وہب اور غیلان:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں وہب' نامی ایک شخص پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے علم و حکمت عطا فرمائے گا۔ اور ایک غیلان نامی شخص ہوگا جو میری امت کیلئے ابلیس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوگا۔[2]

یہ حدیث صحیح نہیں کہ اس میں مروان بن سالم متروک راوی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ شام میں شیطان ایک دفعہ چلائے گا تو دو تہائی لوگ قضاء وقدر کی تکذیب کر دیں گے اس قسم کی روایات سے غیلان مراد ہے جو شام میں پیدا ہوا اور قضاء وقدر کے انکار کے باعث قتل ہوا۔[3]

---

(۱) رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ۴۹۴

(۲) رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ۴۹۶

(۳) رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ۴۹۷

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے پیش گوئی:

حرملہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریظہ نضیر قبیلہ سے ایک بے نظیر عالم پیدا ہوگا اور قرآن پاک کا ماہر ہوگا۔[1]

اہل علم کہتے ہیں کہ اس سے مراد محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو قرآن پاک کا بے مثال عالم تھا۔ عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن کعب جیسا مفسر قرآن نہیں دیکھا۔

ایک صدی کے اختتام کی پیش گوئی:

بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آخری ایام میں عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر کھڑے ہوئے تو فرمایا' تم نے یہ رات دیکھی؟ (اس کی تاریخ یاد رہے) جو شخص آج روئے زمین پر بقید حیات ہے وہ ایک صدی تک زندہ باقی نہ رہے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے غلط فہمی ہوئی آپ کا مقصد تھا اس صدی کے لوگوں کا ختم ہوجانا۔[2]

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے ایک ماہ قبل فرمایا لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' بخدا روئے زمین پر آج جو شخص زندہ ہے' وہ ایک صدی میں فوت ہوجائے گا۔[3] ان روایات سے اہل علم یہ استدلال کرتے ہیں کہ خضر علیہ السلام اب دنیا میں بقید حیات نہیں۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ آج روئے زمین پر جو لوگ زندہ ہیں وہ ایک صدی تک فوت ہوجائیں گے۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی صدی کے اختتام تک سب صحابہ کرامؓ فوت ہوگئے۔ بعض علماء نے ''حدیث مائۃ'' کا اطلاق ہر صدی پر کیا ہے مگر حدیث میں اس کی کوئی صراحت نہیں' واللہ اعلم۔[4]

---

(1) رواہ البیہقی فی الدلائل ج٦/ص٤٩٨۔
(2) رواہ البخاری فی صحیحہ و مسلم ایضافی صحیحہ
(3) رواہ مسلم رقم٣٨_٢٥
(4) البدایۃ والنہایۃ ج٦/ص٣٥٨

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیش گوئی:

محمد بن عمر واقدی عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھ کر فرمایا یہ لڑکا ایک قرن زندہ رہے گا۔ چنانچہ وہ سو سال زندہ رہے[1]

تاریخ بخاری شریف میں ہے کہ ان کے چہرے پر رسولی سی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت سے قبل یہ رسولی ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ موت سے پہلے یہ رسولی ناپید ہو گئی۔ یہ سند سنن اربعہ کی شرائط کی حامل ہے مگر ان میں مذکور نہیں۔ امام بیہقی نے بھی مذکورہ بالا سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ بقول واقدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ حمص میں ۸۸ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور شام میں آپ رضی اللہ عنہ آخری صحابی تھے[2]

ولید کے بارے میں پیش گوئی:

یعقوب بن سفیان سعید بن میتب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام ولید رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی اولاد کے نام مصر کے فرعونوں کے نام ایسے رکھتے ہو۔ عنقریب میری امت مین ایک شخص ولید نامی ہوگا وہ فرعون سے بھی زیادہ ظالم ہوگا[3]

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس سے مراد ولید بن عبدالملک ہے' پھر واضح ہوا کہ اس سے مراد "وہ نہیں" بلکہ ولید بن یزید مراد ہے کہ اس کے عہد میں لوگ مصائب میں مبتلا ہوئے اور بلاخر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور عوام فتنہ وفساد کے شکار ہو گئے[4]

---

① رواه البيهقى فى الدلائل ج ٦/ص ٥٠٣

② البداية والنهاية ج ٦/ص ٣٥٩

③ رواه البيهقى فى الدلائل ج ٦/ص ٥٠٥

④ دلائل النبوة للبيهقى ج ٦/ص ٥٠٦

یہ روایت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کی ہے۔ مگر اوزاعی کا مقولہ بیان نہیں کیا اور اس مرسل روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ حسن بصری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ولید نامی ہوگا۔ اس سے جہنم کا ایک زاویہ پر ہو جائے گا۔[1]

یہ روایت بھی مرسل ہے۔

ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی اولاد کے بارے:

سلیمان بن بلال رضی اللہ عنہ ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی نسل کے چالیس افراد پورے ہو جائیں تو دین میں بگاڑ پیدا کر دیں گے اور لوگوں کو اپنے خادم اور نوکر سمجھیں گے۔ بیت المال اور سرکاری خزانہ کو اپنا سرمایہ سمجھیں گے۔[2]

نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جب بنوامیہ چالیس اشخاص تک ہو جائیں گے تو وہ اللہ کے بندوں کو اپنے نوکر چاکر سمجھیں گے اور سرکاری خزانے کو عطیہ تصور کریں گے اور کتاب اللہ کو بگاڑ دیں گے۔[3]

یہ روایت منقطع ہے۔ راشد رحمۃ اللہ علیہ کا ابوذر رضی اللہ عنہ سے سماع اور لقا نہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس روایت میں چالیس کی بجائے ۳۰ افراد کا ذکر ہے۔

حکم ابن ابی العاص والد مروان کی نسل کے بارے:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ مروان آیا اور اس نے کوئی ضرورت پیش کر کے کہا واللہ! مجھے سخت تکلیف ہے

---

① رواہ نعیم بن حماد فی الفتن و الملاحم ص ٧٤
② رواہ البیہقی فی الدلائل ج٦ ص ٥٠٧
③ رواہ نعیم بن حماد فی الفتن ص ٧٢

عیال دار ہوں میرے دس بچے ہیں دس چچا ہیں اور دس بھائی ہیں۔اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے' مروان یہ کہہ کر واپس چلا گیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما خدارا بتایئے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جب حکم کی نسل میں سے تیس آدمی پیدا ہو جائیں گے تو وہ مال غنیمت کو اپنی دولت سمجھیں گے اور رعایا کو خادم اور نوکر تصور کریں گے اور کتاب اللہ کو بگاڑ دیں گے اور جب ان کی تعداد ۴۹ ہو جائے گی تو ان کی ہلاکت و بربادی کھجور چبانے کے عرصہ سے بھی قبل ہو جائے گی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ مروان نے جا کر عبدالملک کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور اس نے اپنی ضرورت کے بارے گفتگو کی اور واپس چلا آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے کہا خدارا بتایئے رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا ذکر کر کے فرمایا چار جابر حکمرانوں کا باپ تو بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تصدیق کی۔[1]

اس حدیث میں غرابت اور عجوبہ پن ہے اور شدید منکر ہے اور ابن لھیعہ راوی اس میں ضعیف ہے۔

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی رحمۃ اللہ علیہ عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اس کی آواز پہچان کر کہا اسے اندر آنے کی اجازت دو اور کہا سانپ ہے یا سانپ کی نسل (راوی کو شک ہے) اس پر اور اس کی اولاد پر خدا کی لعنت ہو "ماسوائے مسلم اولاد کے" اور ان میں سے مسلمان نہایت قلیل ہیں' دنیاوی مال و متاع خوب ملے گا اور آخرت میں بہت کم مکار اور دھوکے باز ہیں' دنیا میں خوش نصیب اور آخرت میں بے نصیب۔[2]

---

(۱) رواہ البیھقی فی الدلائل ج۶ ص ۵۰۷۔۵۰۸

(۲) رواہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ج۵ ص ۲۴۳

الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں نوزائیدہ مروان بن حکم کو دعا کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے دعا سے انکار کے بعد فرمایا ابن زرقاء! اس کے اور اس کی اولاد کے ہاتھوں میں میری امت ہلاک ہوگی۔[1] یہ روایت مرسل ہے۔

خلفاء بنی امیہ کے بارے:

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خواب بیان کیا ہے کہ میں حکم بن ابی العاص کی اولاد کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے دیکھا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات تک مجھے کھل کھلا کر ہنستے نہیں دیکھا۔[2]

ثوری، علی بن زید بن جدعان، سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں منبر پر بنی امیہ کو دیکھا تو آپ ﷺ کو رنج وملال لاحق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی یہ صرف دنیا کا جاہ وجلال ہے تو آپ ﷺ یہ سن کر خوش ہوگئے اور یہ ہے تفسیر وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ يَعْنِي بَلَاءٌ لِّلنَّاسِ کی۔[3]

اس میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے اور مرسل ہے۔

ابوداؤد طیالسی، قاسم بن فضل حدائی، یوسف بن مازن راسبی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہونے کے بعد کسی نے کہا اے مسلمانوں کو رسوا کرنے والے! تو آپؓ نے فرمایا مجھے ملامت کر کے شرمندہ نہ کر۔ رسول اللہ ﷺ نے بنی امیہ کو خواب میں اپنے منبر پر دیکھا اور فکر مند ہوئے تو سورۃ قدر نازل ہوئی کہ لیلۃ القدر بنی امیہ کی ہزار ماہ کی حکمرانی سے کم وبیش نہیں ہے۔[4]

---

① رواہ نعیم بن حماد فی کتاب الفتن ولملاحم

② رواہ البیہقی فی الدلائل ج٦/ص ٥١١

③ رواہ البیہقی فی الدلائل ج٦/ص ٥٠٩

④ رواہ الترمذی فی جامعہ والحاکم فی مستدرکہ ج٣/ص ١٧٠۔١٧٥ رواہ البیہقی فی الدلائل ج٦/ص ٥٠٩۔٥١٠

یہ روایت امام ترمذی، ابن جریر طبری، حاکم اپنی مستدرک میں بیہقی دلائل النبوۃ میں قاسم سے بیان کرتے۔ یحییٰ بن سعید قطان اور ابن مہدی نے اس کی توثیق کی ہے۔

مجہول راوی:

باقی رہا یوسف بن مازن راسبی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ایک روایت میں یوسف بن سعد بھی ہے اور ابن جریر طبری نے عیسیٰ بن مازن کہا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ مجہول ہے اور اسی سند سے معلوم ہے۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اسے مجہول کہنا، مشکل ہے۔ البتہ مجہول الحال مراد ہو تو ممکن ہے کیونکہ اس سے حماد بن سلمہ، خالد حذاء، اور یونس بن عبیدہ وغیرہ روایت بیان کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ان کو مشہور کہتے ہیں اور ایک روایت میں ان کو ثقہ کہا ہے۔ لہٰذا جہالت وگمنامی کا شائبہ تک نہ رہا (بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) البتہ اس کا دست برداری کے موقعہ پر حاضر ہونا مشکوک ہے ممکن ہے کسی غیر معتبر راوی سے بیان کیا ہو، واللہ اعلم۔ حافظ مزی سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اس کو منکر کہا۔[1]

قاسم بن فضل:

کا یہ بیان کہ حکومت بنی امیہ کا حساب کیا گیا تو وہ واقعی "ہزار ماہ سے کم وبیش" نہ تھے، بھی عجیب وغریب اور محل نظر ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ۱۲ سالہ دور حکومت اس میں کسی طرح بھی شمار نہ ہوگا کہ ان کا دور خلافت ممدوح اور قابل تعریف ہے اور خلفاء راشدین میں شمار ہے جو عدل و انصاف کے جادۂ مستقیم پر قائم رہے۔ نیز یہ حدیث جو بنوامیہ کے دور حکومت کیلئے بیان ہوئی ہے۔ اس سے مذمت کا پہلو بھی نہیں ثابت ہوتا کہ لیلۃ القدر، ان کی ہزار ماہ کی حکومت سے افضل ہے اس میں لیلۃ القدر کی فضیلت مسلم ہے اور یہ فضیلت ان کی حکومت

① البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/۲۷۳

کی مذمت کو مستلزم اور ضروری نہیں کجا یہ کجا وہ' غور کیجئے! یہ ایک باریک نکتہ ہے جس سے اس حدیث کی صحت مشکوک نظر آتی ہے۔ واللہ اعلم

۴۰ھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری اور اتفاق و اتحاد کے سال سے ان کی حکومت کا آغاز شمار کیا جائے تو ۱۳۲ھ تک مسلسل قائم رہی تو ان کی حکومت کا عرصہ ۹۲ سال بنتا ہے۔ جو ہزار ماہ مساوی تراسی سال ۴ ماہ کے بالکل مطابق نہیں۔ بصورت دیگر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ۹ سالہ دور حکومت کو اس مدت سے خارج کر دیا جائے تو ان کی حکومت کا عرصہ ۸۳ سال بنتا ہے یہ بھی ہزار ماہ کے تقریباً برابر ہے پوری طرح مساوی نہیں جیسا کہ بقول قاسم اس میں معمولی کمی بیشی بھی نہیں۔

علاوہ ازیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ۹ سالہ دور حکومت (جس میں حجاز اہواز' عراق اور بقول بعض مصر تک ان کی حکومت محدود رہی) میں بھی بنی امیہ کی حکومت شام میں مستحکم رہی۔ نیز بنی امیہ کی مذموم حکومت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اڑھائی سالہ دور اقتدار کا زمانہ بھی لازماً شمار ہوگا کہ وہ بھی اموی ہیں۔ مگر اس کا کوئی شخص بھی قائل نہیں بلکہ ائمہ اسلام کی صراحت موجود ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شمار خلفائے راشدین میں ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جملہ تابعین میں سے ہیں صرف عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو حجت سمجھتا ہوں۔

غور کیجئے! اب یہ اڑھائی سالہ دور حکومت اس سے خارج کر دیا جائے تو حساب میں خاصا خلل واقع ہوگا۔ اگر اس میں داخل سمجھا جائے تو ان کے اڑھائی سالہ دور حکومت کا مذموم اور برا ہونا لازم آتا ہے' جو ائمہ اسلام کی صراحت کے سراسر خلاف ہے۔ ان وجوہات سے اس حدیث کی غرابت اور نکارت بالکل واضح ہے۔[1]

اختلاف تک حکومت:

نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب تک بنو امیہ میں

---

(1) البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/۵۶۳-۵۶۴

باہمی اختلاف نہ پیدا ہوا اس وقت تک یہ حکومت ان میں قائم رہے گی۔ ①

ابوسالم جیشانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں حکومت بنی امیہ میں قائم رہے گی یہاں تک کہ وہ اپنے حکمران کو قتل کریں گے اور آپس میں حسد کریں گے۔ جب یہ صورت حال پیدا ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان پر مشرقی اقوام کو مسلط کر دے گا جو ان کو یکے بعد دیگر نیست و نابود کر دیں گے اور ان کا محاصرہ کریں گے۔ واللہ! وہ ایک سال حکومت کریں گے تو ہم دو سال حکمران ہونگے دو سال حکمران رہیں گے تو ہم چار سال حکومت کریں گے۔ ②

نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابودرداء سے بیان کرتے ہیں کہ جب شام اور عراق کے درمیان نوجوان مظلوم خلیفہ (ولید بن یزید) قتل کر دیا گیا تو ناحق خون ریزی ہوگی اور حکومت کی طاعت برائے نام ہوگی۔ ③

عباسی حکومت کے بارے:

یعقوب بن سفیان ابان بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ''میری موجودگی میں'' تشریف لائے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خوب عطیات پیش کئے۔ پھر پوچھا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! کیا آپ رضی اللہ عنہ کی نسل میں حکومت ہوگی؟ فرمایا جناب امیر المومنین چھوڑیئے اس میں کیا ہے؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا ہاں ہماری حکومت ہوگی۔ پوچھا آپ رضی اللہ عنہ کے معاون کون ہونگے؟ فرمایا خراسانی اور امویوں کے ہاشمیوں سے روابط ہیں۔ ④

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا (آپ جبرائیل کے ہمراہ تھے میں سمجھا وہ دحیہ کلبی ہے) تو جبرائیل نے نبی علیہ السلام کو بتایا اس کا لباس میلا کچیلا ہے اس کی نسل کا لباس سیاہ ہوگا۔ ⑤

① رواہ نعیم بن حماد فی الفتن والملاحم ص ۱۱۰
② رواہ نعیم بن حماد فی الفتن والملاحم ص ۱۱۰
③ رواہ نعیم بن حماد فی الفتن والملاحم ص ۱۱۱
④ رواہ البیھقی فی الدلائل ج ۶/ص ۵۱۳
⑤ رواہ ابن عدی فی الکامل ج ۲/ص ۶۴۷

اس کی سند میں حجاج بن تمیم رحمۃ اللہ علیہ ایک ضعیف راوی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا آسمان پر کوئی چیز نظر آ رہی ہے؟ عرض کیا جی ہاں! پوچھا کیا ہے؟ عرض کیا ثریا ہے پھر فرمایا تیری نسل سے کہکشاں کے ستاروں کے موافق امت محمدیہ کے راہنما اور حکمران ہونگے۔[1] عبید اللہ بن ابی قرہ کی اس حدیث میں کسی نے متابعت نہیں۔

امام بیہقی نے ایک ضعیف راوی محمد بن عبدالرحمٰن عامری کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا تمہارے خاندان میں نبوت اور سلطنت ہے۔ ابوبکر خیثمہ' ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ نے جس طرح ہمارے خاندان میں حکمرانی کا آغاز کیا ہے امیدوار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر ہی اس کا اختتام کرے گا۔ یہ سند عمدہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا کلام ہے۔[2]

سفاح اور منصور:

یعقوب بن سفیان' حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے ۱۲ امیر ہونگے اور بارہ' پھر قیامت ہوگی۔ یہ بات سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کیسے احمق ہو! ابھی قیامت؟ بعد ازیں ہمارے خاندان سے منصور سفاح اور مہدی ہونگے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام تک۔[3]

امام بیہقی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خاندان سے سفاح' منصور اور مہدی ہے۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل ج ۶ ص ۵۱۴) یہ سند ضعیف اور منقطع ہے کہ ضحاک کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں ہے۔

---

① رواہ ابن عدی فی الکامل ج ۶ / ص ۱۹۸۸

② رواہ البیہقی فی الدلائل ج ۶ / ص ۵۱۳

③ رواہ البیہقی فی الدلائل ج ۶ / ص ۵۱٤

مہدی علیہ الرضوان:

عبدالرزاق حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تمہاری اس بھتی کے پاس خلیفہ کے ۳ بچے قتل ہونگے اور کوئی فیصلہ نہ ہوگا' پھر خراسان سے سیاہ علم بردار لوگ آئیں گے ان سے عظیم جنگ ہوگی۔ پھر خلیفہ مہدی آئے گا جب تم اس کی آمد کی خبر سنو! تو اس کی بیعت کیلئے چلے آؤ' خواہ برف پر چل کر آنا پڑے۔[1]

ابن ماجہ نے یہ روایت احمد بن یوسف سلمی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن یحیٰی ذہلی رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کی ہے۔ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو عبدالرزاق سے بیان کر کے یہ کہا ہے کہ عبدالرزاق اس میں منفرد ہے اور امام بیہقی نے موقوف بھی بیان کیا ہے۔

سیاہ علم:

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے آئیں تو تم ان کی طرف چلے آؤ خواہ برف پر چل کر آنا پڑے ان میں خلیفہ مہدی ہے۔[2]

حافظ بزار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کا تذکرہ کیا تو آپ آبدیدہ ہوگئے اور جھنڈوں کا تذکرہ کر کے فرمایا جو شخص ان کو پائے وہ ان کی طرف چلا آئے خواہ برف پر چل کر آنا پڑے۔[3]

حافظ بزار فرماتے ہیں ہمارے علم یہ حدیث حکم سے صرف ابن ابی لیلیٰ ہی نقل کرتے ہیں اور اس سے صرف واہر بن یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان کرتا ہے جو اہل رائے میں سے ہے اور اسکی حدیث درست ہے۔[4]

---

① رواہ ابن ماجہ فی سننہ فی الفتن

② رواہ البیہقی فی الدلائل ج٦/ص٥١٥

③ رواہ الهیثمی فی مجمع الزوائد ج٧/ص٣١٦

④ البدایۃ والنهایۃ عربی ج٦/ص٣٦٦

حافظ ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیاہ جھنڈے مشرق کی جانب سے آئیں گے۔ وہ جنگ میں مصروف رہیں گے، عدل وانصاف کے غالب ہونے تک اور عدل وانصاف کا مطالبہ کریں گے مگر وہ منظور نہ ہوگا پھر وہ غالب آجائیں گے ان سے بھی عدل کا مطالبہ ہوگا وہ بھی پورا نہیں کریں گے۔ ایہ سند حسن ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے ان کا مقابلہ دشوار ہوگا یہاں تک کہ وہ ایلیا میں گاڑ دیئے جائیں گے۔ ۲

امام ترمذی نے قتیبہ سے بیان کیا ہے اور غریب کہا ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت رشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے بیان کی ہے اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ رشد بن سعد منفرد اور تنہا ہے۔ تقریباً اسی مفہوم کی حامل روایت کعب احبار سے مروی ہے اور احتمال ہے کہ یہی درست ہو واللہ اعلم۔ ۳

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ عباسیہ کے سیاہ جھنڈے آئیں گے اور وہ شام میں فروکش ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر دشمن اور ہر ظالم کو قتل کروائے گا۔ ۴

سفاح:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ آخری زمانہ اور پرآشوب دور میں سفاح ظاہر ہوگا وہ خوب مال ودولت تقسیم کرے گا۔ ۵

---

(۱) رواہ احمد مسندہ ج۲/ص ۳۶۵

(۲) رواہ ابویعلی فی مسندہ رقم ۵۰۸۴

(۳) البدیة والنھایة ج۶/ص ۳۶۷

(۴) رواہ البیھقی فی الدلائل ج۶/ص ۵۱۷

(۵) رواہ احمد فی مسندہ ج۳/ص ۸۰

سفاح ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ' عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب ۱۳۰ھ میں ظاہر ہوا ان کے سیاہ علم تھے اور سیاہ لباس تھا جیسے کہ رسول اللہ ﷺ سیاہ عمامہ باندھے فتح کے روز مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ پھر اس نے بنی امیہ کے ساتھ جنگ وجدال کیلئے اپنے چچا عبداللہ کو روانہ کیا اور ۱۳۲ھ میں ان کو یکسر نیست ونابود کردیا اور بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان الحماد رحمۃ اللہ علیہ میدان جنگ سے فرار ہوگیا۔ بعض اسے مروان جعدی بھی کہتے ہیں کہ وہ جعد بن درہم سے برسر پیکار رہا اور عبداللہ دمشق میں ان کے جملہ املاک پر قابض ہوگیا۔ الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ نے سیاہ علم والی روایات کا استقصا کیا اور ساری بیان کی ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ واقعہ ابھی ظاہر نہیں ہوا بلکہ آخری زمانہ میں ظہور پذیر ہوگا۔[1]

ذلیل بن ذلیل:

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ معمر رحمۃ اللہ علیہ' زہری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل حکومت لکع بن لکع اور ذلیل بن ذلیل کے ہاتھ میں ہوگی' یعنی ابومسلم خراسانی جو عباسی حکومت قائم کرنے میں بنیادی کردار کا حامل تھا۔[2]

انتقال اقتدار:

غرضیکہ ۱۳۲ھ میں اقتدار بنوامیہ سے بنوعباس میں منتقل ہوگیا اور درج ذیل خلفاء تخت حکومت پر متمکن ہوئے۔ ابوالعباس سفاح' ابوجعفر عبداللہ منصور' مہدی محمد بن عبداللہ' ہادی' ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ گذشتہ روایت میں جو مہدی رحمۃ اللہ علیہ مذکور ہے اس سے مراد یہی بنی عباس کا تیسرا خلیفہ ہے' مہدی آخرالزمان الرضوان مراد نہیں جو دکھی دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں گے۔[3]

---

① البدیۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص۳۶۷۔۳۶۸

② البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص۳۶۸

③ البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص۳۶۸

مہدی:

مہدی علیہ الرضوان کے بارے میں جو روایات منقول ہیں ان کو ہم (امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل تصنیف میں بیان کر دیا ہے اور امام ابوداؤد نے بھی سنن میں ایسی روایات کو ایک مستقل باب میں جمع کر دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مہدی یہ اقتدار عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی گذشتہ روایت ''یَخْرُجُ عِنْدَ اِنْقِطَاعٍ مِنَ الزَّمَانِ وَظُهُوْرٍ مِّنَ الْفِتَنِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ السَّفَاحُ'' میں مذکور سفاح سے پہلا عباسی خلیفہ مراد لینا ذرا بعید از عقل ہے اس کو آخری زمانہ پر محمول کرنا قرین قیاس ہے کہ نعیم بن حماد نضیع بن عامر سے نقل کرتے ہیں کہ سفاح ۴۰ برس زندہ رہے گا اس کا نام تورات میں ''طاہر السماء'' ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے سفاح ''خون ریز'' آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے مہدی کی صفت ہو اس لئے کہ وہ عدل انصاف قائم کرنے کی خاطر بکثرت خونریزی کرے گا اور یہ سیاہ علم اس کے ہمراہ ہوں گے (بشرط صحت حدیث) سب سے اول وہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوگا پھر اس کے معاون و مددگار خراسان سے آئیں گے جیسے کہ پہلے عباسی خلیفہ کیلئے آئے۔ مذکور بالا احادیث و روایات کی کوئی اسناد بھی جرح قدح سے مبرا نہیں[1]۔ واللہ اعلم بالصواب!

بارہ امام:

سے مراد رافضیوں کے بارہ امام مراد نہیں بلکہ خلفاء اربعہ اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ مراد ہیں۔[2] بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بارہ خلفاء ہوں گے۔ ''پھر آہستہ سے کچھ کہا میں سمجھ نہ سکا''

---

[1] البدایة والنهایة عربی ج۶/ص۳۶۸-۳۶۹

[2] البدایة والنهایة ج۶/ص۳۶۹

پوچھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سب قریشی ہونگے۔[1]

الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے خلفاء کی تعداد بھی موسیٰ کے نقیبوں اور سرداروں جتنی ہوگی۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ ' حضرت حذیفہ بن یمان ؓ ' حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اور حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسے اقوال منقول ہیں۔[3]

امام ابوداؤد' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ اس میں بارہ خلفاء گزر جائیں اور امت کا ان پر اتفاق ہوگا۔ میں ایک بات نہ سمجھ سکا اور اپنے والد سے پوچھی تو اس نے بتایا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ وہ سب قریشی ہونگے۔[4]

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ایک اور سند سے) حضرت جابر بن سمرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امت مسلمہ کا حال معتدل اور درست ہوگا۔ اپنے دشمن پر غلبہ ہوگا۔ یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گزر جائیں اور وہ سب قریشی ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے بعد گھر تشریف لے آئے تو قریش نے گھر میں آ کر پوچھا پھر کیا ہوگا' فرمایا پھر قتل وغارت۔[5]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلی روایت میں بارہ کی تعداد مذکور ہے' دوسری میں ان کا معزز اور غالب ہونا اور تیسری میں قتل وغارت کا ذکر ہے۔[6]

---

(1) رواه البخاری فی الاحکام ومسلم فی الامارة

(2) رواه نعیم بن حماد فی الفتن والملاحم ص ۵۲

(3) البدایة والنهایة ج۶/ص ۳۶۹

(4) رواه ابو دائود فی سننه فی اول کتاب المهدی

(5) رواه ابو دائود فی سنه فی کتاب المهدی

(6) رواه البیهقی فی الدلائل ج۶/ص ۵۲۰

ولید بن عبدالملک کے عہد تک یہ صفت بدرجہ اتم موجود رہی' پھر کشت وخون کا زمانہ آیا' بعد ازیں عباسیہ کا دور آیا۔ حدیث میں مذکور غلبہ کی صفت نظر انداز کر دی جائے یا قتل وغارت کے بعد والے خلفاء اس میں شمار کر لئے جائیں تو بارہ سے متجاوز ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حکومت قریش میں قائم رہے گی جب تک لوگوں میں سے دو شخص بھی باقی ہونگے۔[1]

بخاری شریف میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت قریش میں ہوگی' ان سے جو کوئی دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اوندھا گرا دے گا جب تک وہ دین کے پابند رہے۔[2] امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ شریعت کے احکام کے پابند ہونگے گو ان میں کوئی عملی کوتاہی ہو۔[3]

بارہ خلفاء:

امام بیہقی وغیرہ کا یہ مسلک کہ بارہ خلفاء سے مراد مسلسل خلفاء مراد ہیں جو ولید بن یزید بن عبدالملک کے عہد تک ہوئے۔ یہ مسلک محل نظر اور قابل اعتراض ہے کہ ولید بن یزید کے عہد تک خلفاء کی تعداد بارہ سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ کے مطابق تیس سال تک چار خلفاء راشدین پانچویں حضرت حسن بن علی حسب وصیت علی رضی اللہ عنہ۔

(بخاری شریف میں حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کے موافق) پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پھر یزید بعد ازیں معاویہ بن یزید' پھر مروان بن حکم پھر عبدالملک پھر ولید بن عبدالملک پھر سلیمان بن عبدالملک پھر عمر بن عبدالعزیز پھر یزید بن عبدالملک پھر ہشام بن عبدالملک پھر ولید بن یزید یہ ولید سے قبل پندرہ خلفاء ہوئے۔

اگر اس میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو شمار کر لیا جائے تو سولہ ہو گئے۔ بہر حال یہ بارہ کی تعداد عمر بن عبدالعزیز سے قبل ہی پوری ہو جاتی ہے۔ جس میں یزید بن معاویہ تو شامل ہے اور

---

(1) رواہ البخاری فی الاحکام
(2) ایضاً
(3) دلائل النبوۃ ج۶/ص ۵۲۱

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خارج ہیں جن کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ وہ خلفاء راشدین میں سے ہیں اور ان کا دور خلافت کا بہترین دور ہے جس کے رافضی بھی معترف ہیں۔ اگر امام بیہقی یہ فرمائیں کہ بارہ خلفاء سے وہ مراد ہیں جن پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہو تو بھی یہ مسلک درست نہیں کہ اس اصول کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ دونوں کا بارہ سے اخراج لازم آتا ہے۔ کیونکہ تمام اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ساری امت کا ان پر اتفاق نہیں ہوا۔ لہٰذا اس قاعدہ کے تحت بارہ کی تعداد کچھ اس طرح ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ 'یزید' عبد الملک' ولید بن سلیمان' حضرت عمر بن عبد العزیز یزید' ہشام۔ یہ دس ہوئے پھر ولید بن یزید بن عبد الملک مگر یہ بھی قابل ترجیح نہیں کیونکہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ کا بارہ خلفاء سے اخراج کے علاوہ حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت لازم آتی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت تیس سال قائم رہے گی پھر بادشاہت کا دور ہوگا اس کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کہنا ہی درست نہیں ہوگا۔[1]

راجح مسلک:

خلافت مسلسل تیس سال قائم رہی پھر اس میں وقفہ آ گیا اور انقطاع پیدا ہوگیا' آئندہ پھر بھی راشد خلفاء ہونگے جیسے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے۔[2] نعیم بن حماد نے حذیفہ بن یمان سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بنی امیہ سے بارہ حکمران اور بادشاہ ہونگے۔ کسی نے کہا یعنی خلفاء فرمایا نہیں' بلکہ بادشاہ۔[3]

---

(۱) البدایة والنهایة عربی ج٦/ص ٣٧٠-٣٧١

(۲) البدية والنهاية عربی ج٦/٣٧١

(۳) رواه نعيم بن حماد فی الفتن والملاحم ص ٥٣

ابوالجلد کی رائے:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حاتم بن صفرہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمسایہ ابوالجلد سے سنا ہے وہ حلفاً کہتا تھا کہ قیامت سے قبل امت محمدیہ میں بارہ خلفاء ضرور پیدا ہونگے جو دین اور شریعت کے پابند ہونگے۔ دو ان میں سے اہل بیت سے ہونگے۔ ایک کی عمر ۴۰ سال ہوگی اور دوسرے کی ۳۰ سال۔[1]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالجلد کے اس مسلک (کہ بارہ خلفاء ضرور پیدا ہونگے مگر تسلسل شرط نہیں) کی خوب تردید کی ہے مگر بن نہیں پڑی۔ ابوالجلد کے اس مسلک کی بیشتر علماء نے تائید کی ہے اور سابقہ گزارشات کے پیش نظر' یہی مسلک قابل ترجیح ہے۔ ابوالجلد مطالعہ کا شوقین تھا' اس کے زیر مطالعہ سابقہ سماوی کتب بھی تھیں' چنانچہ موجودہ تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی اور بتایا کہ اس کی نسل کو خوب پھیلائے گا اور اس کی اولاد میں سے ۱۲ عظیم لوگ پیدا ہوں گے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ وہی بارہ خلفاء ہیں جن کی بشارت اور پیش گوئی حدیث جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ میں مذکور ہے یہ مسلسل نہیں بلکہ متفرق دور میں پیدا ہونگے۔[2]

مغالطہ:

یہودیت کے بعد اسلام قبول کرنے والے بیشتر مسلمانوں کو یہ مغالطہ پیدا ہوا ہے کہ بارہ خلفاء سے مراد وہ بارہ امام ہیں جن کی امامت کے روافض قائل ہیں۔ نعیم بن حماد' کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے بارہ قیم اور حکمران پیدا ہونگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔[3]

---

① رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ ج۶/ص ۵۲۳
② البدایۃ والنھایۃ عربی ج۶/ص ۳۷۲
③ رواہ نعیم بن حماد فی الفتن والملاحم ص ۵۷

نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن عمرو شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ جس کے زیر حکومت حرمین شریفین نہیں وہ خلیفہ نہیں۔

عباسی دور کے بارے پیش گوئی:

الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ میرے پاس حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب نے مجھ سے ''حمعسق'' کے بارے مکرر سوال کیا جواب نہ ملا تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا میں آپ کے بار بار سوال کرنے کی وجہ سمجھ گیا ہوں سنئے! یہ آیت اہل بیت میں سے عبداللہ یا عبدالالہ نامی حکمران کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ ایک مشرقی نہر پر فروکش ہوگا، اس کے دونوں ساحل پر دو شہر تعمیر کرے گا، ان میں ہر متکبر اور ضدی شخص آباد ہوگا۔[1]

من گھڑت روایت:

ابوالقاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ''۱۵۴ھ کے بعد اپنی حقیقی اولاد کی پرورش سے کتے کا پلہ پالنا بہتر ہے'' یہ حدیث موضوع ہے اور عبداللہ بن سمط کی کارستانی ہے۔[2]

الفتن والملاحم میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ خزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعمرو بصری، ابو بیان معافری، بدیع کعب احبار رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ ۱۶۰ھ میں تحمل مزاج لوگوں کے حلم میں دانشوروں کی دانش میں کمی اور کوتاہی پیدا ہو جائے گی۔[3]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پیش گوئی:

امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ ''عنقریب لوگ علم کی تلاش میں دور دراز سفر کریں گے۔ لیکن مدینے کے عالم سے کوئی زیادہ علم والا

---

1. رواہ نعیم بن حماد فی الفتن والملاحم ص ۱۱۹
2. رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر
3. رواہ نعیم بن حماد فی الفتن والملاحم ص ۳۶

نہیں پائیں گے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ بقول ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اس سے مراد امام مالک م ۱۷۹ھ ہیں۔[1]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

ابوداؤد طیالسی نے عبداللہ سے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قریش کو برا بھلا مت کہو۔ ان کا عالم روئے زمین کو علم سے منور اور مالا مال کر دے گا الٰہی! قریش کے اولیں طبقہ کو خستہ حالی سے دوچار کیا ہے تو ان کے بعد آنے والی نسل کو خوشحال بنا' بقول حافظ ابونعیم اصبہانی اس سے مراد امام محمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ شافعی م ۲۰۴ھ ہیں[2] ہم امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کے حالات وتراجم ایک مستقل تصنیف میں مرتب اور جمع کئے ہیں۔

کم عیال:

رواد بن براح رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ ۲۰۰ھ کے بعد خفیف الحاذ اور کم عیال شخص سب سے بہتر ہوگا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت ہوا' خفیف الحاذ کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا جس کا اہل وعیال اور مال کم ہو۔[3]

کرامات:

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرامات کا ظہور ۲۲۰ھ کے بعد ہوگا۔[4]

طبقات:

نصر بن علی جہضمی رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے پانچ طبقے ہیں۔ پہلا طبقہ چالیس سال کا نیک اور متقی لوگوں کا' دوسرا

---

① رواہ الترمذی فی جامعہ فی العلم
② رواہ ابو داؤد الطیالسی
③ ذکرۃ الحوت فی "اسنی المطالب" رقم ۲۶۱
④ رواہ ابن ماجہ فی الفتن

ایک سو بیس تک باہمی رحمت ومودت اور صلہ رحمی کا۔ تیسرا ایک سو ساٹھ تک' منافرت اور قطع رحمی کا دور' پھر قتل وغارت کا دور ہوگا۔ نجات اور اپنی خلاصی کیلئے سر توڑ کوشش کرو۔[1]

نصر بن علی جہضمی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے پانچ دور ہیں ہر دور چالیس سال کا ہے۔ میرا اور صحابہ کرامؓ کا دور اہل علم اور اہل ایمان کا دور ہے۔ اسی سال تک دوسرا دور نیک اور متقی لوگوں کا دور ہے۔ پھر مذکورہ بالا روایت کی طرح بیان کی ہے۔[2] یہ حدیث دونوں سند سے غریب اور اس میں نکارت اور عجوبہ پن واضح ہے' واللہ اعلم

تین دور:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس دور کے متصل ہیں پھر ان لوگوں کا جو اس دور کے بعد ہونگے پھر ایسے لوگ پیدا ہونگے جو اپنے کو موٹا کرنا چاہیں گے مٹاپے کو پسند کریں گے' گواہی دیں گے گواہی کیلئے بلانے سے پہلے (یعنی کذب وافترا کیلئے ہر وقت تیار)[3]

مسلم شریف اور بخاری شریف میں حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا بہترین دور میرا دور ہے' پھر ان لوگوں کا دور جو میرے بعد ہیں پھر ان لوگوں کا دور جو ان کے بعد ہیں پھر ان لوگوں کا جو ان سے بھی بعد ہیں۔ پھر ایسے بے دین لوگ آئیں گے جو گواہی اور قسم دینے میں نہایت بے باک ہونگے۔[4]

ابراہیم راوی کہتے ہیں ابتدائی ایام میں ہمیں گواہی اور حلف دینے پر مار پڑتی تھی۔

---

(1) رواہ ابن ماجہ فی الفتن)

(2) البدایۃ والنہایۃ عربی ج٦/ص ٢٧٥)

(3) رواہ احمد فی مسندو رواہ الترمذی عن طریق اعمش)

(4) رواہ البخاری ومسلم)

مامون کے بارے:

نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا "عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ساتواں خلیفہ لوگوں کو کفر کی دعوت دے گا' لوگ اس کی بات تسلیم نہیں کریں گے اور اس کے اہل خانہ کہیں گے تو ہمیں زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہے گا میں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں لوگ اس کی دعوت کا انکار کریں گے۔[1]

اس پیش گوئی کا مصداق خلیفہ مامون ہے۔ جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ کی لوگوں کو دعوت دی اور اللہ تعالیٰ نے اس غلط عقیدہ سے لوگوں کو محفوظ رکھا۔[2]

پانچ صد سال:

امام احمد، جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قسطنطنیہ کے جہاد کے لئے روانہ کیا تھا اور عہد معاویہ میں، میں نے خیمہ کے اندر ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے سنا' واللہ! مسلم قوم نصف یوم یعنی پانچ صد سے کم زندگی نہیں پائے گی جب شام ایک خاندان کے زیر حکومت ہوگا اس وقت قسطنطنیہ فتح ہوگا۔[3]

ابوداؤد میں حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلم قوم کو نصف یوم تک ضرور قائم رکھے گا۔[4] امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلم قوم کو نصف یوم تک ضرور قائم رکھے گا۔[5] حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نصف یوم کی مدت دریافت ہوئی تو فرمایا پانچ صد سال۔

---

① رواہ نعیم بن حماد فی کتاب الفتن والملاحم ص ٢٤
② البدیة والنهاية ج ٦/ص ٣٧٦
③ رواہ احمد فی مسنده ج ٤/ص ١٩٢
④ رواہ ابوداؤد فی الملاحم
⑤ رواہ ابوداؤد فی الملاحم

اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ ۵ سو سال تک ضرور باقی رہے گی۔ نیز پانچ صد سال تک بقا اور قیام مزید مدت کے منافی نہیں۔ اور یہ نصف یوم سے ۵۰۰ سال کا مفہوم وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (سورہ حج آیت ۴۷) سے ماخوذ ہے کہ ایک یوم تمہارے حساب کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک ہزار برس کے برابر ہے۔

ہزار سال:

"اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَایُؤْلَفُ فِیْ قَبْرِہٖ" کہ نبی علیہ السلام کو روضہ مبارک میں زیر زمین ہزار سال سے زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا' یہ ایک بے بنیاد بات ہے' اسلامی کتب میں موجود نہیں۔ صرف عوام کی زبان پر عام ہے۔ (ایضاً)

حجاز سے آتش کے ظہور کی پیش گوئی:

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس کی روشنی سے بصرہ ملک شام کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔[1]

شیخ شہاب الدین ابوشامہ ۶۶۵ھ تاریخ میں رقم طراز ہے کہ بروز جمعہ ۵ جمادی الاخری ۶۵۴ھ کو آگ نکلی اور ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ رہی اور مدینہ سے متعدد خطوط موصول ہوئے جن میں مدینہ کے مشرقی جانب شظا وادی کے گوشے سے جبل احد کے سامنے اس کے ظاہر ہونے کی کیفیت بیان کی ہے کہ وہ پورے میدان میں پھیل چکی ہی اور اس سے چنگاریاں اڑ رہی ہیں جو حجاز کو تباہ کر دیں گی۔

بروز سوموار یکم جمادی الاخری ۶۵۴ھ میں سخت دھماکہ ہوا اور زلزلہ آیا جو شب و روز بڑھتا رہا' یہاں تک کہ ۵ جمادی الاخری بروز جمعہ یہ آگ نمودار ہوئی آگ کی شدت سے وادی شظا کے پہاڑ بہہ پڑے اس کا طول ۱۲ میل عرض ۴ میل عمق آدمی کے

ڈیڑھ قامت کے برابر تھا۔ تانبے کی طرح پتھر پگھل کر بہہ پڑے' پھر وہ کوئلے کی طرح سیاہ ہو گئے۔ اس کی روشنی تیما تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اتنی تیز تھی کہ رات کے وقت لوگوں نے اس روشنی میں لکھا گویا ہر گھر میں چراغ ہے اور مکہ کے باشندوں نے بھی آگ کی روشنی دیکھی ہے[1]

مجھے (امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) قاضی صدر الدین علی بن ابی قاسم تیمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد شیخ صفی الدین مدرس مدرسہ بصریٰ کی معرفت بتایا کہ ان کو متعدد لوگوں نے جو اس وقت بصری میں موجود تھے بتایا کہ انہوں نے اس آگ کی روشنی میں رات کو بصری کے اونٹوں کی گردنیں دیکھیں ہے[2]

مورخ ابو شامہ لکھتے ہیں کہ مدینہ کے باشندوں نے ان دنوں مسجد نبوی میں پناہ لی اور توبہ واستغفار کی'' غلام آزاد کئے' صدقہ وخیرات تقسیم کئے۔ اسی سال بغداد میں پانی کا سخت سیلاب آیا جیسے مدینہ کے نواح میں آگ کا طوفان آیا کسی شاعر نے یہ اس طرح نظم کیا ہے:

سُبْحَانَ مَنْ اَصْبَحَتْ مَشِيْئَتُهٗ
جَارِيَةٌ فِي الْوَرَىٰ بِمِقْدَارٍ
اَغْرَقَ بَغْدَادَ بِالْمِيَاهِ كَمَا
اَحْرَقَ اَرْضَ الْحِجَازِ بِالنَّارِ[3]

ظالم انتظامیہ اور عریانی:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو ایسے لوگ دیکھو گے جو صبح شام اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب میں ہونگے اور ملعون ہونگے ان کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہونگے ہے[4]

---

(1) البداية والنهاية ج٦/ص ٣٧٧
(2) ایضا
(3) البداية والنهاية عربي ج٦/ص ٣٧٧-٣٧٨
(4) رواه مسلم ورواه احمد في مسنده ج٢/ص ٣٢٣

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو قسم کے دوزخی ابھی تک میرے مشاہدے میں نہیں آئے۔

(۱) ان کے ہاتھوں میں گائے کے دم جیسے کوڑے ہیں جو لوگوں پر برساتے ہیں۔

(۲) عورتیں لباس پہنے ہوئے مگر عریاں، خود گناہ کی طرف مائل اور دوسروں کو خراب کرنے اور گناہ کی ترغیب دینے والیاں۔ ان کی چوٹیاں اور جوڑے بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ہونگی وہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی مہک پائیں گی۔ اس کی مہک بہت دور مسافت سے آتی ہے۔[1]

اس پیش گوئی کے مطابق یہ کوڑے بردار سپاہی صدیوں سے موجود ہیں۔ اسی طرح عریاں لباس پہننے والی عورتیں بھی جو ان کی عریانی میں مزید اضافے کا موجب ہوتا ہے اور غیروں کیلئے زیب و زینت کا سامان ہوتا ہے۔[2]

رزق کی فروانی:

امام احمد اور حافظ بیہقی، طلحہ بن عمرو بصری رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے رزق کی تنگی کا شکوہ کیا، یا رسول اللہ ﷺ صرف کھجور کھانے سے معدے خراب ہو چکے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا ایسا وقت آیا ہے کہ ہمارے پاس کھانے کو سوائے پیلو کے اور کچھ نہ تھا۔ پھر ہم ہجرت کر کے انصار کے پاس آئے انہوں نے ہمیں اپنے کھانے میں شریک کیا، وہ کھجور کھاتے ہیں، واللہ! مجھے اگر روٹی کھلانے کی استطاعت ہوتی تو ضرور کھلاتا۔ ہاں! البتہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے، تمہارے لباس کعبہ کے غلاف کی طرح ریشمی ہونگے اور صبح شام کھانے سے برتن لبریز ہونگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری یہ فقر و فاقہ کی زندگی بہتر ہے یا وہ؟ فرمایا تمہاری یہ

(۱) رواه مسلم فی للباس والزينة

(۲) البداية والنهاية عربی ج٦/ص ٣٧٩

تنگ دستی کی زندگی بہتر ہے۔ تم آج آپس میں بھائی بھائی ہو اور خوشحالی میں تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔[1]

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن سعید کی معرفت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میری امت کے لوگ ناز ونخرے سے اترا کر چلیں گے، فارس اور روم کے لوگ ان کے خادم ہونگے تو اللہ تعالیٰ ان میں باہمی رقابت اور بغض پیدا کر دیگا۔ امام بیہقی نے یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔

ہر صدی کے اختتام پر مجدد:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں اس امت کے لئے ایسا عالم پیدا کرے گا جو بدعات اور خرافات کو مٹا کر دین کو تازہ کر دے گا۔[2]

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ روایت عبدالرحمٰن بن شریح اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کی ہے۔ مگر صرف شراحیل رضی اللہ عنہ تک سند بیان کی ہے۔ صدی کے اختتام پر ہر فرقہ اپنے اپنے علماء اور مشائخ کو مجدد قرار دیا ہے اور اس حدیث کا مصداق ٹھہراتا ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ حدیث تجدید، صدی کے ہر عالم اور مبلغ پر صادق آتی ہے جس نے تبلیغ وغیرہ کے ذریعہ دین کی آبیاری کی اور بدعات کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ہر زمانہ میں کچھ اچھے اور نیک لوگ دین کا علم حاصل کریں گے جو غالی اور بدعتی لوگوں کی تحریفات اور بدعات کو واضح بیان کریں گے، جھوٹے اور باطل لوگوں کی جعل سازی کو مٹا دیں گے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ طریق کار آج آٹھویں صدی تک موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جاری ساری رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر کرے، اپنے نیک بندوں میں شامل فرمادے اور جنت کے وارث قرار دے۔ آمین یارب العالمین۔[3]

---

① رواہ احمد فی مسندہ ج۳ ص ۴۸۷
② رواہ ابوداؤد فی اول کتاب الملاحم
③ البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶ ص ۳۸۰

حق پرست گروہ اہل حدیث:

بخاری شریف میں ہے ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اس کا ساتھ چھوڑ کر اسے رسوا کرنے والا اور مخالفت کرنے والا کوئی بھی اس کو تا قیامت نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ وہ اسی طرح اپنے راستے پر گامزن رہے گا۔

بخاری شریف میں ہے یہ گروہ شام میں ہے۔ اور اکثر علماء سلف کا خیال ہے وہ اہل حدیث ہیں۔ یہ بھی ایک پیش گوئی ہے اور شام میں بہ نسبت اور ممالک کے اہل حدیث بکثرت موجود ہیں۔ خصوصاً دمشق میں اللہ اس کو محفوظ و مامون رکھے جیسے کہ حدیث میں آیا کہ پر آشوب دور میں شام مسلمانوں کا قلعہ اور ڈیرہ ہے۔[1]

نزول عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی:

مسلم شریف میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ بن مریم آسمان سے دمشق میں سفید مشرقی منارہ پر اتریں گے۔[2]

تصحیح:

حدیث مسلم شریف میں ہے "اِنَّهٗ يَنْزِلُ مِنَ الْمَسَاءِ عَلٰى مَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيْ دِمَشْقِ" غالب خیال ہے کہ یہ الفاظ یوں ہیں "عَلَى الْمِنَارَةِ الْبَيْضَاءِ الشَّرْقِيَهِ بِدِمَشْقِ" کسی صاحب سے معلوم ہوا کہ مسلم کے ایک نسخہ میں اسی طرح ہے مگر مجھے وہ اب تک نہیں میسر ہوا۔ وَاللّٰهُ الْمُيَسِّرُ

۷۴۰ھ میں عیسائیوں نے ایک سازش کے تحت یہ منارہ جلا کر خاکستر کر دیا تو بطور پاداش ان کے مال و دولت سے اس کی تجدید اور مرمت ہوئی۔ اس حدیث میں یہ راز مضمر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی مینار پر نزول فرمائیں گے جو عیسائیوں کے سرمایہ سے تیار

---

① البداية والنهاية عربي ج٦ ص ٣٨١

② رواه مسلم في الفتن واشراط الساعة

شدہ ہے اوران کے بہتان اورجھوٹے الزامات کی تردید کریں گے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ اورآپ پر تراشے' صلیب توڑ ڈالیں گے' خنزیر کوقتل اور ہلاک کرڈالیں گے' جزیہ موقوف کردیں گےاورصرف اسلام ہی قبول کریں گےاوراس کے مخالف کو تہ تیغ کردیں گے۔

یہ بات بھی رسول اللہ ﷺ نے بتائی اور باقی پیش گوئیوں کی طرح پوری ہوگی۔ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ دَائِمًا

نبی علیہ السلام کے معجزات کا دیگرانبیاءکرام کے معجزات سے تقابل اور آنحضور ﷺ کے خصوصی اعجازات

آنحضور ﷺ کے خصوصی معجزات میں سے کتاب اللہ ایک ایسا لاجواب معجزہ ہے کہ باطل کی مجال ہی نہیں کہ اس پر کسی پہلو سے حملہ آور ہو سکے' نہ اعلانیہ نہ خفیہ' یہ ایک زندہ جاوید' معجزہ' تابندہ دلیل و برہان' بےنظیر و بے مثال کلام ہے۔جن وانسان سب کو چیلنج ہے کہ ایسی لاجواب کتاب لاؤ (کتاب ممکن نہیں) تودس سورتیں ہی بنالاؤ (یہ بھی دشوار ہے) توکم ازکم ایک سورۃ ہی مرتب کرڈالومگروہ سب دم بخوداورعاجز رہ گئے۔[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عطافرمائے کہ ان کو دیکھ کرلوگ ایمان لائے' مجھے قرآن کا معجزہ عطاہوا ہے۔مجھے امیدا ہے کہ قیامت کے روز میرے فرمانبرداروں کی تعدادسب سے زیادہ ہوگی۔[۳]

یعنی ہرنبی کوخارق عادت معجزات سےنوازا گیا ہے جوعقل منداوردانشور کی دانش و بینش سے ایمان کی اپیل کرتے ہیں۔قرآن پاک مجسم معجزہ ہے' جو نبی پاک ﷺ کوملا ہے وہ ایک لازوال ابدی اوردائمی معجزہ ہے' پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح وقتی اور

---

① البدایة والنہایة عربی ج٦/ص ٣٨١
② البدایة والنہایة عربی ج٦/ص ٣٨١
③ رواہ البخاری فی فضائل القرآن

عارضی معجزہ نہیں جو ان کی وفات کے ساتھ ختم او رنا پید اہو گئے۔اب صرف ان کی یاد باقی ہے۔

خصوصی معجزات:

بخاری شریف و مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ معجزات عطا ہوئے ہیں، جس سے ہر نبی محروم رہا ہے۔ ایک ماہ کی مسافت پر دشمن مجھ سے مرعوب اور لرزہ براندام رہتا ہے۔ تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ (اور اس کی مٹی تیمم کیلئے) پاک ہے۔ مسلمان کو جہاں وقت نماز آجائے وہیں پڑھ لے۔ میرے لئے مال غنیمت حلال اور پاک ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں ہوا۔ مجھے شفاعت کا اذن عطا ہوا۔ پہلے نبی علیہ السلام اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے، میں عالمگیر نبی اور رسول ہوں۔[1]

سابقہ انبیاء کا ہر معجزہ دراصل خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا ہی معجزہ ہے کیونکہ ہر نبی علیہ السلام نے آپ ﷺ کی آمد کی بشارت سنائی اور آپ ﷺ کی متابعت اور پیروی کا حکم دیا۔ اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت ودانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا۔ انہوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کیا۔ خدا نے فرمایا کہ تم اس عہد و پیمان کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔[2]

بخاری شریف وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پہلے سب انبیاء علیہم السلام سے فرداً فرداً عہد و پیمان لیا گیا تھا کہ اگر ان کے زمانے میں محمد ﷺ مبعوث ہوں تو لازماً ان پر ایمان لانا، ان کی اتباع اور مدد کرنا۔

---

(۱) رواہ البخاری فی التیمم و مسلم فی لمساجد

(۲) سورۃ آل عمران آیت ۸۱/۸۲

بیشتر اہل علم سے منقول ہے کہ ہر امتی اور ولی کی کرامت نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے کہ ولی اور امتی کا یہ شرف اور کرامت محض نبی علیہ السلام کی متابعت اور پیروی کی برکت کا نتیجہ اور اسکے ایمان کا ثمرہ ہے۔

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا دیگر انبیاء کرامؑ کے معجزات پر ترجیح اور موازنہ" کے اضافہ کا خیال مجھے استاذ گرامی شیخ الاسلام کمال الدین ابوالمعالی محمد بن علی انصاری سماکی عرف زملکانی رحمہ اللہ ۷۲۷ھ کا رسالہ دیکھ کر ہوا جو سیرت ابن ہشام وغیرہ کا خلاصہ اور اختصار ہے۔ یہ کتاب معلومات افزاء اور بیشتر فوائد کی حامل ہے مگر نا تمام اور ناقص ہے شاید کچھ اوراق گم ہوگئے یا کسی اور وجہ سے نامکمل رہ گئی، بعض احباب نے مجھ سے اس کی تکمیل کا تقاضا کیا، میں نے اجر و ثواب کی خاطر اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا۔

معجزات میں موازنہ کے بانی:

استاذ گرامی امام ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۲ھ سے میں نے ایک درس سنا تھا کہ معجزات میں تقابل اور موازنہ کے موسس اور بانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے عمر بن سوار سے امام شافعی کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو معجزہ کسی نبی کو عطا کیا اس جیسا معجزہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا کیا۔ ابن سوار نے استفسار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کے زندہ کرنے کا معجزہ عطا ہوا؟ تو امام شافعی نے حنانہ ستون اور کھجور کے تنے کے رونے کا ذکر کیا اور فرمایا یہ بے جان اور بے زبان لکڑی کا رونا مردہ کے زندہ کرنے سے بہت بڑا معجزہ ہے۔ تین جلدوں کی ضخیم کتاب "دلائل النبوۃ" میں حافظ ابونعیم نے بھی ایک فصل میں معجزات کا نہایت عمدہ تجزیہ اور تقابل پیش کیا ہے۔ اور امام فقیہ ابومحمد عبداللہ بن حامد نے بھی اپنی تصنیف دلائل النبوۃ میں جو ایک نہایت نفیس اور جلیل القدر کتاب ہے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے۔ اسی طرح صرصری شاعر نے بھی اپنے بعض قصائد میں یہ تقابل پیش کیا ہے۔ انشاء اللہ ان جملہ مصادر اور ماخذ سے بہ اختصار اقتباسات پیش کریں گے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

---

① البدایة والنهایة عربی ج ٦/ص ٣٨٣

حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں:

جب نوح علیہ السلام قوم کی فلاح اور صلاح سے مایوس ہو گئے اور ان کی رشد و ہدایت سے ناامید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی الٰہی! میں ان کے مقابلہ میں کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔ پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دھانے کھول دیئے اور زمین میں چشمے جاری کر دیئے تو پانی ایک کام کیلئے جو مقدر ہو چکا تھا ہو گیا اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ایک کشتی پر سوار کر لیا جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی۔① پھر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور ان کے رفقا کو سلامتی سے ہمکنار کیا اور کفار کو تہس نہس کر دیا۔

شیخ ابوالمعالی زملکانی کے مخطوطہ سے میں نے نقل کیا ہے کہ ہر نبی کے معجزہ کے موافق ہمارے نبی کریم کے بھی معجزات ہیں۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مفصل بیان کرنا تو بڑی طوالت کا باعث ہے جو کئی جلدوں میں بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ ہم چیدہ چیدہ بیان کرتے ہیں مثلاً سفینہ نوح کا قصہ۔

یاد رہے کہ پانی کی سطح پر کشتی کے بغیر چلنا کشتی پر سوار ہو کر چلنے سے نہایت عجیب و غریب اور انوکھا کارنامہ ہے۔ امت محمدیہ کے متعدد بزرگان پانی میں اترے' اور صحیح سلامت ساحل پر پہنچے کہ انکی کوئی چیز نہ بھیگی تھی۔ منجاب بیان کرتا ہے کہ دارین میں ہم حضرت علا بن حضرمیؓ کے ہمراہ جہاد میں مصروف تھے' آپؓ نے تین دعائیں کیں اور وہ سب قبول ہوئیں۔ ہم ایک منزل میں فروکش ہوئے مگر پانی ناپید تھا۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز کی بعد دعا کے الٰہی! ہم تیرے بندے ہیں اور تیری راہ میں دشمن سے جہاد کر رہے ہیں' الٰہی بارش برسا' وضو کریں اور پئیں لیکن مجاہدین کے علاوہ یہ کسی کو نصیب نہ ہو۔

ہم تھوڑی دور چلے تو ایک میدان میں بارش ہو چکی تھی' ہم نے وضو کیا اور حسب ضرورت پیا۔ راوی کہتا ہے میں نے آزمائش کیلئے اپنا برتن پانی سے بھر کر وہیں چھوڑ دیا

---

①(سورۃ القمر آیت ۱۰۔۱۵)

اور خود چلا آیا تھوڑی دیر چلنے کے بعد میں نے کہا میں اس منزل پر اپنا برتن بھول آیا ہوں وہ لے کر میں ابھی آیا۔ چنانچہ میں واپس گیا تو وہاں بارش کا نام ونشان نہ تھا (گویا وہ صرف مجاہدین کیلئے تھی) پھر ہم چلتے چلتے سمندر کے ساحل پر پہنچے تو علا بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ! ہم تیرے غلام ہیں اور تیری راہ میں مجاہد ہیں۔ الٰہی! ہمارے لئے کفار کی طرف راستہ بنا دے۔ چنانچہ ہم سمندر کے خشک ہونے کے بعد پار ہوئے اور اس کرامت سے پانی زمین کی طرح جامد ہو گیا۔ اس کرامت کا ظہور بھی نبی علیہ السلام کی برکت سے ہوا۔[1]

یہ مذکور بالا واقعہ دلائل النبوۃ' میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں اور تاریخ کبیر میں امام بخاری نے اور سند سے بیان کیا ہے۔ نیز امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں بھی علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔

عجائبات:

(۱) امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں امت مسلمہ میں تین عجائبات دیکھے ہیں اگر وہ بنی اسرائیل میں رونما ہوتے تو کوئی قوم اس کے مدمقابل نہ ہوتی۔ حاضرین نے پوچھا جناب ابوحمزہ! وہ کیا ہے؟ بتایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اصحاب صفہ میں تھے' ایک خاتون نوجوان بیٹے کے ہمراہ ہجرت کر کے آئی خاتون کو اہل خانہ کے پاس بھیج دیا اور نوجوان کو اصحاب صفہ میں شامل کر دیا کچھ دنوں بعد وہ وبائی مرض سے فوت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے کفن دفن کا حکم دیا' ہم نے اس کے غسل کی تیاری کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی والدہ کو اطلاع کر دو میں نے مطلع کیا تو وہ آ کر اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے قدموں کو پکڑ کر دعا کی' الٰہی! میں بخوشی مسلمان ہوئی' بتوں کی مخالفت کی' بصد شوق ہجرت کی' مجھے ایسی مصیبت میں مبتلا نہ کر جسے میں

---

(۱) (البدایة والنهایة عربی ج٦/ص ٣٨٤)

برداشت نہ کرسکوں، واللہ! اس کی دعا ابھی پوری طرح ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے پاؤں کو جنبش دی اور چہرے سے کپڑا اتار دیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال اور اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہا۔[1]

(۲)...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی اس میں شامل تھا اور حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ امیر کارواں تھے۔ ہم میدان جنگ میں آئے تو پانی کا نام ونشان نہ تھا اور شدید گرمی کا موسم تھا' انسان اور حیوان سب پیاس سے بلک رہے تھے۔

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا:

یہ واقعہ جمعہ کے روز پیش آیا۔ زوال کے بعد امیر کارواں نے دو رکعت نماز جمعہ" پڑھا کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ آغاز دعا کے وقت مطلع بالکل صاف تھا۔ ابھی دعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے' ہوا آئی اور آسمان ابر آلود ہوگیا' بارش آئی اور جل تھل ہوگیا' خوب پیا اور جانوروں کو پلایا۔ پھر غنیم کی طرف بڑھے تو وہ خلیج عبور کر چکا تھا۔ امیر کارواں نے خلیج کے ساحل پر کھڑے ہو کر دعا کی (یا علیٰ یا عظیم یا حلیم یا کریم) اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر عبور کرو۔ چنانچہ ہم سب عبور کر گئے اور گھوڑوں کے پاؤں بھی تر نہ ہوئے۔ دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ قتل وقتال کے بعد باقی ماندہ کو گرفتار کرایا پھر خلیج کے ساحل پر واپس آئے' وہی دعا کی اور عبور کرنے کا حکم دیا پھر بھی گھوڑوں کے پاؤں تر نہ ہوئے۔

پھر امیر کارواں علاء بن حضرمی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ ہم نے نماز جنازہ کے بعد دفن کر دیا تو ایک اجنبی نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا یہ بہترین انسان' ابن حضرمی رضی اللہ عنہ ہے۔ اس نے کہا یہ دریا کا ساحل ہے' قبر محفوظ نہیں رہتی' نعش ننگی ہو جاتی ہے۔ کچھ دور دفن کرو تو بہتر ہے۔ چنانچہ ہم نے قبر کھودی تو وہ لحد میں موجود نہیں اور لحد حد نظر تک منور ہے۔ پھر ہم نے قبر کو استوار کیا اور واپس چلے آئے۔[2]

---

① رواه البيهقي في الدلائل ج٦/ص٥٣

② رواه البيهقي في الدلائل النبوة ج٦/ص ٥٢-٥٣

دلائل النبوۃ میں امام بیہقی' اعمش کے کسی استاد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم دجلہ کے ساحل پر پہنچے' اس میں شدید طغیانی تھی' اور دشمن اس سے پار تھا۔ ایک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور وہ پانی کی سطح پر تیرنے لگا۔ باقی مسلمانوں نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور تیرنے لگے تو یہ منظر دیکھ کر کافر کہنے لگے' دیوانے دیوانے' پاگل پاگل۔ دریا عبور کیا تو صرف ایک پیالہ گم پایا جو زین کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ جب پار ہوئے تو مال غنیمت خوب ملا۔[1]

تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ابوعبیدہ ثقفی امیر کارواں نے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا پڑھ کر سب سے پہلے گھوڑا دریا میں ڈالا تھا' اور پھر سارے لشکر نے ان کے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے۔ عجمیوں نے یہ منظر دیکھ کر دیوانے' دیوانے کہنا شروع کر دیا پھر وہ پسپا ہو گئے' مسلمانوں نے ان کو موت کے گھاٹ اتارا اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعبداللہ بن ایوب خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ وتعارف میں یہ نقل کیا ہے کہ ابومسلم خولانی روم کے علاقہ میں جہاد میں مصروف تھے۔ ایک نہر کے پاس آئے تو ابومسلم خولانی نے کہا بسم اللہ پڑھ کر عبور کرو۔ خود آگے چلنے لگے اور دوسرے آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے' جب عبور کر گئے تو پوچھا کسی کا کچھ گم تو نہیں ہوا' گم شدہ چیز کا میں ضامن ہوں' چنانچہ ایک آدمی نے اپنا تھیلا عمداً پھینک دیا تھوڑی دور گئے تو اس نے کہا میرا تھیلا گر پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ہے' اٹھا لو۔[2] ابوداؤد میں بھی یہ مروی ہے۔

حافظ ابن عساکر' حمید بن ہلال عدوی کے ابن عم سے نقل کرتے ہیں کہ ابومسلم خراسانی کے ہمراہ میں ایک جنگ میں گیا۔ ہم ایک عظیم نہر کے ساحل پر آئے ہم نے وہاں کے باشندوں سے پوچھا پتن کہاں ہے؟ معلوم ہوا کہ پتن یہاں سے دورات کی

---

(1) رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص ۳۸۶

(2) ذکرہ ابن منظور فی مختصر تاریخ دمشق ورواہ ابوداؤد فی سننہ

مسافت پر ہے تو ابو مسلم خراسانی نے کہا الٰہی! تو نے اسرائیل کو بحر قلزم عبور کرادیا تھا ہم بھی تیرے بندے ہیں اور تیرے راستے میں جہاد کیلئے آئے ہیں' ہمیں بھی یہ نہر پار کرادے۔ پھر انہوں نے کہا بسم اللہ پڑھ کر عبور کرو۔ ہم سب عبور کر گئے اور پانی کی سطح گھوڑوں کے گھٹنوں سے ذرا بلند تھی' عبور کرنے کے بعد پوچھا کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو دعا کریں۔[1]

اصحاب رسول اللہ ﷺ کے یہ واقعات رسول اکرم ﷺ کے ہی معجزات ہیں کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی کا ثمرہ اور آپ ﷺ کی رسالت کی برکت ہے۔ یہ واقعات حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے معجزات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سمندر پھٹنے کے اعجاز کے عین مشابہ ہیں۔ بلکہ یہ اس سے بھی عجیب تر ہے کہ وہ کشتی کے ذریعہ سطح آب پر چلے اور یہ گھوڑوں پر' دیگر سمندر کا پانی ساکن اور غیر متحرک تھا اور یہ جاری تھا۔ جاری پانی پر چلنا ساکن پانی کی نسبت دشوار ہوتا ہے گو طوفان نوح علیہ السلام عظیم اور بے مثال تھا۔ اور یہ اس کی نسبت معمولی' مگر اعجاز اور خرق عادت میں قلیل کثیر کا کوئی تفاوت نہیں۔

اسی طرح بحر قلزم میں راستے بن گئے اور راستوں میں کوئی کیچڑ نہ تھا بالکل صاف اور خشک ان کی سواریاں بلا جھجک عبور کر گئیں۔ جب سب پار ہو گئے تو فرعون نے اپنا لشکر آگے بڑھایا اور وہ سب سمندر کی لہروں کی نذر ہو گئے۔ جیسے اسرائیل بلا کم و کاست سب عبور کر گئے' اسی طرح فرعونی سب کے سب غرق ہو گئے۔

الغرض حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ حضرت ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی اور حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی کا پانی کی سطح پر چلنا اور صحیح سلامت پار کر جانا ایک عظیم کرامت ہے۔ اگر رسول اکرم ﷺ سید الانبیاء خاتم الانبیاء صاحب معراج' امام شب معراج' خطیب محشر' صاحب جنت' صاحب مقام محمود کے عہد میمون میں اس عبور و مرور کی ضرورت لاحق

---

[1] ذکرہ الحافظ الذھبی فی العشیر ج ۴/ ۱ و تاریخ الاسلام ج ۳/ص ۱۰۴

ہوتی تو لامحالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پار ہو جاتے۔

دلائل النبوۃ:

از ابو نعیم اصبہانی کی ۳۳ ویں فصل' معجزات مصطفیٰ اور دیگر انبیاء کرام کے معجزات میں موازنہ مذکور ہے کہ نوح علیہ السلام کی معجزانہ دعا ان کے غیظ و غضب کی شفا کہ نافرمانوں کو روئے زمین سے نیست و نابود کر دینا اور مومنوں کو کچھ گزند نہ پہنچا' ایک عظیم معجزہ ہے جو قضاء و قدر کے موافق رونما ہوا۔[1]

اوجھڑی کا واقعہ:

ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب کفار قریش نے تکذیب کی' اذیت پہنچائی' ذلت و رسوائی سے ہمکنار کیا یہاں تک کہ بے وقوف عقبہ نے بحالت سجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر اوجھڑی ڈال دی' کسی کو اتار پھینکنے کی ہمت نہ ہوئی بلکہ کفار اس منظر سے ایسے محفوظ اور مسرور تھے کہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور پشت سے اوجھڑی اتار کر ان کفار کو جلی کٹی سنائیں۔ اسلام کے بعد نبی علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور نام بہ نام بددعا کی۔ الٰہی ابوجہل' عتبہ' شیبہ' ولید بن عتبہ' امیہ بن خلف' عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو پکڑ لے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی مبعوث کیا' یہ سب جنگ بدر میں ہلاک ہوئے اور بدر کے بے آباد کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔[2]

جنگ بدر میں دعا:

قریش بڑی شان و شوکت دبدبہ اور آن بان سے میدان بدر میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صف آراء ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی! یہ

---

[1] البدایة والنهایة عربی ج٦/ص٣٨٨
[2] رواه البخاری فی صحیحه فی الوضوء وفی الصلاة

قریش بڑے فخر و غرور سے آئے ہیں، تیرے نبی ﷺ کی تکذیب کر رہے ہیں اور جنگ وجدال پر آمادہ ہیں ان پر آج مصیبت ڈال۔ چنانچہ ان میں سے ستر قتل ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب ہلاک ہو جاتے۔ لیکن قدرت کو یہ منظور تھا کہ بعض ان سے مسلمان ہونگے۔[1]

عتبہ بن ابی لہب:

عتبہ بن ابی لہب نے جب رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور نازیبا الفاظ کہے تو رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی، الٰہی! اس پر درندہ مسلط کر۔ چنانچہ شہر بصریٰ کے قریب وادی زرقا میں اسے شیر نے پھاڑ ڈالا۔[2]

اسی طرح مکہ میں قریش آپ ﷺ کی بددعا سے قحط سالی کا شکار ہوئے، ان کی التجا پر آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور خشک سالی رفع ہوئی (ایسے ہی بیشتر اور واقعات ہیں) (ایضاً)

امام الفقیہ ابو محمد عبد اللہ بن حامد دلائل النبوۃ میں "رسول اکرم ﷺ کے معجزات اور دیگر انبیاء کرام کے معجزات میں موازنہ اور مقابلہ" کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ جب نوح علیہ السلام کفار کی جانب سے ناقابل برداشت اذیت، بے حد رسوائی اور ذلت، شریعت سے انحراف، اور کفر پر اصرار سے دل برداشتہ ہوئے تو ان پر بددعا کی۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا[3]

میرے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔" اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ سب غرقاب ہوئے، جانور تک کوئی زندہ نہ بچا۔

ہاں! رسول اکرم ﷺ سے بھی جب قریش گستاخی سے پیش آئے اور آپ ﷺ کی بات قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں وہ بجالائے۔ آپ ﷺ نے بددعا نہیں کی، بلکہ صبر کیا اور ان کیلئے ہدایت کی دعا فرمائی، بقول

---

① السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق ج ۱/ص ۶۲۱

② البدایۃ والنہایۃ ج ۶/۲۸۹

③ سورۃ نوح آیت ۲۶

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ موازنہ نہایت دل آویز ہے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے ان کو دعوت توحید پیش کی تو وہ درپے آزار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم اور بے کسی کے عالم میں تھے کہ قرن الثعالب کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہاڑوں کے فرشتہ نے عرض کیا حضور! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے خوب باخبر ہے' اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تو ان پر پہاڑ گرا کر کچل دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں میں انہیں مہلت دیتا ہوں۔ اور اس انتظار میں ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے کوئی توحید پرست پیدا کردے۔[2]

موسلا دھار بارش:

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول کی اور ہم نے موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دھانے کھول دیئے فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ اس کے بالمقابل حافظ ابونعیم نے احادیث استسقاء پیش کی ہیں مثلاً ایک دیہاتی نے خشک سالی اور فقر وفاقے کا شکوہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ الٰہی بارش برسا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترنے بھی نہیں پائے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکنے لگے اور موقعہ کی مناسبت سے کسی نے جناب ابوطالب کے قصیدہ لامیہ کے یہ دو شعر پڑھے۔

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثُمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ
يَلُوْذُ بِهِ الْهِلَاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

---

(1) البداية والنهاية عربی ج٦/٣٨٩

(2) رواه البخاری فی صحيحه فی بدء الخلق ومسلم فی صحيحه فی الجهاد والسير

(سفید چہرہ جس کی بدولت ابر باراں طلب کیا جاتا ہے' یتیموں کا جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ اور سہارا ہے۔ کمزور و ناتواں ہاشمی اس کی پناہ لیتے ہیں وہ ان کے پاس انعام واکرام سے بہرہ مند ہیں)

اسی طرح بارش کی آپ ﷺ نے بارہا دعا کی اور قبول ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کرایا کرتے تھے اور بارش برس جاتی تھی۔ نیز ساری دنیا میں مسلمان بارش کی دعائیں کرتے ہیں اور خوب بارش برستی ہے۔ جب کہ غیر مسلمانوں کی اکثر دعا قبول نہیں' وللہ الحمد۔ علاوہ ازیں بارش کا پانی رحمت اور برکت ہوتا ہے اور طوفان ہلاکت اور زحمت کا مظہر ہوتا ہے۔[1]

مدت رسالت میں تقابل:

حافظ ابونعیم اصبہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام مسلسل ۹۵۰ سال وعظ و تبلیغ کرتے رہے۔ اتنی مدت مدید میں صرف سو سے کم لوگ ہی مسلمان ہوئے اور ۲۳ سالہ زندگی میں رسول اللہ ﷺ پر مشرق و مغرب کے لاتعداد لوگ ایمان لائے۔ بڑے بڑے جابر حکمران مطیع ہوئے' قیصر و کسریٰ لرزہ براندام تھے' نجاشی اور اکثر اقیال یمن برضاء ورغبت مسلمان ہوئے۔ جو ایمان کی نعمت سے محروم رہے وہ جزیہ اور خاکساری پر آمادہ ہوئے' مثلاً اہل نجران' حجر' ایلہ اور دومہ کے باشندے سب کے سب آپ ﷺ سے مرعوب اور خوفزدہ تھے اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہو رہے تھے۔ جیسا سورۃ نصر میں مذکور ہے۔

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا[2]

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی مدینہ منورہ' خیبر مکہ مکرمہ' یمن کا بیشتر علاقہ اور حضرموت فتح ہو چکا تھا اور ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کا جم غفیر آپ پر فدا اور جاں نثار تھا اور زندگی کے آخری ایام میں مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں

---

[1] البداية والنهاية عربی ج ۶/ص ۳۹۰
[1] سورة النصر ۲

کو مکتوبات اور خطوط کے ذریعہ اسلام کی دعوت پیش کی۔ بعض مشرف بہ اسلام ہوئے اور بعض خاطر داری اور حسن اخلاق سے پیش آئے اور بعض نے غرور اور گھمنڈ دکھایا اور اپنے کئے کا مزہ پایا۔ مکتوب گرامی کو پرزہ پرزہ نہیں کیا بلکہ اپنی سلطنت کو ریزہ ریزہ کیا۔[1]

پھر خلفاء اربعہ کے عہد مسعود میں بحر غربی سے لے کر بحر شرقی تک فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا کہ مجھے روئے زمین کا مشرق و مغرب سمیٹ کر دکھایا گیا ہے۔ میری امت کی حکمرانی کا دائرہ وہاں تک وسیع ہوگا۔[2]

قیصر و کسریٰ ہلاک ہو جائیں گے۔ ان کے خزانے فی سبیل اللہ لٹا دیئے جائیں گے۔[3]

یہ پیش گوئیاں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں۔ ۳۶ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک قیصر و کسریٰ کے سارے علاقے مسلمانوں کے زیر نگیں ہوئے ماسوائے قسطنطنیہ کے۔ جس قدر حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے روئے زمین پر طوفان اور تباہی پھیلی اسی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور دعوت کی برکت سے رحمت اور رافت عام ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ میں تو دنیا کے لئے مجسم رحمت کا تحفہ ہوں جیسے کہ قرآن حکیم میں آیا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ[4]

اور ہم نے آپ کو تمام جہان کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔[5]

کتاب البعث میں ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مسلمان کیلئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت دونوں جہان میں رحمت ہیں اور کافر کیلئے

① البدیة والنهایة عربی ج۶/ص ۳۹۰۔۳۹۱

② رواہ ابن ماجه فی الفتن

③ رواہ البخاری فی صحیحه فی فرض الخمس ومسلم فی الفتن

④ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷

⑤ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷

اس طرح کہ سابقہ اقوام کی طرح وہ فوری عذاب کا مستحق تھا جو آپ کی بدولت روک دیا گیا اور اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (۱) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت الٰہی کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا'' بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت میں نِعْمَةَ اللّٰهِ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا سے کفار قریش ہیں جیسا کہ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ (۲) میں ہے۔

نام میں موازنہ:

حافظ ابونعیم اصبہانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے ایک صفاتی نام سے یاد کیا ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (سورہ الاسراء آیت ۳) تو یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نام عطا ہوئے بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۳)

دیگر انبیاء کرام کا نام لے کر ذکر کیا مثلاً یا نوح' یا ابراہیم یا موسیٰ' یا داؤد' یا عیسیٰ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معزز القاب (يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ' يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ' يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ' يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ) سے یاد کیا جو کنیت کے قائم مقام ہیں۔

دفاع میں موازنہ:

متعدد انبیاء کرام کو مشرکین نے بے وقوف اور دیوانہ کہا تو انبیاء علیہم السلام نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ ہم سفاہت اور جنون سے کوسوں دور ہیں مثلاً نوح علیہ السلام نے کہا لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ (۴) میں بے وقوف نہیں ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے مجنون' کاہن' اور بشر کا شاگرد ہونے کے الزامات لگائے تو خود ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے جوابات دیئے اور نبی علیہ السلام کو دیگر انبیاء کرام کی طرح خود جواب دینے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔

---

(۱) سورہ ابراھیم ۲۷
(۲) سورۃ ھود آیت ۱۷
(۳) سورۃ توبہ ۱۲۸
(۴) سورہ الاعراف ٦٧

رسول اکرم ﷺ اور ہود علیہ السلام کے معجزات میں موازنہ:

جب ہم نے قوم عاد پر خشک ہوا چلائی جس نے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیا اور محمد ﷺ کی مدد غزوہ احزاب میں پوربی ہوا سے کی۔ ابونعیم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں غزوہ احزاب میں دکھنی ہوا نے شمالی سے کہا آؤ رسول اللہ ﷺ کی مدد کریں تو شمالی ہوا نے دکھنی کو جواب دیا کہ حرارت رات کو نقصان رساں کم ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر باد صبا اور پوربی ہوا چلائی۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا[1] ہم نے ان پر باد صبا بھیجی' حدیث میں ہے نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادًا بِالدَّبُوْرِ میری مدد پوربی ہوا سے ہوئی اور عادی پچھم ہوا سے تباہ ہوئے۔

محمد ﷺ اور صالح علیہ السلام کے معجزات میں تقابل:

اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کیلئے بطور معجزہ پہاڑ سے ناقہ پیدا کی' تو عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس سے بھی اعلیٰ معجزہ سے نوازا گیا کہ ناقہ محض پہاڑ سے پیدا ہوئی اور اس نے حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت اور نبوت کی شہادت نہیں دی اور محمد ﷺ سے ایک اونٹ نے مالکان کا شکوہ کیا کہ کام زیادہ اور چارہ کم دیتے ہیں اور اب ذبح کرنا چاہتے ہیں اور اس نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دی۔ علاوہ ازیں اسی مفہوم کی حامل حدیث غزالہ (ہرن) اور حدیث ضب (گوہ) بھی مذکور ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ قبل از بعثت شجر' حجر آپ ﷺ کو سلام کہتے تھے۔ (قد سبق تخریجہ)

حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات میں تقابل:

شیخ زملکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالنے سے آگ کے ٹھنڈا اور بے ضرر ہو جانے سے نہایت عجیب معجزہ یہ ہے کہ محمد ﷺ

---

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۹

کی ولادت باسعادت کے وقت' نبوت سے ۴۰ سال قبل' آتش کدہ فارس بجھ گیا جو مکہ سے طویل مسافت پر تھا (سیرت نبوی کے آغاز میں یہ حدیث بمع اسناد مذکور ہے) نیز امت مسلمہ کے بعض افراد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور عظمت کی بدولت آگ اثر انداز نہیں ہوئی' مثلاً ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ غربی دمشق میں مقیم تھے' فجر کی نماز کیلئے سب سے پہلے جامع دمشق میں پہنچے تھے' روم کے علاقہ میں جہاد میں مصروف رہتے تھے' وہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئے یا ۶۰ ھ کے بعد' واللہ اعلم۔ یمن میں اسود بن قیس عنسی متنبی نے ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلاکر پوچھا کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے؟ اس نے کہا بالکل پھر اس نے پوچھا تو میری رسالت کا بھی شاہد اور گواہ ہے؟ اس نے کہا مجھے سنائی نہیں دیتا بار بار تکرار کے بعد اس نے ایک الاؤ جلانے کا حکم دیا پھر اس میں ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو پھینک دیا۔ آگ نے کچھ اثر نہ کیا تو اسود عنسی کو کسی نے مشورہ دیا اسے جلاوطن کردو ورنہ سارے علاقہ میں بدامنی پھیل جائے گی۔

چنانچہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں آئے اور مسجد نبوی میں ایک ستون کے سامنے سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ عرض کیا یمن سے آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس شخص کا کیا حال ہے جس پر آگ اثر انداز نہیں ہوئی؟ عرض کیا وہ عبداللہ بن ایوب ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدارا بتایئے آپ وہی ہیں۔ عرض کیا جی ہاں! پھر ان کی پیشانی کو چوم لیا' اپنے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی زیارت نصیب کی جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آگ اثر انداز نہیں ہوئی۔[1]

تاریخ میں حافظ ابن عساکر نے ابومسلم خولانی کے ترجمہ و معارف میں عبدالوہاب

---

[1] البدایة والنهایة عربی ج٦/٢٩٤

بن محمد بن اسماعیل بن عیاش حطیمی رحمۃ اللہ علیہ شراحیل بن ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اسماعیل حطیمی کا بیان ہے کہ یمن کے قبیلہ خولان کے مجاہدین عنسی مجاہدین کو مزاحاً کہتے کہ تمہارے جھوٹے نبی نے ہمارے خولانی کو آگ میں پھینک دیا اور وہ صحیح سالم زندہ رہا۔

حافظ ابوالقاسم بن عساکر رحمۃ اللہ علیہ تاریخ میں ابوالبشر جعفر ابن وحشیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی مسلمان ہوا' قوم نے اسے ارتداد اور کفر پر مجبور کیا' بالآخر اسے آگ میں پھینک دیا گیا۔ ماسوائے ایک پور کے آگ اس پر اثر انداز نہ ہوئی۔ پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لئے بخشش کی دعا کی گزارش کی تو ابوبکرؓ نے کہا آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے لئے دعا کیجئے' آپ پر تو آگ اثر انداز نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس نے آپ کیلئے مغفرت کی دعا کی اور شام چلا گیا' لوگ اسے ابراہیم کہتے۔ یہ محض رسول اللہ ﷺ کی متابعت اور پیروی کی برکت کا ثمرہ ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے کے اعضاء کو آگ پر حرام قرار دیا ہے۔[1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق سے پھینکنا:

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت براء رضی اللہ عنہ بن مالک اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کے بالمقابل جہاد میں پیش آیا۔ وہ یوں کہ مسیلمہ کی فوج نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے چمڑے میں لپیٹ کر نیزوں سے اوپر اٹھا کر دیوار کے اوپر سے پھینک دو۔ چنانچہ مسلمانوں نے اسے اسی طرح اندر پہنچا دیا' انہوں نے خوب جوہر دکھائے اور مسیلمہ قتل ہو گیا۔[2]

امام ابن کثیر فرماتے ہیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ اور بنی حنیفہ کے بالمقابل جنگ کیلئے روانہ کیا۔ وہ ایک لاکھ سے زائد تھے اور مسلمان دس ہزار سے زیادہ تھے۔

---

① (البدایة والنهایة عربی ج٦/٣٩٥)
② (البدایة والنهایة عربی ج٦/٣٩٦)

جب میدان جنگ میں معرکہ گرم ہوا تو اکثر دیہاتی اور اعرابی میدان سے فرار ہونے لگے تو صحابہ کرامؓ جو تقریباً اڑھائی ہزار تھے' نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا ہمیں ان سے جدا کر دو۔ چنانچہ ان سے الگ کر دیا تو صحابہؓ حملہ آور ہوئے اور ان کو پسپا کر کے قلعہ میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا جو حدیقۃ الموت'' کے نام سے معروف ہے۔ پھر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے سابقہ ترکیب سے اندر داخل ہو کر خوب جدوجہد کے بعد قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ مسیلمہ اپنے محل کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے تیر مارا اور ابودجانہ انصاری نے تلوار سے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا' اس وقت مسیلمہ کی عمر ایک سو بیس سال تھی' واقعی طویل عمر اور برے عمل خدا کی لعنت ہے۔ قبحہ اللہ (ایضاً)

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل ہیں:

اور اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھی خلیل اور حبیب بنایا اور حبیب کا مقام خلیل سے نازک تر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ مگر میں تمہارا رفیق اور اللہ تعالیٰ کا خلیل ہوں۔[1]

ابو نعیم حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ امت میں سے ہر نبی کا خلیل ہوتا ہے اور میرا خلیل ابوبکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے رفیق کو یعنی مجھے خلیل بنالیا ہے۔[2] (یہ سند ضعیف ہے)

محمد بن عجلان عن ابیہ' عن ابی ہریرہ (غریب سند سے مروی ہے) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ خَلِيْلٌ وَخَلِيْلِي اَبُوْبَكْرِ بْنِ اَبِي قُحَافَةَ وَخَلِيْلُ صَاحِبِكُمُ الرَّحْمٰنُ

---

(1) رواه ابن ماجه فی سننه

(2) ذکره المتقی الهندی فی کنز العمال

عبدالوہاب بن ضحاک رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم خلیل کی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی خلیل بنالیا ہے۔ جنت میں میرا اور ابراہیم علیہ السلام کا محل آمنے سامنے ہوگا اور عباس رضی اللہ عنہ دو خلیلوں کے درمیان مومن ہیں۔[1] یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند محل نظر ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پانچ یوم قبل فرمایا میں تم سے کسی کو خلیل بنانے سے بیزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابراہیم علیہ السلام کی طرح خلیل بنالیا ہے۔

اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابوبکرؓ ہوتے۔ سنو! گزشتہ اقوام اپنے نبیوں، ولیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ، عبادت خانے بناتے تھے، تم ایسا نہ کرنا، میں تمہیں اس سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہوں۔[2] باقی رہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خلیل بنانا مگر اس کی سند ابونعیم نے بیان نہیں کی۔

البعث:

کتاب میں ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ بن رویم الخمی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری ذات سے نوشتہ اجل پورا کیا ہے۔ اور مجھے اپنے قرب کا ذریعہ بنایا ہے اور پردہ غیب سے حاضر کیا ہے، ہم دنیا میں سب سے آخری قوم ہیں اور قیامت کے روز سب سے اول ہونگے۔ میں ایک بات کہتا ہوں حقیقت ہے خودستائی نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کا خلیل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام صفی اللہ ہے اور میں حبیب اللہ ہوں، قیامت کے روز فرزندان آدم کا سردار ہوں۔ میرے ہاتھ میں حمد وثنا کا علم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تین بات سے محفوظ رکھنے کا بتایا ہے۔ (۱) عام قحط سے ہلاک نہیں کرے گا (۲) دشمن اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ نہ سکے گا (۳) ضلالت وگمراہی پر سب کا اجتماع نہ ہوگا۔

---

① رواہ ابن ماجہ فی سننہ فی المقدمہ

② رواہ مسلم فی المساجد ومواضع الصلوۃ

خلیل اور حبیب:

فقیہ ابومحمد عبداللہ بن حامد بیان کرتے ہیں خلیل وہ ہے جو شوق اور خوف سے عبادت کرے اور حبیب وہ ہے جو محبت اور شوق دیدار سے عبادت میں مگن رہے۔ بعض کہتے ہیں خلیل وہ ہے جو عطیہ کا منتظر ہو اور حبیب وہ ہے جو ملاقات کا شائق ہو۔

بالواسطہ اور براہ راست:

بعض یہ کہتے ہیں خلیل وہ ہے جس کا بالواسطہ وصل ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کو زمین اور آسمان کے عجائبات دکھائے کہ اس کیلئے ایمان ویقین کا موجب ہوں[۱] اور حبیب وہ ہے جس کا براہ راست وصال ہو فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى[۲] پھر فاصلہ دو کمان کے برابر تھا یا اس سے بھی کم۔[۳]

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی مجھے امید ہے کہ میرے گناہ قیامت کے دن بخش دے گا[۴] اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے خود ہم کلام ہوا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے[۵] اور ابراہیم علیہ السلام نے خود خواہش کی خدایا! مجھے ذلیل نہ کر جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔[۶] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا جس دن اللہ اپنے نبی کو اور ان کو جو اسکے ساتھ ایمان لائے رسوا نہیں کرے گا۔[۷]

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے راہ بتائے گا[۸] اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آپ کو صلی اللہ علیہ وسلم بے خبر پایا پھر راستہ بتایا۔[۹]

---

(۱) سورۃ الانعام آیت ۷۵
(۲) سورۃ النجم آیت ۹
(۳) البدایۃ والنہایۃ عربی ج۳۹۸/۶
(۴) سورۃ الشعراء آیت ۸۲
(۵) سورۃ الفتح آیت ۲
(۶) سورۃ الشعراء آیت ۸۷
(۷) سورۃ التحریم آیت ۸
(۸) سورۃ الصافات آیت ۹۹
(۹) سورۃ الضحیٰ آیت ۷

ابراہیم خلیل علیہ السلام نے دعا کی مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا[1] اور اپنے حبیب کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ یہی چاہتا ہے اے اہل بیت! تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔[2]

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا کی، مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں کر دے۔[3] اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر دیا۔[4] اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا کی آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ[5] اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے فرمایا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کر دیا[6] مسلم شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز ایک ایسا مقام آئے گا کہ سب مخلوق حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رغبت کریں گے۔[7]

اس سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں کیونکہ وہاں سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کی شفاعت) کے محتاج ہونگے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل کائنات ہیں۔

حجابات:

ابونعیم، اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام تین حجابات میں نمرود سے محفوظ رہے، اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے مخالفوں سے پانچ حجابات میں محفوظ رہے اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار بنادی اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار ہے پھر ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتے[8] پس وہ طوق ٹھوڑیوں تک ہیں سو وہ اوپر کو سر اٹھائے ہوئے ہیں[9]

---

(1) سورۃ ابراھیم آیت ۳۵
(2) سورۃ احزاب آیت ۳۳
(3) سورۃ الشعراء آیت ۸۵
(4) سورۃ الکوثر آیت ۱
(5) سورۃ الشعراء آیت ۸٤
(6) سورۃ الم نشرح آیت ٤
(7) رواہ مسلم فی صحیحہ
(8) سورۃ یسین آیت ۹
(9) سورۃ یسین ۸

اور جب تو قرآن پڑھتا ہے ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان (جو آخرت کو نہیں مانتے) ایک مخفی پردہ کر دیتے ہیں۔[1]

یہ پورے پانچ حجابات ہیں فقیہ ابن حامد نے بھی یہ نکتہ بیان کیا ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں معلوم نہیں ان دونوں میں سے سابق اور پہلا نکتہ رس کون ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے حجابات سے پتہ نہیں کیا مراد ہے اور آیات میں مذکور پانچ حجابات سے مراد معنوی اور روحانی حجابات ہیں محسوس اور آشکار انہیں یعنی وہ حق بات سے برگشتہ ہیں صحیح بات ان کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہوتی جیسے کہ وہ کہتے ہیں ہمارے دل اس بات سے کہ جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے پردوں میں ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان پردہ پڑا ہوا ہے۔[2]

ام جمیل:

ام جمیل، ابولہب کی بیوی، ابوسفیان کی بہن جب سورۃ تبت نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو پتھر مارنے کیلئے آئی۔ آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ام جمیل نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہارے ساتھی کہاں ہیں تو انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ ام جمیل نے کہا اس نے میری ہجو کی ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمہاری ہجو نہیں کی۔ اس نے کہا واللہ! اگر میں اسے دیکھ لیتی تو ضرور مارتی چنانچہ وہ "مُذَمَّمًا اَبَيْنَا، وَدِيْنَهٗ قَلَيْنَا" کہتی ہوئی واپس چلی گئی۔[3]

ابوجہل:

ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کی حالت میں دیکھ کر سر کچلنا چاہا تو کھائی میں آگ، دہشت ناک عذاب اور ملائکہ کو دیکھ کر آگے ہاتھ پھیلائے پسپا ہو رہا ہے۔ لوگوں

---

(1) سورۃ الاسراء ۴۵

(2) سورۃ فصلت آیت ۵

(3) البدایۃ والنہایۃ ج۶/ص ۳۹۹

نے پوچھا کیا ہوا؟ تو اس نے یہ چشم دید واقعہ بتایا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر پیش قدمی کرتا تو ملائکہ اس کی تکا بوٹی کر ڈالتے۔[1]

ہجرت کی رات:

کفار نے آپ ﷺ کا محاصرہ کیا اور دروازے پر نوجوان جمع کر دیئے جونہی رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر نکلیں فوراً حملہ کر کے قتل کر دیئے جائیں (معاذ اللہ) آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر سلا دیا اور خود شاہت الوجوہ کہتے ہوئے ان کے سروں پر خاک بکھیرتے ہوئے باہر نکل آئے' وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ پائے۔ پھر آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار ثور میں پناہ گزین ہو گئے اور غار کے دھانے پر مکڑی نے جالا تن دیا۔[2] بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی نے نیچے جھانک لیا تو دیکھ لے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔[3]

نَسَجَ دَاوٗدُ مَا حَمَیٰ صَاحِبَ الْغَا

رِوَکَانَ الْفَخَّارُ لِلْعَنْکَبُوْتِ

(زرہ نے غار والوں کی حفاظت وصیانت نہ کی یہ فضل ومنقبت مکڑی کے حصہ میں ہے)

سراقہ:

اسی طرح سراقہ بن مالک بن جعشم کا واقعہ ہے جو ہجرت کے سفر میں آپ ﷺ کو پیش آیا اور وہ رسول اللہ ﷺ سے امن کا پروانہ لے کر واپس چلا آیا۔

ذبح:

بموجب امر الٰہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسماعیل علیہ السلام کو لٹا کر چھری چلانے

---

(1) البدایة والنهایة ج٦/ص٣٩٩

(2) البدایة والنهایة ج٦/ص٤٠٠

(3) رواه احمد فی مسنده ج١/٤ والبخاری فی صحیحه فی فضائل الصحابة ومسلم فی صحیحه فی فضائل الصحابه

کے بالمقابل ہے نبی علیہ السلام کا بنفس نفیس غزوات میں شامل ہونا' سر مبارک پر چوٹ آنا اور دانت کا ٹوٹنا۔

آگ کا سرد ہونا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بامر الٰہی آگ کا سرد اور راحت ہو جانا اور اذیت ناک نہ ہونا بعینہ اسی طرح آپ ﷺ کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ آپ ﷺ کیلئے راحت جان اور آخر دم تک صحت و سلامتی کا پیام تھا اور بشر بن براجو آپ ﷺ کے ہمراہ کھانے میں شریک تھے' فوراً فوت ہو گئے۔ زہر آمیختہ گوشت کی دستی نے خود رسول اللہ ﷺ کو زہر سے مطلع فرمایا' آپ ﷺ اس زہر کے اثر سے تا حیات محفوظ رہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے نزع کے عالم میں اس زہر کی تاثیر محسوس فرمائی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ :

فاتح شام کفار کے سامنے زہر کھا گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو زہر سے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزانہ مناظرہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے مناظرہ کیا اور وہ لاجواب ہو گیا ایسے ہی ابی بن خلف' منکر حشر' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بوسیدہ ہڈی لایا اور اسے مسل کر کہنے لگا اسے کون زندہ کرے گا۔ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ[1] اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی اور بتایا یوں کہو جس نے پہلی بار اسے بنایا وہی زندہ کرے گا قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ[2] چنانچہ وہ حیران اور پریشان ہو کر واپس چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حجت باز کو غزوہ احد میں اپنے دست حق پرست سے نیزہ مارا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا ساتھیوں نے کہا معمولی بات ہے صبر کر' اس نے کہا مجھے اس قدر درد ہے اگر کسی اور کو ہوتا

---

① سورۃ یسین آیت ۷۸

② سورۃ یسین آیت ۷۹

تو وہ فوراً مر جاتا۔ واللہ وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔[1]

نظری یا بدیہی:

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' پیدائش اور آغاز عالم سے' حشر اور نشاۃ ثانیہ پر استدلال ایک عمدہ اور فیصلہ کن دلیل ہے۔ جس نے صرف دو حرف سے لاشی'' اور معدوم کو شی بنایا اور وجود بخشا وہ اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ یسین کی آیت[2] اور[3] بنا بریں بعض متکلمین کے نزدیک یہ حشر اور دوبارہ زندہ ہونے کا مسئلہ نظری ہے' بدیہی اور فطری نہیں اور اکثر کے ہاں یہ معاد کا مسئلہ ایک بدیہی اور فطری امر ہے جس کے ثبوت کیلئے دلیل و حجت کی قطعاً ضرورت نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مدمقابل ایک ضدی اور معاند شخص تھا' کیونکہ یہ مسئلہ ایک فطری اور طبعی بات ہے' ہر کوئی جانتا ہے۔ البتہ جو شخص اپنے خراب ماحول سے متاثر ہو جائے' اس کے نزدیک یہ مسئلہ نظری ہے۔

بہر حال اس کا مردے کو زندہ کرنے کا دعوی عقل اور نقل ہر لحاظ سے نا قابل قبول تھا۔ اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسرا اسلوب بیان اختیار کیا کہ اگر تیرا دعوی درست ہے تو سورج کو مغربی افق سے طلوع کر کے دکھا۔ تب وہ کافر حیران اور لاجواب ہو گیا۔[4]

بت شکن:

ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی رضا کی خاطر بت توڑ دیئے تھے' تو عرض ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۶۰ بت توڑ دیئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ پڑھ کر اشارہ کرتے تو وہ بت خود بخود دھڑام سے گر جاتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شکستہ بتوں کو باہر پھینکوا دیا۔

---

(۱) رواہ الطبرانی فی تفسیرہ ج۹/ص۱۳۷ والدر المنثور ج۵/ص۶۹
(۲) ۳۶/۸۱
(۳) ۲۷/۳۰-۴۰/۵۷
(۴) ۲۷/۳۰-۴۰/۵۷

بعض علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت بھی بت گر پڑے تھے اور فارس کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی تھی جو ایک ہزار سال سے روشن تھی اور کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے تھے جو تین ہزار سال سے مستحکم حکومت کے معمولی عرصہ میں چودہ سلاطین کے بعد ختم ہونے کی علامت تھے۔[1]

عجائبات عالم:

اور ہم نے اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھائے اور دکھانے کا مقصد تھا تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو جائے۔[2]

اور حضرت محمد ﷺ کو معراج کی رات مکہ سے بیت المقدس تک' سات آسمان جنت' جہنم وغیرہ سب عجائبات سے آگاہ فرما دیا گیا ہے۔ مسند احمد اور ترمذی وغیرہ میں مذکور ہے۔ میرے سامنے ہر چیز جلوہ گر ہوئی اور میں نے پہچان لیا۔ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ[3]

حضرت یعقوب علیہ السلام:

حضرت یوسف علیہ السلام کے اغوا اور گمشدگی سے یعقوب علیہ السلام رنج والم میں مبتلا ہوئے اور صبر کیا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر صبر کیا اور فرمایا آنکھیں اشکبار ہیں' دل غمناک ہے اور مرضی مولیٰ سب سے اولیٰ ہے۔ اے ابراہیم! ہم تیرے فراق سے دردمند اور بے تاب ہیں۔ (رواہ مسلم فی الفضائل) بقول امام ابن کثیر بعثت کے بعد آپ ﷺ کی تین بیٹیاں فوت ہوئیں اور حمزہ شہید ہوئے' آپ ﷺ نے صبر کیا اور اللہ سے اجر طلب کیا۔ (چند دنوں کے وقفے میں شفیق اور مہربان چچا ابوطالب اور غم گسار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں)

---

(1) البدایة والنهایة ج۶/ص ۴۰۱-۴۰۲

(2) سورۃ الانعام آیت ۷۵

(3) رواه احمد فی مسنده ج۵/۲۴۳ والترمذی فی سننه فی التفسیر

حضرت یوسف علیہ السلام:

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کے بالمقابل رسول اللہ ﷺ کو ایسا حسن و کمال عطا ہوا کہ ان کا حسن ان کے سامنے ماند تھا۔ بقول ربیع بنت مسعودؓ میں آپ ﷺ کو دیکھتی تو آپ ﷺ سورج کی طرح منور ہوتے۔[1] حضرت یوسف علیہ السلام کا وطن سے بے وطن ہونا، اور فراق کا رنج والم سہنا، حضرت محمد ﷺ کے ہجرت کرنے، مالوف وطن ترک کرنے اور احباب کو خیر باد کہنے کے برابر اور مساوی ہے۔[2]

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

شیخ ابن زملکانی فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں زندگی کے آثار نمایاں ہونا یہ ایک عظیم معجزہ ہے۔ سنگ ریزوں نے رسول اللہ کے دست مبارک میں تسبیحات کہیں پھر اسی طرح یکے بعد دیگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں بھی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (هٰذِهٖ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ) یعنی یہ نبوت کے بعد خلافت ہے۔

(۲)...... ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح تھی آپ کو نیند آ گئی پھر جاگے تو تسبیح ہاتھ میں گھوم رہی ہے اور اس سے ''سُبْحَانَكَ يَامُنبِتَ النَّبَاتِ وَيَادَائِمَ الثُّبَاتِ'' کی مسلسل آواز آ رہی ہے۔ آپ نے ام مسلم کو بلایا اور کہا یہ عجب منظر ہے، وہ آئیں تو تسبیح گھوم رہی تھی اور اس سے تسبیح کی آواز آ رہی تھی۔ جب ام مسلم قریب بیٹھ گئی تو وہ خاموش ہو گئی۔[3]

(۳)...... بخاری شریف میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم کھانے میں سے تسبیحات کی آواز سنا کرتے تھے۔[4]

---

① رواه الدارمی
② البدایة والنهایة عربی ج۶/ص۴۰۲-۴۰۳
③ ذکره ابن منظور فی مختصر تاریخ دمشق ج۱۱۲/ص۶۱
④ رواه البخاری فی صحیحه فی المناقب

(۴)...... مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبل از بعث مجھے ایک پتھر سلام کہا کرتا تھا' میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں[1] بقول بعض یہ حجر اسود ہے۔

(۵)...... ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکہ کے کسی گوشہ میں تھا ہر کوہ شجر کہہ رہا تھا' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ![2]

(۶)...... دلائل النبوۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ باہر نکلا' راستہ میں ہر حجر شجر وغیرہ آپ ﷺ کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! کہہ رہا تھا اور آپ ﷺ نے ایک درخت کو بلایا' تو وہ آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اس میں دو درختوں کو رفع حاجت کیلئے اکٹھا ہو جانے کا حکم بھی ہے اور اس روایت میں ''اِنْقَادِیْ عَلَی بِاِذْنِ اللّٰهِ'' یعنی اللہ کے حکم سے میرے تابع ہو جاؤ۔[3] سے صاف واضح ہے کہ ان میں آپ ﷺ کا کلام سمجھنے کی اہلیت تھی کہ وہ آپ ﷺ کے حکم کے تابع ہو گئے۔

(۷) آپ ﷺ نے کھجور کے ایک درخت کو بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور آپ ﷺ کی رسالت کی تین بار شہادت دی' پھر واپس اپنے مقام پر چلا گیا۔[4]

(۸)...... مسند احمد' تاریخ بخاری' ترمذی اور بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عامر قبیلہ کے ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ کی رسالت کی کیا علامت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھجور کے خوشے کو اپنے پاس بلالوں تو پھر میری رسالت کو مان جائے گا' اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے خوشے کو بلایا خوشہ ٹوٹ کر زمین پر آ گیا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے اسے واپس لوٹ جانے کا حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا تو وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا۔[5]

---

① رواہ مسلم فی صحیحہ فی الفضائل)
② رواہ الترمذی فی المناقب)
③ رواہ مسلم فی صحیحہ فی الزھد و الرقائق)
④ رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص۱۶)
⑤ رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص۱۵-۱۶ واحمد فی مسندہ ج۱/ص۲۲۳ والبخاری فی تاریخ الکبیر ج۳/ص۴۱۶)

(۹)...... بیہقی کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عامر بن صعصہ عامری رسول اللہ ﷺ کے پاس نخلستان میں آیا اور پوچھنے لگا آپ ﷺ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کیا کہہ رہے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کوئی معجزہ دکھاؤں' اس نے کہا جی ہاں دکھایئے' پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ کو بلایا اور وہ زمین چیرتی ہوئی آپ ﷺ کے سامنے کھڑی ہوگئی اور بار بار آپ ﷺ کو سجدہ کرنے لگی۔ پھر آپ ﷺ نے واپس لوٹ جانے کا ارشاد فرمایا' تو وہ واپس چلی گئی اور عامری بھی یہ کہتا ہوا گیا واللہ! میں آپ ﷺ کی کبھی تکذیب نہیں کروں گا۔[1]

(۱۰)...... امام حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت پیش کی تو اس نے کہا کوئی دلیل بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ درخت جو وادی کے کنارے پر کھڑا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا' آپ ﷺ نے اس سے تین بار شہادت طلب کی' تو اس نے آپ ﷺ کے حسب فرمان گواہی دی پھر وہ درخت اپنے مقام پر چلا گیا اور دیہاتی اپنی قوم کے پاس چلا آیا کہ اگر وہ میری بات مان گئے تو ان کو ساتھ لے آؤں گا ورنہ میں تنہا واپس چلا آؤں گا۔[2]

ستون حنانہ:

رسول اللہ ﷺ کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے' منبر تیار ہوگیا اور آپ ﷺ اس پر خطبہ دینے کیلئے چڑھے تو وہ اونٹنی کی طرح بلبلانے لگا' سب حاضرین سن رہے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ نے اتر کر اسے گلے لگالیا اور خاموش کرایا۔ پھر اسے دنیا میں شادابی یا جنت میں پھل دار درخت جس کا پھل اولیا تناول فرمائیں گے کا اختیار دیا تو اس نے آخرت کو ترجیح دی اور چپ ہوگیا۔[3]

---

① رواہ البیہقی فی الدلائل ج۶/ص۱۶۔۱۷
② رواہ الحاکم فی المستدرک ج۲/ص ۶۲۰
③ الشفا للقاضی عیاض ج۱/ص۴۲۷

الشفا میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث مشہور و معروف اور متواتر ہے۔ ابی بن کعب انس بن مالک، بریدہ، سہل بن سعد، ابن عباس، ابن عمر، ابوسعید خدری، مطلب بن ابی وداعہ، عائشہ اور سلمہ وغیرہ صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) سے مروی ہے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعدد تابعی بیان کرتے ہیں اور ان سے ان کے بے شمار تلامذہ روایت کرتے ہیں جن کا کذب و زور پر اتفاق ایک محال امر ہے۔

باقی رہا ستون کے اختیار کا مسئلہ تو یہ متواتر نہیں بلکہ اس کی سند تک بھی صحیح نہیں، جمادات کا تسبیح کہنا، نباتات کا رونا اور رسالت کی شہادت دینا عصائے موسیٰ علیہ السلام کے سانپ بننے سے کم نہیں ہے۔[1]

بیہقی میں عمرو بن سوار سے منقول ہے کہ مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ جس قدر معجزات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے ہیں، اس قدر کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ میں نے عرض کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ ملا ہے، تو آپ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حنانہ ستون کا معجزہ عطا ہوا یہ مردہ کے زندہ کرنے کی نسبت عظیم معجزہ ہے۔[2]

کیونکہ ستون انسانی زندگی کا مظہر نہیں بایں ہمہ اسے شعور پیدا ہوا اور غمگین ہو کر رویا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل گیر ہونے سے خاموش ہوا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جب بے جان لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں روئی تو ہم لوگوں کو تو بالاولی رونا چاہیے۔[3]

نوٹ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک علم تھا ایک ماہ کی مسافت سے بھی دشمن اس سے لرزاں و ترساں رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نیزہ تھا جب کوئی سترہ نہ ہوتا تو نماز کے وقت اسے

(۱) البدیة والنهایة عربی ج۶ ص ۴۰۵-۴۰۶
(۲) رواه البیهقی ج۶ ص۶۸
(۳) البدیة والنهایة عربی ج۶ ص ۴۰۷

سامنے گاڑ لیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عصا تھا' جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر چلتے تھے' یہی وہ عصا ہے جس کا تذکرہ سطیح کاہن نے اپنے برادرزادہ عبدالمسیح بن نضیلہ سے کیا تھا جب تلاوت بکثرت ہوگی اور صاحب عصا ظاہر ہو جائے گا اور بحیرہ سادہ خشک ہو جائے تو سطیح کا نام نہ رہے گا۔ ان متعدد اشیاء سے مختلف مقامات میں بہ نسبت ایک عصا کے' زندگی کے آثار ظاہر ہونا' عظیم معجزات میں شمار ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم کلامی کے علاوہ رؤیت کا بھی شرف حاصل ہوا۔

دیدار الٰہی:

اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بارے خلف اور سلف میں مشہور اختلاف ہے۔ امام الائمہ ابن خزیمہ نے دیدار کی حمایت کی ہے' قاضی عیاض اور امام نووی کا یہ مختار قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دیدار کی تصدیق منقول ہے اور اس کے الٹ میں بھی ایک قول موجود ہے۔ یہ دونوں قول مسلم شریف میں ہیں اور بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رؤیت کا انکار منقول ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ابوذر اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورۃ نجم کی آیت[2] سے مراد جبرائیل علیہ السلام کا دیدار ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہے۔ فرمایا وہ نور ہے' میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں' (رواہ مسلم فی الایمان) ایک روایت میں ہے' رایت نوراً میں نے نور دیکھا۔[3]

---

(1) البدیة والنهایة عربی ج٦/ص ٤٠٧

(2) ١ اور ١٣

(3) رواہ مسلم فی الایمان

اللہ تعالیٰ طور سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا اور دیدار سے منع کر دیا اور حضرت محمد ﷺ سے معراج کی رات اللہ ہم کلام ہوا جب آپ ﷺ کو بلند مقام پر پہنچایا جہاں قلموں کی چرچراہٹ کی آواز آ رہی تھی اور آپ ﷺ کو رویت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ اکثر علماء سلف اور خلف کا قول ہے' واللہ اعلم ۔[1]

پیار اور محبت:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے فرمایا اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی ۔[2]

اور حضرت محمد ﷺ کے بارے فرمایا اے محمد ﷺ! فرما دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو تا کہ تم سے اللہ محبت کرے ۔[3]

ید بیضا:

اپنے گریبان میں اپنا داہنا ہاتھ ڈال وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا۔[4]

اور ابن حامد نے کہا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو شق قمر کے معجزہ سے نوازا کہ وہ آپ ﷺ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا جبل حراء کے پیچھے اور دوسرا سامنے' یہ نص قرآنی کے علاوہ متواتر روایات سے ثابت ہے جیسا کہ گزشتہ مفصل بیان ہو چکا ہے اور یہ معجزہ حسی معجزات میں سے سرفہرست اور سب سے اعلیٰ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمکتا تھا۔[5]

---

① البدیة و النھایة عربی ج٦/ص٤٠٨
② سورہ طه آیت ٣٩
③ سورة آل عمران آیت ٣١
④ سورہ القصص آیت ٣٢
⑤ رواه البخاری فی المغازی

ایک عجیب وغریب بات:

ابن حامد کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا کے بالمقابل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی اعلیٰ اور افضل نور دیا گیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں ہر مجلس میں چمکتا تھا اور سب لوگ اس منظر کو دیکھتے تھے اور یہ نور تا قیامت باقی رہے گا' شب و روز کی مسافت سے یہ نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر سے چمکتا دکھائی دیتا ہے (یہ بات نہایت عجیب وغریب ہے)[1]

ذوالنور:

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کرامت اور علامت طلب کی جس کی بدولت ان کی قوم مسلمان ہو جائے۔ چنانچہ ان کی پیشانی چراغ کی طرح چمک اٹھی تو انہوں نے دعا کی الٰہی! کسی اور جگہ پر ہو۔ چنانچہ وہ روشنی کے ان کے کوڑے کی دستی پر رونما ہوئی' وہ چراغ کی طرح منور تھی۔ اس کرامت کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بدولت وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔[2] لوگ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کو ذوالنور کہتے تھے۔

عصا کا روشن ہونا:

بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عابد بن بشیر رضی اللہ عنہ نہایت تاریک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل سے باہر آئے تو چراغ کی طرح ایک عصا روشن ہو گیا۔ جب راستہ جدا ہو گیا تو دونوں کے عصا منور ہو گئے۔[3]

انگلیوں کا روشن ہونا:

حضرت حمزہ بن عمر اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

① (البدایة والنهایة عربی ج٦/ص٤٠٨-٤٠٩)
② (رواه البخاری فی المغازی ومسلم فی الفضائل)
③ (رواه البخاری فی مناقب الانصار)

کے ہمراہ تھے' رات نہایت تاریک تھی۔ چنانچہ میری انگلیاں منور ہو گئیں اور اس روشنی میں سوزش نہ تھی۔ رفقا سے بہت چھپاتے تھے مگر وہ روشنی چھپتی نہ تھی۔[1]

خواب میں مردوں سے ہمکلام ہونا:

کتاب البعث میں ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالاعلیٰ بن بکر رحمۃ اللہ علیہ جعفر بن سلیمان بصری رحمۃ اللہ علیہ ابوالسیاح ضبعی سے بیان کرتے ہیں کہ مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۹۵ھ ہر جمعہ صحرا میں جاتا بسا اوقات اس کا کوڑا منور ہو جاتا۔ چنانچہ وہ ایک رات گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا چلتا چلتا قبرستان کے پاس پہنچا تو اس کو اونگھ آ گئی' وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ہر مردہ اپنی قبر پر بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے یہ مطرف رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے روز آتا ہے' میں نے ان سے پوچھا تم جمعہ کے روز کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے ''ہاں'' کہہ کر کہا جمعہ کے روز جو کچھ پرندے بولتے ہیں' ہم تو وہ بھی جانتے ہیں۔ پوچھا پرندے اس روز کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا وہ بولتے ہیں اے پروردگار قوم صالح کو سلامت رکھ۔[2]

طوفان کی بد دعا:

طوفان وبا اور بکثرت موت کو بھی کہتے ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ان سے مایوس ہو گئے تو طوفان کی بد دعا کی' شاید وہ نادم اور پشیمان ہو کر راہ راست پر آ جائیں۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ[3] پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان۔ اسی طرح قریش نے بھی جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل مخالفت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان پر خشک سالی کی بد دعا فرمائی۔ چنانچہ وہ ہر گری پڑی چیز کھا گئے اور بھوک کی وجہ سے فضا میں دھواں نظر آنے لگا۔ حضرت ابن مسعودؓ (۱۰/۴۴) ''بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ'' یعنی ظاہر دھواں کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔[4]

---

① رواه البخاری فی تاریخ ج۳/ص۴۶ والبیهقی فی دلائل ج۶/ص۷۶
② رواه احمد فی الزهد وابونعیم فی الحلیه ج۲/ص۲۰۵
③ ۷/۱۳۳
④ رواه البخاری فی التفسیر

پھر قریش نے رشتہ داری کا واسطہ دیا اور بارش کی دعا کی درخواست کی ویسے بھی آپ ﷺ رؤف رحیم ہیں چنانچہ دعا فرمائی اور بارش ہوئی تو جان میں جان آئی۔[1]

بحر قلزم کا پھٹنا:

سمندر کے ساحل پر پہنچے تو دوسرا فریق بھی آ گیا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی کیفیت پیدا ہوگئی تو اللہ کے حکم سے عصا سمندر پر مارا وہ پھٹ گیا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ چاند کی چودھویں رات ایک مجلس میں تشریف فرما تھے' کفار کی خواہش کے موافق چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہوگیا۔

یہ ایک عظیم الشان حسی اور آسمانی معجزہ ہے۔ ایسا عظیم معجزہ کسی نبی علیہ السلام کو عطا نہیں ہوا اور یہ یوشع بن نون علیہ السلام کیلئے سورج کی رفتار کم ہونے سے بھی بڑا معجزہ ہے۔ جب وہ بروز جمعہ بیت المقدس فتح نہ کر سکے تو دعا کی کہ سورج کی رفتار رک جائے۔[2]

فلق بحر:

ابن حامد کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ایک ضرب سے سمندر پھٹ گیا اور یہ ایک عظیم معجزہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر کیلئے نکلے تو راستہ میں ایک عظیم وادی میں پانی بہہ رہا ہے۔ چودہ قامت اس کا عرض تھا۔ رفقا نے عرض کیا' دشمن پیچھے ہے' وادی آگے ہے بس ہم تو محاصرہ میں آ گئے چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس میں اترے اور سب سوار بھی اس کو عبور کر گئے' بس پانی صرف پاؤں تک آیا۔

یہ واقعہ بے سند ہے۔ کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں' نہ صحیح سند اور نہ ضعیف سے

واللہ اعلم

---

① البداية والنهاية عربى ج٦/ص ٤١٠

② البداية والنهاية عربى ج٦/ص ٤١٠۔ ٤١١

بادلوں کا سایہ میدان تیہ میں:

قبل از نبوت بارہ سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ چچا ابو طالب کے ہمراہ ایک تجارتی قافلہ میں شام کی جانب روانہ ہوئے، راستہ میں بحیرا راہب نے بدلی کے سایہ کی بنا پر آپ ﷺ کو پہچان لیا جو صرف آپ ﷺ پر سایہ فگن تھی۔ یہ معجزہ تیہ کے سایہ دار بادلوں سے کہیں عظیم اور وقیع ہے۔ بادلوں کے سایہ کا مقصد صرف حرارت اور تمازت سے محفوظ رہنا تھا۔ ہم گزشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ شدید خشک سالی کے دوران لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی، آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر بارش کی دعا کی، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مطلع بالکل صاف تھا، اچانک بادل نمودار ہوا اور سارے آسمان پر محیط ہو گیا۔ ہفتہ بھر بارش ہوتی رہی۔

اور جب بارش کے تھم جانے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا پڑھا اور ہاتھ کا اشارہ کیا تو مدینہ سے بادل چھٹ گئے۔ مدینہ تاج کی طرح چمک رہا تھا اور گردونواح بارش ہو رہی تھی۔ حسب ضرورت بادلوں کے مفید سایہ علاوہ بارش ایک جلیل القدر معجزہ ہے اور لوگوں کیلئے نہایت سودمند ہے۔[1]

من اور سلویٰ کا اترنا:

بے شمار مواقع میں رسول اللہ ﷺ کی دعا سے خورد و نوش میں بے پناہ اضافہ ہوا اور ہزار ہا افراد اس سے سیر ہوئے مثلاً غزوہ خندق میں جابر رضی اللہ عنہ کی ایک بکری اور معمولی جو سے ہزار سے زائد لوگ شکم سیر ہوئے اور ایک دفعہ مٹھی بھر خوراک پورے قافلے کو کفایت کر گئی۔[2]

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص ۴۱۷

(۲) رواہ البخاری فی المغازی

محنت ومشقت کے بغیر روزی:

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور الفقیہ ابن حامد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ من اور سلویٰ سے مراد بغیر محنت اور مزدوری کے خوراک ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کیلئے مال غنیمت حلال ہوا جو قبل ازیں کسی امت کیلئے حلال نہ تھا اور ایک لشکر کو بھوک ستا رہی تھی' بلا مشقت سمندر سے عنبر مچھلی ملی، مسلسل تیس شب وروز مچھلی کھاتے رہے۔ اور خوب موٹے تازے ہو گئے۔[1]

ابوموسیٰ خولانی کا واقعہ:

ابوموسیٰ خولانی رحمۃ اللہ علیہ حج کا قافلہ لے کر چلے اور ان کو تاکید کی کہ بالکل بے سروسامان چلیں۔ چنانچہ جس منزل میں اترتے ابوموسیٰ رحمۃ اللہ علیہ خولانی دو رکعت کے بعد دعا کرتے تو خورد ونوش کے علاوہ جانوروں کیلئے چارہ بھی مہیا ہو جاتا۔ لگاتار سارے سفر میں واپسی تک یہی معمول رہا۔[2]

عصا کی ایک ضرب سے بارہ چشمے پھوٹنا:

اور ہر گروہ کے لئے جدا گھاٹ بن جانا یہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹے سے برتن میں جس میں آپ ﷺ کا ہاتھ بھی نہیں سما سکتا تھا' دست مبارک رکھا اور انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹ پڑے' اسی طرح ایک عورت اونٹ پر دو مشک میں پانی لا رہی تھی' آپ ﷺ کی دعا سے سارے کے سارے لشکر نے اس سے پانی استعمال کیا اور دو مشکوں میں پانی جوں کا توں تھا۔[3]

صلح حدیبیہ میں بھی پانی کا واقعہ پیش آیا اور کئی مقام پر ایسے واقعات پیش آئے۔ گوشت پوست کی انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹنا ایک پتھر سے جو قدرتی منبع ہے' پانی بہہ نکلنے سے کہیں عظیم تر معجزہ ہے۔

---

(1) وقد تقدم الحدیث فیما

(2) تقدم قصة ابی مسلم

(3) رواه البخاری فی صحیحه وابونعیم فی دلائل النبوة ج۳/ص ۷۵۲

حضرت ابوعمرہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک جہاد میں تھے، لوگ شدید پیاس سے بلک رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک برتن طلب فرمایا پھر پانی منگوا کر اس میں معمولی سا پانی ڈالا پھر اس میں کچھ پڑھ کر کلی کا پانی ڈالا اور اس میں اپنا دست مبارک رکھا کہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔ پھر آپ ﷺ نے سب کو استعمال کی اجازت فرمائی چنانچہ لوگوں نے حسب ضرورت استعمال کیا اور پیا اور برتن بھر لئے۔[1]

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری:

کتاب البعث میں ہشام بن عمارہ پیش کرتے ہیں سابقہ انبیاء کرام کو جو معجزات ملے وہ آنحضور ﷺ کو بھی عطا ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے خزینوں میں سے ایک آیت عطا ہوئی۔ رَبِّ لَاتُوْلِجِ الشَّیْطَانُ فِیْ قَلْبِیْ وَأَعِذْنِیْ مِنْہُ وَمِنْ کُلِّ سُوْءٍ فَاِنَّ لَکَ الْیَدُ وَالسُّلْطَانُ وَالْمُلْکُ وَالْمَلَکُوْتُ دَھْرُ الدَّاھِرِیْنَ وَاَبَدَالْاَبَدِیْنَ آمین، آمین اور حضرت محمد ﷺ کو سورہ بقرہ کی دو آخری آیات عرش کے خزانوں میں سے عطا ہوئیں۔[2]

حضرت یوشع بن نون بن افرائم بن یوسف علیہم السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ بنی اسرائیل میدان تیہ سے باہران کی زیر قیادت نکلے، طویل جہاد اور محاصرے کے بعد بیت المقدس میں داخل ہوئے، معرکہ جمعہ کے روز عصر کے بعد تک طویل ہو گیا۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ ہفتہ کے آغاز کا خطرہ تھا، جس میں جنگ وجدال ممنوع تھا، تو سورج کو دیکھ کر کہا، تو بھی اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہے اور میں بھی، پھر دعا کی خدایا! اس کی رفتار دھیمی کر دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رفتار موقوف کر دی شہر فتح ہو گیا اور پھر سورج غروب ہوا۔[3]

---

(1) رواہ ابو نعیم

(2) رواہ احمد فی مسندہ ۵/۳۸۳ والنسائی فی الکبریٰ والبیہقی فی السنن الکبری ج۱/۲۱۲

(3) البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص۴۴

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نبی نے جنگ کی اور وہ عصر کے وقت فتح یاب ہونے کے قریب تھا' تو اس نے سورج کو خطاب کیا تو بھی محکوم ہے اور میں بھی' پھر دعا کی الہی! کچھ دیر تک اس کی رفتار روک دے۔ چنانچہ اس کی رفتار رک گئی اور شہر اسی روز فتح ہو گیا۔[1]

اس حدیث میں "نبی علیہ السلام" سے مراد یوشع علیہ السلام ہیں کیونکہ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ سورج کی رفتار صرف یوشع علیہ السلام کے لئے موقوف کی گئی ہے۔[2] واضح رہے کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا سورج کی معمولی دیر رفتار دھیمی ہونے کے بالمقابل ایک عظیم تر معجزہ ہے۔

شیخ ابو المعالی بن زملکانی فرماتے ہیں جنگ و جدال اور فتح بیت المقدس کی خاطر سورج کی حرکت حضرت یوشع علیہ السلام کیلئے موقوف ہونا ایک عظیم معجزہ ہے اور اس کے بالمقابل محمد ﷺ کا اشارے سے چاند کا دو لخت ہو جانا اس سے بدر جہا بالا اور اعلیٰ معجزہ ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ دیگر رسول اللہ ﷺ کیلئے دو مرتبہ سورج پر معجزانہ عمل ہوا۔[3]

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا۔ آپ ﷺ نے غروب کے بعد سر اٹھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہ پڑھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی الہی! وہ تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا' پس اس پر سورج لوٹا۔ چنانچہ اللہ نے سورج لوٹایا اور سورج نظر آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی اور پھر غروب ہوا۔

(۲)......شب معراج کی صبح (سورج کچھ دیر سے طلوع ہوا) آپ ﷺ نے قریش کو اپنے اسراء اور رات کے سفر کے بارے بتایا' متعدد اشیاء کے علاوہ انہوں نے اپنے

---

① رواہ مسلم فی صحیحه فی الجهاد

② رواہ الامام احمد فی مسنده ج ۲/ص ۳۲۵

③ البدایة والنهایة عربی ج ۶/ص ۴۱۴

④ قد تقدم

قافلے کی بابت پوچھا جو راستہ میں چلا آ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ طلوع شمس کے وقت ہی پہنچ جائے گا۔ اتفاقاً اسے کچھ دیر ہو گئی' اللہ تعالیٰ نے سورج کے طلوع کو کچھ دیر کیلئے مؤخر کر دیا۔[1]

تبصرہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے رد شمس والی روایت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ تمام طرق اور اسانید سے منکر اور غلط ہے۔ البتہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ احمد بن صالح مصری رحمۃ اللہ علیہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مطہر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا میلان اس کی صحت و تقویت کی طرف ہے۔ لیکن بڑے بڑے حفاظ حدیث اور جرح و نقد کے ائمہ نے رد شمس کی بہت تردید کی ہے اور اس کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے۔ مثلاً علی بن مدینی' ابراہیم بن یعقوب جوز جانی' محمد و یعلی پسران عبید طنافسی' ابو بکر محمد بن حاتم بخاری معروف بہ ابن زنجویہ' حافظ ابو القاسم بن عساکر اور امام ابن جوزی نے تو اسے اپنی کتاب موضوعات میں ذکر کیا۔ حافظ ابو الحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو عبد اللہ ذہبی نے بھی اس کے موضوع ہونے کی صراحت کی ہے' یہ تمام بحث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ باقی رہا یونس بن بکیر کا زیادات علی السنن' میں بیان کہ سورج کا کچھ دیر مؤخر طلوع ہونا اس کے علاوہ کسی سے بیان نہیں' علاوہ ازیں یہ دیر سے طلوع ہونا مشاہدہ نہیں۔[2]

دو مرتبہ سورج کا پلٹنا:

ابن مطہر رافضی نے تو اس سے بھی عجیب (من گھڑت) بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے سورج دو دفعہ پلٹا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے اور دوسری دفعہ جب دریائے فرات عبور کیا' اکثر لوگ اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند رفقاء کو نماز باجماعت پڑھائی پھر دیگر رفقا کے مطالبہ پر دعا کی سورج پلٹا اور آپ نے ان و نماز پڑھائی۔[3]

---

① روی ذالك ابن كبير فی زيادانه علی اليسر
② البداية والنهاية عربی ج ٦/ ص ٤٣٥
③ البداية والنهاية عربی ج ٦/ ص ٤١٦

حضرت ادریس علیہ السلام:

وَرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا[1] اور ہم نے اسے بلند مرتبہ پر پہنچایا اور عالی مقام پر سرفراز فرمایا۔ اور حضرت محمد ﷺ کو اس سے بھی اعلیٰ اور افضل مقام عطا فرمایا' آپ ﷺ کا اسم مبارک دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ[2] اور ہم نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کر دیا۔ ہر موذن' خطیب اور نمازی آپ ﷺ کا نام ضرور لیتا ہے۔ اور اَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم مبارک کے ساتھ آپ ﷺ کا اسم گرامی بھی روئے زمین پر اذان میں ملایا جو نماز کے آغاز کی علامت اور مفتاح ہے۔[3]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ کی تفسیر میں نقل کیا ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا ذکر کیا جائے گا آپ ﷺ کا نام بھی لیا جائے گا۔[4]

ابو نعیم اصبہانی حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں زمین آسمان کی آیات اور خارق عادات امور کے منظر سے فارغ ہو گیا تو میں نے عرض کیا یا رب! سابقہ انبیاء کو تیری ذات نے اعزاز و اکرام بخشا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا' موسیٰ کو کلیم بنایا اور داؤد علیہ السلام کیلئے جبال کو مسخر کیا' سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا اور شیطانوں کو تابع بنایا اور عیسیٰ کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا تو فرمایئے! مجھے کیا عطا کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ ﷺ کو ان سب سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز کیا ہے کہ میرے نام کے ہمراہ تیرا نام بھی لیا جائے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو قرآن کا سفینہ بنایا ہے۔ یہ معجزہ کسی امت کو نصیب نہیں اور میں نے آپ ﷺ کو عرش کے خزانوں میں سے ایک عظیم تحفہ دیا ہے' وہ ہے لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ[5]

---

(1) سورۃ مریم: ۵۷
(2) ۹۴/۴
(3) البدایة والنهایة عربی ج ٦/ص ٤٣٥
(4) رواه ابویعلی فی مسنده وابن جریر طبری فی تفسیر وابن حبان فی صحیحه
(5) رواة ابونعیم فی الدلائل کمافی تفسیرابن کثیرج ٤/ص ٩٤

اس سند میں غرابت ہے۔ لیکن امام ابونعیم نے اس کا یہ شاہد پیش کیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً حسب سابق ہے[1]

عجب مذاکرہ:

دلائل النبوۃ میں امام ابوزرعہ رازی نے یہ حدیث درج ذیل سند سے بیان کی ہے مگر وہ بھی منقطع ہے۔ ہشام بن عمار دمشقی' ولید بن مسلم' شعیب بن زریق نے عطا خراسانی سے سنا کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج بیان کررہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی آیات بینات دیکھ کر فارغ ہوگیا تو ایک عمدہ مہک آئی میں نے پوچھا جناب جبرائیل علیہ السلام! یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ جنت کی مہک ہے۔

میں نے عرض کیا یارب! میرے اہل وعیال سے میری ملاقات ہو' اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ﷺ کا وعدہ وفا ہوگا۔ ہر وہ موحد مسلمان جو فی سبیل اللہ خرچ کرے میں اسے اپنا قرب بخشوں گا اور جس نے مجھ پر اعتماد کیا میں اس کیلئے کافی ہوں' جس نے سوال کیا میں اسے نوازوں گا' آپ ﷺ متقی لوگوں کا بہترین مرکز اور قلعہ ہیں' میں نے عرض کیا خدایا میں راضی ہو چکا ہوں۔ جب سدرۃ المنتہی کے مقام پر پہنچا تو سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کہا یارب! ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے اور موسیٰؑ کو کلیم داؤدؑ کو زبور عطا کی ہے اور سلیمانؑ کو بادشاہت سے نوازا ہے'' فرمایئے مجھے کیا عطا کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرا نام بلند کیا ہے کسی خطیب کا خطبہ تیری رسالت کی شہادت کے بغیر نامکمل اور ناجائز ہے اور تیری امت کے سینوں میں قرآن محفوظ کیا ہے اور سورۃ البقرہ کی دو آخری آیات اپنے خاص خزانے سے عطا کی ہیں۔

پھر آپ ﷺ کی ارواح انبیاءؑ سے ملاقات ہوئی ہر نبیؑ نے اپنے پروردگار کی حمد وثنا بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے مجھے

---

[1] البداية والنهاية عربی ج٦ ص٤١٨

خلیل بنایا اور عظیم ملک عطا کیا اور مجھے بمنزلہ ایک امت کے اپنا فرمانبردار بنایا' میرا جینا اور مرنا صرف اللہ کی خاطر ہے' مجھے آتش نمرود سے نجات بخشی اور میرے لئے اس کو ٹھنڈک اور راحت جان بنایا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا سب تعریف ہے اس ذات کی جس نے مجھے ہم کلامی کا شرف بخشا اور مجھے رسالت اور نبوت کیلئے منتخب فرمایا اور مجھ سے سرگوشی کی اور مجھے تورات سے نوازا اور میرے ہاتھوں فرعون کو تباہ کیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا سب ستائش اس ذات کی ہے جس نے مجھے عظیم مملکت عطا فرمائی اور زبور سے بھی نوازا اور میرے لئے لوہا موم کیا' پہاڑ اور پرندے میرے تابع کئے جو تسبیح کیا کرتے تھے اور مجھے حکمت و دانائی اور فیصلہ کن بات عطا کی۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا سب حمد و ثنا اس ذات کی جس نے ہوا' جن اور انسان میرے تابع کئے اور شیطانوں کو میرے تابع فرمان بنایا جو میرے حسب منشا عالی شان محل مورتیاں بڑے بڑے لگن جیسے تالات اور حوض اور چولھوں پر جمی ہوئی دیگیں بناتے تھے اور سب تعریف اس ذات بے ہمتا کی ہے جس نے مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور مجھے ایسی مملکت عطا کی جو میرے بعد کسی کو بھی شایان نہ ہو۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور جس نے مجھے مادرزاد اندھے اور برص والے کو تندرست کرنے کا معجزہ عطا فرمایا اور بامر الٰہی مردوں کو زندہ کرنے کا اعجاز عطا کیا اور سب حمد و ثنا اس ذات کی ہے جس نے مجھے گناہوں سے پاک رکھا اور کافروں میں سے اوپر اٹھا لیا اور شیطان مردود سے پناہ دی' پس شیطان کا ہم پر کوئی تسلط نہیں۔

پھر محمد ﷺ نے فرمایا کہ آپ سب نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور اب میں اس کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں۔ سب ستائش اس ذات کی ہے جس نے مجھے رحمت عالم بنا کر بھیجا اور عالم گیر بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن اتارا جس میں ہر چیز کی وضاحت

ہے اور میری قوم کو اقوام عالم سے بہتر بنایا اور معتدل بنایا اور میری امت کو ایسا منصب عطا کیا کہ وہ جنت میں اول داخل ہونگے گو دنیا میں بالکل آخر زمانہ میں ہیں اور سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے مجھے فاتح عالم بنایا اور آخری نبی بنایا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس فضیلت میں محمد ﷺ سب سے ممتاز اور منفرد ہیں۔[1]

امام حاکم اور بیہقی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کہا یارب! میں محمد ﷺ کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری لغزش بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہنوز میں نے محمد ﷺ کو پیدا بھی نہیں کیا آپ علیہ السلام کو کیسے معلوم ہوا؟ تو آدم علیہ السلام نے کہا میں نے عرش کے پائے پر کلمہ توحید لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا دیکھا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے اسم گرامی کی نسبت اپنی محبوب ترین مخلوق کی طرف ہی کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بجا اے آدم لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ اگر محمد ﷺ کا وجود مسعود نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔[2] (یہ حدیث من گھڑت ہے، نص قرآنی کے بھی خلاف ہے، ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ از البانی ص ۳۸ اور سیرت انبیاء ص ۱۲۳)

رفع ذکر:

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کا نام بلند کیا ہے اور دنیا میں اپنے نام کے ساتھ ملحق کیا ہے۔ اسی طرح قیامت میں آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو بلند کرے گا اور آپ ﷺ کو مقام محمود پر سرفراز کرے گا جس کا سب رشک کریں گے اور محشر کے روز سب مخلوق حتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آپ ﷺ کی طرف دیوانہ وار لپکیں گے۔[3]

گزشتہ اقوام میں حضرت محمد ﷺ کی عزت و عظمت:

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ اگر اس کی زندگی میں محمد ﷺ مبعوث ہوں تو وہ لازماً آپ ﷺ

---

① رواہ ابن جریر فی تفسیرہ ج۸/ص۷۔۱۱ وابن کثیر فی تفسیر سورۃ الاسراء ج۳/ص۲۵۔۲۶۔ ورواہ ابوزرعہ الرازی فی بالدلائل

② رواہ البیھقی فی الدلائل ج۲/ص۳۹۷۔۴۰۲

③ رواہ مسلم فی صحیحہ فی الایمان

پر ایمان لائے گا۔ آپ ﷺ کی پیروی ضرور کرے گا اور بالکل آپ ﷺ کا تعاون کرے گا۔ نیز اس کو پابند کیا کہ اپنی امت سے بھی یہ پختہ عہد لے اگر ان کی زندگی میں محمد علیہ السلام مبعوث ہوں تو وہ سب ان پر ضرور ایمان لاویں گے اور ان کی اتباع کریں گے۔ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ ﷺ کی بعثت کی بشارت دی یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آپ ﷺ کی بعثت کی خوشخبری سنائی اسی طرح آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع یہودی علماء کاہنوں اور راہبوں نے بھی دی۔[1]

معراج کی رات:

حضرت محمد ﷺ معراج کی رات یکے از دیگر آسمانوں سے پرواز کرتے ہوئے حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس چوتھے آسمان پر پہنچے' پھر چھٹے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر ساتویں آسمان پر بیعت المعمور کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سلام وتحیہ ہوا پھر وہاں سے پرواز کیا' اور ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے جس میں قلموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لائے جنت جہنم اور عظیم آیات بینات دیکھیں اور انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی اور ہر ایک نے آپ ﷺ کو الوداع کہا' رضوان فرشتہ نگران جنت اور مالک فرشتہ خازن جہنم نے آپ ﷺ کو سلام کہا۔

یہ ہے رفعت وبلندی' عظمت واحترام' علو مرتبت اور سرفرازی' صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی سائر الانبیاء۔[2]

آخری زمانہ میں رفعت:

کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا دین تاقیامت باقی رہے گا اور سب دین منسوخ ہو جائیں گے اور آپ ﷺ کی امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا تاقیامت اس گروہ کو کوئی دشمن اور مخالف نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ روزانہ پانچ مرتبہ' بلند مقام پر آپ ﷺ

---

(1) ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ ج۱/ص۴۶۳

(2) البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص۴۱۹

کا اسم گرامی پکارا جاتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اسی طرح ہر خطیب خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا ذکر کرتا ہے اور درود و سلام بھیجتا ہے۔

وَضَمَّ الْاِلٰـهُ اِسْمَ النَّبِـيِّ اِلٰى اِسْمِهٖ

اِذَا قَـالَ فِي الْـخَـمْـسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

وَشَـقَّ لَـهٗ مِـنْ اِسْـمِـهٖ لِيُجِلَّـهٗ

فَذُو الْـعَـرْشِ مَـحْـمُـوْدٌ وَهٰـذَا مُحَمَّدٌ

(اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو اپنے اسم گرامی کے ساتھ اذان میں ملحق کر دیا ہے۔ عزت واحترام کی خاطر اپنے اسم مبارک سے آپ کا نام مشتق کیا ہے۔ عرش والا محمود ہے اور آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے)

صرصری مرحوم کا کلام

اَلَـمْ تَـرَ اَنَّـا لَا يَـصِـحُّ اَذَانُـنَـا

وَلَا فَـرْضُـنَـا اِنْ لَّـمْ نُـكَـرِّرْهُ فِيْهِـمَـا

(کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہماری اذان اور نماز بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکرر اسم مبارک کے پوری اور درست نہیں ہوتی)[1]

داؤد علیہ السلام:

حضرت داؤد علیہ السلام نہایت خوش آواز تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ مغرب کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ والتین تلاوت فرمائی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عمدہ آواز کسی کی نہیں سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم الٰہی کے موافق صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے۔[2]

---

(۱) البداية والنهاية عربي ج٦/ص ٤٣٥

(۲) رواه البخاري في الصلوة باب الجهر في العشاء ومسلم في الصلوة باب قراءة العشاء

عجب اعجاز:

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمراہ پرندے بھی تسبیح کہتے ہیں اور ٹھوس پہاڑوں کا تسبیح کہنا اس سے بھی تعجب خیز ہے۔ گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں سنگریزوں نے تسبیحیں کہیں۔ ابن حامد الفقیہ کہتے ہیں یہ حدیث مشہور و معروف ہے کہ شجر، حجر اور مٹی کے ڈھیلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے ہیں۔[1]

اور بخاری شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر طعام اور کھانے کی تسبیحیں سنا کرتے تھے، زہر ملی ہوئی گوشت کی دستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کی بابت بتایا۔ پالتو جانوروں، وحشی درندوں اور جمادات تک نے آپ کی رسالت کی شہادت دی۔[2]

توجیہ:

چھوٹے چھوٹے ٹھوس سنگ ریزوں سے تسبیح کی آواز آنا، بڑے بڑے غاردار اور کھوکھلے پہاڑوں سے تسبیح کی آواز آنے سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔ کیونکہ کھوکھلے پن کی بنا پر ان کی آواز بازگشت اور گنبد کی صدا ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر امیر مکہ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو جبل ابی قبیس اور زرود پہاڑ گونج اٹھتے تھے لیکن اس گونج میں تسبیح کی آواز نہ ہوتی تھی کیونکہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

بایں وصف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاتھوں میں سنگ ریزوں سے تسبیح کی آواز اور بھی تعجب خیز اعجاز ہے۔

خود کمانا:

حضرت داؤد علیہ السلام خود کما کر کھایا کرتے تھے (خود کما کر کھانا نہایت پاکیزہ رزق ہے)

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ عربی ج۶/ص ۴۶۰

(۲) رواہ البخاری فی المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام

اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود کما کر کھایا کرتے تھے اور قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے رہے اور فرمایا ہر نبی علیہ السلام بکریوں کا چرواہا رہا ہے۔[1] اور شام کے تجارتی قافلہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے' سورۃ الفرقان میں ہے یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ (۷/) اور یَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ (۲۰/) یعنی انبیاء کرام پاک اور حلال روزی کی خاطر بازاروں میں کاروبار کیا کرتے تھے۔

جب جہاد شروع ہوا تو مال غنیمت میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ مقرر تھا اور مال فے پر گزراوقات تھا۔

مسند احمد اور ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے انتہا اور اختتام پر مجھے جہاد کا حکم دے کر مبعوث کیا گیا ہے توحید کے استحکام تک یہ جہاد جاری رہے گا اور میرا رزق میرے نیزے کے سایہ تلے ہے۔ ذلت ورسوائی میرے حریف اور مخالف کا مقدر ہے جو شخص کسی قوم کا خصوصی شعار اختیار کر کے ان کی مشابہت اختیار کرے اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔[2]

زرہ بنانا:

آگ میں گرم کئے بغیر لوہے کا آٹے کی طرح نرم ہونا (حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا) آپ علیہ السلام اس سے زرہیں تیار کیا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ لوہے کی کڑیوں کو ایسے انداز سے جوڑو کہ کیل باریک نہ ہو کہ تنگ ہو جائے اور موٹا بھی نہ ہو کہ ٹوٹ جائے بلکہ معتدل اور درمیانہ ہو جس طرح کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ اور قرآن میں ہے اور ہم نے اسے تمہارے لئے زرہیں بنانا بھی سکھایا۔

نَسَجَ دَاوٗدُ مَا حَمَی صَاحِبُ الْغَا

رِوَکَانَ الْفَخَّارُ لِلْعَنْکَبُوْتِ

---

(۱) رواہ البخاری فی الاجارۃ

(۲) رواہ احمد فی مسندہ ج۲/ص۵۰ وابن ابی شیبہ فی مصنفہ ج۵/ص۳۱۳

(۳) سورۃ الانبیاء آیت ۸۰

(داؤدی زرہ نے صاحب غار کی حفاظت نہ کی بلکہ یہ کارنامہ عنکبوت کو نصیب ہوا)

غرضیکہ لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے (دھاگے کی طرح) نرم تھا اور حضرت محمد ﷺ کیلئے پتھر (جو لوہے سے سخت ہے) ریت کی طرح نرم تھا۔ ۴ھ یا ۵ھ میں خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت پتھر نمودار ہوا اور اسے کوئی بھی نہ توڑ سکا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، فاقہ کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ پہلی ضرب سے ایک روشنی پیدا ہوئی اور شام کے محلات نظر آئے، دوسری ضرب سے چنگاری اٹھی اور فارس کے محلات دکھائی دیئے، تیسری ضرب ماری تو وہ خاک اور ریت کا ٹیلہ تھا۔

پتھر کی چٹان کا (جس کو آگ بھی پگھلا نہیں سکتی) آپ ﷺ کی ضرب خارا شگاف سے تودہ خاک بن جانا، لوہے کے نرم ہونے سے (جو آگ سے نرم ہوسکتا ہے) زیادہ تعجب انگیز ہے۔

پتھر لوہے سے زیادہ سخت اور ناقابل شکست ہوتا ہے۔

فَلَوْ اَنَّ مَا عَالَجْتُ لِيْنَ فُؤَادِهَا

بِنَفْسِي لَلَانَ الْجُنْدَلُ ....

یعنی شاعر کی نگاہ میں کوئی چیز پتھر سے زیادہ سخت ہوتی تو وہ ضرور بیان کرتا۔[1]

سورہ بقرہ ۷۴ میں ہے اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔

باقی رہا

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ[2]

کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور سخت مخلوق، تو اس سے مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے کسی مخلوق کا سخت اور نرم بیان کرنا مقصود نہیں۔ الغرض لوہا بغیر کسی قسم کی

[1] البداية والنهاية عربی ج۶/ص ۴۲۱

[2] سورة الاسراء آيت ۵۰-۵۱

تدبیر کے پتھر سے سخت ہوتا ہے' اگر کوئی تدبیر بروئے کار لائی جائے تو لوہا فوراً متاثر ہوتا ہے۔[1]

اور توجیہ:

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے اس قدر نرم تھا اس سے کڑیاں بنا کر زرہ تیار کر لیتے تھے اور حضرت محمد ﷺ کیلئے پتھر موم بن گئے۔ آپ ﷺ کے اشارہ سے وہ غار کی شکل اختیار کر گئے اور یوم احد میں آپ ﷺ اس میں چھپ گئے۔

پتھر کا نرم ہونا' لوہے کے نرم ہونے سے زیادہ حیرت انگیز ہے کہ لوہا آگ سے نرم ہو جاتا ہے اور پتھر آگ سے متاثر نہیں ہوتا' بقول ابو نعیم اصبہانی یہ غار اب تک باقی ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اسی طرح مکہ کی کسی وادی میں آپ ﷺ نے ایک پہاڑ کو ہاتھوں سے دھکیلا اور نرم ہو گیا۔ یہ بھی مشہور واقعہ ہے۔ حجاج کرام کی زیارت گاہ ہے۔ اسی طرح معراج کی رات ایک پتھر آٹے کی طرح نرم ہو گیا' آپ ﷺ نے اس کے سوراخ میں براق کا لگام باندھ دیا اور اس مقام کو لوگ آج تک متبرک سمجھ کر چھوتے ہیں۔[2]

تبصرہ:

جنگ احد اور مکہ کی کسی وادی کا واقعہ نہایت غریب ہے اور سیرت کی کسی مشہور و معروف کتاب میں مذکور نہیں۔ البتہ بیت المقدس میں براق کے باندھنے کا واقعہ درست ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے باندھا تھا جس طرح کہ صحیح مسلم شریف میں بیان ہے۔[3]

---

① البدایة و النهایة عربی ج ٦/ص ٤٢٢

② دلائل النبوه لابی نعیم ج ٢/ص ٧٥٩

③ البدایة و النهایة ج ٦/ص ٤٢٠

حکمت ودانائی:

حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمت ودانائی عطا ہوئی اور حضرت محمد ﷺ کو سب سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام سے اعلیٰ اور اکمل شریعت اور حکمت ودانائی عطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے محاسن اور مناقب آپ ﷺ کو عطا فرما دیئے اور مزید وہ کچھ دیا جو کسی نبی علیہ السلام کو بھی عطا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جامع کلمات کا معجزہ عطا ہوا ہے۔ میرا کلام مختصر اور کوزہ میں دریا بند ہوتا ہے۔[1]

حضرت سلیمان علیہ السلام:

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورۃ ص، سورۃ الانبیاء، سورۃ سبا کی متعدد آیات درج کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی مرفوع روایت بیان کرتے ہیں جو مسند احمد، ترمذی صحیح ابن حبان اور مستدرک میں مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے تین سوال کئے۔ (۱) ایسی قوت فیصلہ جو منشاء الٰہی کے موافق ہو، (۲) ایسی حکومت جو ان کے بعد کسی کو شایان نہ ہو، (۳) بیت المقدس کی زیارت کیلئے جو آئے وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جیسے وہ آج پیدا ہوا ہے۔[2]

ہوا کا تابع ہونا:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر اور تابع ہونا ایک عظیم معجزہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنگ احزاب میں ہوا سے حضرت محمد ﷺ کی نصرت فرمائی فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا (۳۳/۹) ہم نے ان پر آندھی بھیجی۔ مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ "نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ" اور متفق علیہ روایت میں ہے نُصِرَتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ[3]

---

(۱) رواہ دارقطنی فی سننہ ج٤/ص١٤٥۔

(۲) رواہ احمد فی مسندہ ج١٧٦/٦ وابن ماجہ فی سننہ وابن حبان صحیحہ والحاکم فی مستدرک ج٢/٤٣٤

(۳) رواہ البخاری فی التمم ومسلم فی المساجد

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کافر قوم سے نبرد آزما ہونا چاہتے تو ایک ماہ کی مسافت تک کافر قوم مرعوب اور لرزہ براندام ہو جاتی۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو تابع کر دیا تھا جس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ اور شام کی منزل مہینے بھر کی راہ تھی (سورۃ سبا آیت ۱۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باران رحمت برسانے کی خاطر ہوائیں مسخر تھیں، بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور بارش ہوتی۔

ایک اور موازنہ:

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا کو تابع کیا، اس کا صبح کا سفر ایک ماہ کی مسافت تھا اور اسی طرح زوال کے بعد

سنئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے عظیم اور وقیع معجزہ سے نوازا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے معمولی حصہ میں مکہ سے بیت المقدس تک سفر کیا جو ایک ماہ کا سفر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا پچاس ہزار سال کا سفر رات کے ایک تہائی سے بھی کم وقت میں طے کیا ہر آسمان کے عجائبات دیکھے، جنت اور جہنم ملاحظہ فرمایا۔ انبیاء کرام اور ملائکہ کی امامت فرمائی اور یہ سب کچھ رات کے معمولی حصہ میں وقوع پذیر ہوا۔[1]

شیطانوں کا تابع ہونا:

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی حسب منشا مختلف مصنوعات تیار کرنا یہ بھی ایک معجزہ ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و معاونت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے متعدد غزوات میں مقرب ملائکہ کو بھیجا اور یہ شیاطین کے تابع ہونے سے اہم اور افضل معجزہ ہے۔ ایک متفق علیہ روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گزشتہ رات ایک سرکش جن نے میری نماز میں خلل انداز ہونے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ عربی ج ٦/ص ٤٢٤

نے مجھے اس پر قدرت بخشی میرا ارادہ ہوا کہ میں اسے پکڑ کر مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دوں کہ لوگ اسے دیکھ لیں مگر مجھے سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی کہ میرے جیسی حکومت کسی کو عطا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مردود کو ذلیل و رسوا کر کے لوٹا دیا۔[1]

مسلم شریف میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے اور مسند احمد میں نہایت عمدہ سند سے حضرت ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے۔

حدیث کی دیگر متعدد کتب میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہ رمضان آ جائے تو جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں یہ محض روزے اور قیام رمضان کی برکت کا ثمرہ ہے۔[2]

جنات کا اسلام لانا:

اللہ تعالیٰ نے کچھ جن بھیجے قرآن کی سماعت کیلئے وہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی تبلیغ کی اور رغبت دلائی اور مخالفت کے انجام سے آگاہ کیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن اور انسان دونوں کی طرف مبعوث ہیں' چنانچہ جنات کے اکثر گروہ مسلمان ہو گئے اور کچھ ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے سورۃ رحمٰن کی تلاوت کی' مومنوں کو جنت کی خوشخبری سنائی اور کافروں کو جہنم کی وعید بتائی' خود ان کے خورونوش اور ان کے مال مویشی کے چارہ کی بابت بتایا اور ان کو ہر قسم کے اہم امور سے آگاہ کر دیا۔[3]

جن کا واقعہ:

بیت المال کی حفاظت و نگہداشت کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ مقرر فرمائے مگر چور کا یاں تھا کہ آنکھوں میں دھول جھونک جاتا بالآخر قابو آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

① رواہ البخاری فی المساجد باب الاسیر یربط فی المسجد ومسلم فی المساجد باب جواز لعن الشیطان فی اثناء الصلاۃ

② رواہ البخاری فی الصوم

③ البدایۃ والنہایۃ عربی ج٦/ص ٤٢٥

خدمت میں لانے کی کوشش کی مگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہونے سے خائف تھا۔ پھر اس نے ایک وظیفہ بتا کر اپنی خلاصی چاہی کہ آیت الکرسی کی تلاوت کرنے والے کے پاس شیطان نہیں بھٹک سکتا۔[1]

حضرت جبرائیل علیہ السلام:

ابوجہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین مخالف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در پے آزاد رہتا تھا بارہا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ونصرت کی۔ اس طرح غزوہ احد میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت لڑتے رہے۔[2]

نبوت و بادشاہت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ حکمرانی سے بھی سرفراز فرمایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ نبوت کے ساتھ ملوکیت پسند کرتے یا عبدیت تو حضرت جبرائیل سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اشارہ سے بتایا کہ تواضع اور انکساری اختیار کرو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کے ساتھ عبد ہونے کو پسند فرمایا۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔[3]

زمین کے خزانے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زمین کے مدفون خزانے اور معدنیات پیش کئے گئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا' اور فرمایا میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے پہاڑوں کو سونا بنا دیتا مگر میری خواہش ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن شکم سیر۔[4]

---

① رواہ ابو نعیم فی الدلائل النبوۃ ج۲/ص ۷٦٦

② رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ۔ البدایۃ والنہایۃ عربی ج٦/ص ٤٢٥

③ البدایۃ والنہایۃ عربی ج٦/ص ٤٢٥

④ البدایۃ والنہایۃ عربی ج٦/ص ٤٢٥

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خواب میں روئے زمین کے خزینوں کی چابیاں میرے سپرد کر دی گئی ہیں۔[1]

حسین بن واقد رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ریشمی لباس میں ملبوس' ابلق گھوڑے پر سوار میرے پاس دنیا کے خزانوں کی چابیاں لائے ہیں۔

قاسم ابولبابہ سے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ پیش کش کی کہ وادی بطحا کو سونا بنا دے' میں نے عرض کیا' نہیں یارب! لیکن میری آرزو یہ ہے کہ ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز سیر ہو کر کھاؤں' بھوکا ہوں تو گریہ وزاری کروں شکم سیر ہوں تو شکر بجالاؤں۔[2]

پرندوں کی بولی:

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں اور جانوروں کی بولی سمجھتے تھے۔ یہ ایک فقید المثال معجزہ ہے تو عرض ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو بھی اس اعجاز سے سرفراز فرمایا گیا بلکہ مزید نوازا گیا' جانوروں اور درندوں نے آپ ﷺ سے بات کی' پتھر اور سنگ ریزوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ میں تسبیح کہی۔ اونٹ نے آپ ﷺ سے مالک کی شکایت کی' کھجور کا تنا آپ ﷺ کے درد فراق میں رویا' بکری کی دستی نے آپ ﷺ کو بتایا کہ میں زہر آلود ہوں۔ قریش کے حلیف بنی بکر نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی' آپ ﷺ کے حلیف عمرو بن سالم خزاعی نے آپ ﷺ سے شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ بادل آپ ﷺ کی نصرت و حمایت کیلئے گرج رہا ہے۔ یاد رہے کہ یہی خلاف ورزی فتح مکہ کا باعث ہوئی۔[3]

پتھر کا سلام کہنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک پتھر مجھے قبل از بعثت سلام کہا کرتا تھا اب بھی میں اس

---

(1) رواہ البخاری نحوہ فی الجھاد ومسلم فی المساجد

(2) رواہ الترمذی فی ثنہ فی الزھد

(3) البدایۃ والنھایۃ عربی ج٦/ص ٤٢٦

کو پہچانتا ہوں۔[1]

یہ سلام زبان حال سے ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے سمجھ لیا ہو تو یہ جانوروں کی بولی سمجھنے سے بھی اعلیٰ اور افضل معجزہ ہے کیونکہ یہ پتھر جمادات کی نوع سے ہے بے زبان ہے۔ پرندے جاندار اور منہ میں زبان رکھنے والی مخلوق ہے۔ اگر یہ سلام زبان قال سے ہو (اور یہی قرین قیاس ہے) تو یہ بھی ایک انوکھا معجزہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکہ کی کسی شعب میں جا رہا تھا تو راستہ میں ہر شجر، حجر اور مدر آپ ﷺ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کہہ رہا تھا۔ یہ سلام زبان قال سے رسول اللہ ﷺ نے بھی سنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی۔[2]

یعفور گدھا:

ابونعیم خالد بن معلاۃ جبلؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک سیاہ فام گدھا حاضر ہوا آپ ﷺ نے پوچھا کیا نام ہے؟ عرض کیا عمرو بن فہران، ہم سات بھائی تھے اور انبیاء کرام علیہ السلام کی سواری تھے، میں سب سے چھوٹا ہوں اور آپ ﷺ کا خادم ہوں میرا مالک یہودی تھا جب مجھے آپ ﷺ یاد آتے تو میں اسے گرا دیتا تھا اور وہ مجھے خوب پیٹتا تھا۔ یہ داستان سن کر آپ ﷺ نے فرمایا تیرا نام یعفور ہے۔[3]

تبصرہ:

معجزات کی متعدد صحیح روایت کے دستیاب ہوتے ہوئے ایسی واہیات اور منکر روایت بیان کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، اس کی اور سند بھی بیان کی گئی ہے، اس کو بھی ابن ابی حاتم نے منکر کہا ہے۔ واللہ اعلم

---

① رواہ مسلم فی صحیحہ فی الفضائل

② ذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد وقال رواہ الطبرانی فی الاوسط

③ ذکرہ القاضی عیاض فی الشفاء ج ۱/ص ۳۱٤

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات:

بقول حافظ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ مسیح کا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام عموماً سیر وسیاحت میں رہتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے پاؤں سپاٹ تھے۔ بوقت ولادت آپ علیہ السلام کے جسم پر تیل کی مالش تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مبارک ہاتھوں سے چھوا، اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ معاف کر دیئے، جسے چھوتے وہ شفایاب ہو جاتا۔[1]

خصائص:

آپؑ باپ کے بغیر مریم کے مولود اور کلمہ کن کے ذریعہ مخلوق ہیں جیسے حوا آدم علیہم السلام سے بغیر ماں کے پیدا ہوئیں اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپؑ کا ڈھانچہ مٹی سے تیار کر کے ''کن'' کہا اور معرض وجود میں آ گئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کی نفخ کے ذریعہ کلمہ کن کی پیداوار ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ولادت کے وقت ابلیس ملعون کے وار سے محفوظ رہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مارنے لگا تو وہ پردے میں لگا۔[2]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک پہلے آسمان میں جسمانی طور پر زندہ ہیں اور قبل از قیامت دمشق میں سفید مشرقی منارہ پر نزول فرمائیں گے دنیا میں جس قدر ظلم وستم روا ہوگا اسے ختم کر کے دنیا کو عدل وسلامتی کا گہوارہ بنائیں گے شریعت محمدیہ کے قانون کو بروئے کار لائیں گے اور روضہ اطہر میں دفن ہونگے۔[3]

مردوں کو زندہ کرنا:

یہ ایک عظیم معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوا اور حضرت محمد ﷺ کے اس نوع کے اکثر معجزات ہیں۔ بلکہ جمادات کا زندہ کرنا مردہ انسان کے زندہ کرنے کی نسبت

---

(۱) البدایة والنهایة عربی ج۶ ص ۴۲۷

(۲) رواه البخاری فی صحیحه فی بدء الخلق

(۳) کمارواه الترمذی سننه فی المناقب

وقیع اور اعلیٰ معجزہ ہے۔

زہر ملی بکری کی دستی کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوا' یاد رہے کہ گوشت کے ٹکڑے کو زندہ کرنا ایک سالم انسان کے زندہ کرنے سے بوجوہ اعلیٰ معجزہ ہے۔ مردہ اور بے جان جانور کے ایک حصہ کو زندہ کرنا باقی ماندہ پر موت طاری رہنا اور زندگی بھی ایسی جو سابقہ زندگی سے عقل و ادراک کے لحاظ سے ممتاز ہو' بلکہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے پرندے زندہ کرنے سے بھی اعلیٰ اور برتر معجزہ ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں' شجر' حجر' مدر درخت کی شاخوں' کھجور کے تنے میں زندگی اور عقل وادراک کا حلول کر جانا جبکہ وہ قبل ازیں ایسی زندگی سے بالکل ناآشنا تھے۔ بہ نسبت مردہ زندہ کرنے کے جو حیات زندگی کا مرکز تھا بالکل ایک اعلیٰ معجزہ اور حیرت انگیز اعجاز ہے۔ "فِي مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ" میں ابن ابی الدنیا نے ایسے متعدد معجزات بیان کئے ہیں۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری مریض کی عیادت کیلئے گئے اور وہ فوت ہو گیا ہم نے نعش پر کپڑا پھیلا کر ڈھانپ دیا (اس کے سرہانے اس کی بوڑھی والدہ بیٹھی تھی (اور بیہقی میں ہے کہ وہ اندھی تھی) والدہ سے کسی نے کہا صبر کرو اور اللہ کے ہاں اجر طلب کرو تو اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے' ہم نے عرض کیا جی ہاں! بوڑھی نے پھر پوچھا کیا سچ مچ فوت ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا بالکل۔ پھر اس نے ہاتھ پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی الٰہی! تیری ذات کو خوب معلوم ہے کہ میں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت محض اس امید سے کی تھی کہ تو ہی میرے مصائب میں کام آئے' خدایا اس ناقابل برداشت اور جانکاہ مصیبت میں مجھے مبتلا نہ کر دے۔[2]

چنانچہ وہ لڑکا سر سے کپڑا اتار کر بیٹھ گیا اور ہم سب نے ایک ہی دسترخواں پر کھانا کھایا۔

---

(1) البداية والنهاية عربی ج٦/ص ٤٢٧

(2) رواه البيهقي في دلائله ج٦/ص ٥١

یہ واقعہ ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اس میں ہے اِنَّ اُمَّہٗ کَانَتْ عَجُوْزاً عَمْیَاءَ

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے اس میں ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوا' یہ راوی سب ثقہ ہیں مگر اس میں عبداللہ بن عون اور انس رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے' واللہ اعلم۔[1]

گدھے کا زندہ ہونا:

حسن بن عرفہ ابوصبرہ نخعی سے بیان کرتے ہیں کسی یمنی کا راستہ میں گدھا مر گیا اس نے دو رکعت نماز کے بعد دعا کی الٰہی! میں گھر سے تیرے راستہ میں جہاد کرنے کی خاطر نکلا ہوں اور صرف تیری رضا نصب العین ہے اور میرا ایمان ہے کہ تو ہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔ آج مجھے کسی کا احسان مند نہ کر' آج میں اپنے گدھے کی زندگی کا طلب گار ہوں۔ چنانچہ گدھا کان پھڑکاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔[2]

امام بیہقی کہتے ہیں یہ سند درست ہے۔ اس طرح کی کرامت نبی علیہ السلام کا معجزہ شمار ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ اسماعیل بن ابی خالد یہ واقعہ شعبی سے بھی نقل کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے یہ گدھا کوفہ کے بازار میں فروخت ہوتا دیکھا۔ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند سے بھی یہ نقل کیا ہے' اس میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رونما ہوا اور کسی یمنی کا شعر ہے:

وَمِنَّا الَّذِیْ اَحْیَی الْاِلٰہُ حِمَارَہٗ
وَقَدْ مَاتَ مِنْہُ کُلُّ عُضْوٍ مُفَصَّلِ

---

① البدایة والنهایة عربی ج٦/ص٤٢٨

② رواه البیهقی فی دلائله ج٦/ص٤٨

زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا موت کے بعد کلام کرنا:

امام بخاری کی تاریخ کبیر میں ہے زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ' بدری عہد عثمان میں فوت ہوا اور وفات کے بعد اس نے کلام کی ہے۔①

مستدرک میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اور دلائل النبوۃ میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب سے بیان کیا ہے کہ زید بن خارجہ انصاری' خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں فوت ہوا' اور اس کی نعش پر کپڑا ڈال دیا گیا۔ پھر حاضرین نے اس کے سینے سے آواز سنی پھر اس نے کہا واقعی احمد لوح محفوظ میں مذکور ہے۔ اور وہ صادق ہے' ابوبکر رضی اللہ عنہ خود ضعیف ہے مگر احکام الٰہی میں طاقتور ہے' یہ کتاب اول کی نوشت ہے اور درست ہے عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب طاقتور ہیں یہ لوح محفوظ میں ہے واقعی سچ ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان رضی اللہ عنہ بھی ان کے طرز خلافت پر قائم ہیں۔ چار سال گزر چکے ہیں اور دو باقی ہیں پھر فتنہ فساد کا دور آئے گا۔ طاقتور کمزور کو کھا جائیں گے' اور قیامت بپا ہو جائے گی۔ عنقریب تمہارے لشکر کے بارے خبر آئے گی۔

یحییٰ بن سعید انصاری' سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں پھر بنی حطمہ کا ایک آدمی فوت ہوا' اس کی نعش پر کپڑا ڈال دیا گیا۔ اس کے سینہ میں آواز پیدا ہوئی' پھر اس نے بات کی کہ واقعی انصاری خزرجی نے سچ کہا ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۵)
ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی نے اس واقعہ کو ایک دوسری سند سے . ں سے بھی مفصل بیان کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ بعد از موت کلام کرنے کا واقعہ ایک جماعت سے صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے' واللہ اعلم۔

بکری کا زندہ ہونا:

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ایک بکری ذبح کر کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ

① التاریخ الکبیر للبخاری ۳۸۸/۱/۲

نے دعوت کی اور معمولی سے جو کا آٹا تھا' ہزار افراد دعوت میں شریک تھے سب نے خوب کھایا۔[1]

العجائب والغرائب میں حافظ محمد بن منذر رحمۃ اللہ علیہ عرف یشکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ بکری کی ہڈیوں کو جمع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور وہ بکری زندہ ہوگئی اور وہ اپنے گھر لے گئے واللہ اعلم۔[2]

دیوانے کا تندرست ہونا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پاگل کے تندرست ہونے کے بارے میں کوئی خاص واقعہ منقول نہیں۔ آپ علیہ السلام مادر زاد اندھے اور ابرص کو تندرست فرماتے تھے۔ مگر بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جملہ امراض اور کہنہ بیماریوں کا علاج فرمایا کرتے تھے۔

امام احمد اور حافظ بیہقی نے متعدد اسناد سے یعلی بن مرہ سے بیان کیا ہے کہ ایک عورت اپنے ننھے بچے کو لے کر آئی' وہ سخت قسم کی آسیب میں مبتلا تھا' اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ بچہ بیمار ہے' مصیبت میں مبتلا ہے' ہمیں تنگ کرتا ہے' ایک ہی دن میں بار بار دورہ پڑتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بچہ مجھے پکڑا دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑا اور منہ کھول کر اس میں تین بار پھونکا اور فرمایا بسم اللہ انا عبداللہ اخساء عدو اللہ' پھر اسے بچہ پکڑا دیا پھر بچہ فوراً تندرست ہوگیا اور یہ تکلیف کبھی نہ ہوئی۔[3]

امام احمد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یہ دیوانہ ہے۔ کھانے پینے کے وقت اسے دورہ پڑتا ہے اور کھانا پینا دوبھر کر دیتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر دعا کی اسے قے آئی اور کتے کے کالے بچے کی طرح اس کے پیٹ سے کوئی چیز نکلی اور وہ تندرست ہوگیا (رواہ احمد فی مسندہ ج۱ ص۲۵۴) (غریب من ہذا الوجہ) فرقد

---

(۱) رواہ البخاری صحیحہ

(۲) البدایۃ والنہایۃ عربی ج٦/ص ٤٣٠

(۳) رواہ احمد فی مسندہ ج٤/ص ١٧١ والبیہقی فی الدلائل ج٦/ص ٢١

سنجی م ۱۳۱ھ گو صالح آدمی ہے مگر اس کا حافظہ درست نہیں۔ ہاں مذکورہ بالا واقعہ اس کا شاہد ہے۔ اگر قصہ ایک ہی ہو۔ واللہ اعلم

جن:

مسند بزار میں فرقد از سعید ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکور ہے کہ مکہ مکرمہ میں آنحضور ﷺ کے پاس ایک انصاری عورت آئی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک خبیث جن مجھ پر غالب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا گر اس حالت پر صبر کرو تو قیامت کے روز تمہارا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا۔ تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو برحق مبعوث فرمایا ہے میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے عرض کیا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ خبیث برہنہ کردے تو آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا فرمائی جب اس کو دورے کا احساس ہوتا تو وہ کعبہ کے پردے سے چمٹ کر دعا کرتی ''اخساء دفع ہوجا' تو وہ چلا جاتا۔[1]

امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ فرقد کو یہ واقعہ یاد ہے' مسلم اور بخاری میں عطاء بن ابی رباح سے اس کا شاہد موجود ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا' میں آپ کو ایک جنتی عورت دکھاؤں؟ عرض کیا ضرور' تو انہوں نے کہا یہ سیاہ فام عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اس نے عرض کیا مجھے دورہ پڑتا ہے اور میں برہنہ ہوجاتی ہوں۔ آپ ﷺ میرے لئے دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا صبر کرو تو اس کا صلہ جنت ہے۔ مرضی ہو تو میں دعا کرتا ہوں' اللہ شفا بخشے گا۔ اس نے کہا میں صبر کروں گی' بس آپ ﷺ اتنی دعا کیجئے کہ میں برہنہ نہ ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی پھر وہ برہنہ نہیں ہوتی تھی۔[2]

امام بخاری' ابن جریج سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے عطا رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں نے وہ دراز قامت سیاہ فام عورت اُمِ زفر رضی اللہ عنہا کعبہ کے پردے سے چمٹی ہوئی دیکھی ہے۔[3]

---

(۱) ذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ج ۲/ص ۳۰۷ وقال رواہ البزار

(۲) رواہ احمد فی مسندہ ج ۱/ص ۳۴۷ والبخاری فی صحیحہ فی المرضی ومسلم فی صحیحہ فی البر والصلہ

(۳) رواہ البخاری المرضی

اسد الغابہ میں حافظ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یہ ام زفرؓ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کی مشاطہ اور کنگھی چوٹی کرتی تھی۔ اس کی عمر اس قدر دراز ہوئی کہ عطا بن ابی رباح م ۱۱۴ھ نے اس کا زمانہ پایا' رحمہم اللہ تعالیٰ[1]

اکمہ:

مادرزاد اندھے کو کہتے ہیں یا وہ شخص جسے رات کو دکھائی دے۔ ابرص وہ ہے جس کے جسم پر پھل بہری کے سفید داغ ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ایسے مریض شفایاب ہو جاتے تھے۔

جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ چشم خانہ سے باہر نکل کر رخسار پر لٹک گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے دست مبارک سے چشم خانہ میں رکھ دیا اور وہ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہوگئی۔[2] حضرت قتادہ کا پوتا عاصم بن عمر' حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ تو اس نے کہا:

اَنَا ابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الْخَدِّ عَیْنُہٗ

فَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَحْسَنَ الرَّدِّ

فَعَادَتْ کَمَا کَانَتِ الْاُوْلٰی اَمْرُھَا

فَیَا حُسْنُ مَا عَیْنٌ وَیَا حُسْنُ مَا خَدٌّ

(میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار سے ڈھلک گئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ چشم خانہ میں رکھ دی تھی۔ وہ بالکل پہلے کی طرح خوبصورت ہوگئی۔ دیکھیے! وہ آنکھ کیسی خوبصورت تھی اور طریقہ علاج کیسا عمدہ تھا۔)

---

① اسد الغابہ لابن اثیر ج ۷/۳۳۳

② السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج ۲/ص ۸۲) والدلائل للبیہقی ج ۲/ص ۶۵ والدلائل لابی نعیم ج ۲/ص ۶۲۱-۶۲۶

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا:

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قَعْبَانِ مِنْ لَبَنٍ
شِيْبًا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدُ اَبْوَالًا

(یہ فضائل اور خوبیاں ہیں جو تاریخ میں ثبت ہیں لسی کے دو پیالے نہیں کہ ادھر پیئے اور ادھر خارج ہو گئے) پھر آپ نے اسے خوب انعام و اکرام سے نواز۔ دار قطنی میں ہے کہ دونوں آنکھیں ڈھلک گئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے درست فرمائیں مگر مشہور مذکورہ بالا ہی ہے جس طرح کہ ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے۔

اندھے کا واقعہ:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک نابینا نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزارش کی دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے عافیت بخشے' آپ ﷺ نے فرمایا ارادہ ہو تو میں آپ کی آخرت کیلئے دعا کروں اور یہ تمہاری آخرت کے لئے بہتر ہے' چاہو تو عافیت کی دعا کر دیتا ہوں۔ اس نے عرض کیا' حضور! آپ ﷺ دعا فرمایئے (میری نگاہ بحال ہو جائے) چنانچہ آپ ﷺ نے اسے فرمایا وضو کر کے دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٌ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِهٖ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ فَتَقْضِیْ

اور بروایت عثمان بن عمر "فشفعه فی" عثمان بن حنیف کہتے ہیں اور اس نے یہ عمل کیا اور شفایاب ہو گیا۔[2]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بیان کر کے فرمایا ہے۔ حدیث حسن' صحیح غریب ہے۔[3] ہمارے علم میں صرف ابو جعفر خطمی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ امام بیہقی نے بھی ابو جعفر خطمی' ابوامامہ

---

[1] اسد الغابہ ج٤/ص٣٩٠ والاستعاب لابن عبدالبر ج٣/ص١٢٧٥
[2] رواه احمد فی مسنده ج٤/١٣٨
[3] رواه الترمذی فی الدعوات

بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، اس کے چچا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ عثمان بن حنیف نے کہا، ہم اسی مجلس میں بیٹھے تھے، وہ معمولی دیر بعد آیا، بینائی بالکل درست تھی، کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ تھی۔[1]

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ حبیب بن قریط سے بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نابینا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا میرا پاؤں سانپ کے انڈوں پر پڑ گیا ہے اور میری بینائی چلی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھوں پر دم کیا اور اس کی بینائی بحال ہوگئی وہ اسی (۸۰) سال کی عمر میں سوئی میں دھاگہ پرو لیتا تھا۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ:

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خیبر میں آنکھیں درد کر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کیا، فوراً ٹھیک ہو گئے، پھر کبھی آنکھیں درد نہیں ہوئیں۔[3]

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عتیک کے پاؤں پر ہاتھ پھیرا اور وہ درست ہوگیا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے ابورافع یہودی کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتا تھا، قتل کر کے کوٹھے کے اوپر سے چھلانگ لگائی اور پاؤں ٹوٹ گیا۔[4]

سلمہ رضی اللہ عنہا اور سعد رضی اللہ عنہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو چھوا جو جنگ خیبر میں ٹوٹ گیا تھا، وہ فوراً صحیح ہوگیا۔[5]

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیهقی ج۱۶۷/۶

(۲) ذکرہ حافظ ابن حجر فی الاصابۃ ج۱/ص۳۰۸ وابن عبدالبر فی الاستیعاب ج۱ ص۳۳۰

(۳) رواہ البخاری فی صحیحه فی المغازی ومسلم فی صحیحه فی فضائل الصحابة

(۴) رواہ البخاری فی صحیحه فی المغازی

(۵) رواہ البخاری فی صحیحه فی المغازی

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کیلئے دعا فرمائی وہ شفایاب ہو گئے۔[1]

ابو طالب:

بیہقی میں ہے کہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ فوراً شفایاب ہو گئے۔[2]

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ:[3]

حافظ ابن عساکر محمد بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کو کسی عورت نے غلط رستے پر لگا دیا۔ آپ نے اس عورت کو بد دعا دی اور اندھی ہو گئی پھر اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور آئندہ ایسا کرنے سے باز رہنے کی تسلی دلائی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی الٰہی! اگر یہ سچ کہتی ہے تو اس کی بینائی بحال کر دے‘ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اس کی بینائی بحال ہو گئی۔[3]

بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ عثمان بن عطا سے بیان کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا‘ جب وہ گھر میں داخل ہو کر وسط صحن میں پہنچ جاتے تو اللہ اکبر کہتے ہیں اور ان کی بیوی بھی اسی طرح اللہ اکبر کہتی۔ پھر جب وہ کمرے میں داخل ہو کر بیٹھ جاتے تو وہ آپ کا جوتا اتارتی اور کھانا پیش کرتی۔

ایک رات آپ گھر تشریف لائے اور حسب دستور تکبیر کہی اور بیوی نے جواب نہ دیا پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کمرے میں داخل ہو کر تکبیر کے بعد سلام کہا تو پھر بھی جواب ندارد‘ وہ بھلی مانس اندر بیٹھی تنکے سے زمین کرید رہی ہے اور گھر میں کوئی دیا بتی بھی روشن نہیں تو آپ نے پوچھا‘ خیر تو ہے؟ اس نے کہا سب لوگ آرام و راحت سے زندگی بسر کرتے

---

① رواه مسلم في صحيحه في الوصية

② رواه البيهقي في الدلائل ج٦/ص ١٨٤

③ ذكره حافظ ابن عساكر تاريخ دمشق كا في المختصر لابن منظور

ہیں اور ہمارا روکھی سوکھی پر گزر اوقات ہے' کیا اچھا ہوتا اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ امیر معاویہؓ کے پاس جاتے وہ آپ کو ایک خادم عنایت کر دیتے اور کچھ اور نوازش کرتے اور ہم عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے۔ یہ کلام سن کر آپ نے دعا فرمائی الٰہی! جس نے میری بیوی کو غلط راستے پر ڈالا ہے' اس کی بینائی سلب کر دے۔

کوئی عورت خولانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کو یہ پٹی پڑھاتی تھی کہ تم اپنے خاوند سے مطالبہ کرو کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے اپنی ضروریات سے آگاہ کرے وہ لازماً تمہاری ضروریات پوری کر دیں گے۔

وہ عورت اپنے مکان پر ہے' دیا روشن ہے' اچانک اس کی بینائی چلی گئی۔ اس نے کہا تمہارا دیا بجھ گیا ہے۔ اہل خانہ نے کہا نہیں تو پھر اس نے کہا' بس میری بینائی چلی گئی ہے۔ وہ فوراً ابو مسلم خولانی کی خدمت میں حاضر ہوئی' اللہ کا واسطہ دینے لگی اور منت سماجت کرنے لگی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور اس کی بینائی بحال ہو گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کی طبیعت بھی حسب سابق صحیح ہو گئی۔[1]

مائدہ:

دستر خوان جس کا تذکرہ سورۃ (سورہ مائدہ آیت ۱۱۲ سے ۱۱۵) کی چار آیات میں ہے۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ دستر خواں اترا یا نہیں' جمہور کا مشہور قول ہے کہ نازل ہوا ہے اور اس کے اندر جو کھانے آئے تھے اس میں بھی اختلاف ہے۔

تاریخ میں ہے کہ اموی دور حکومت میں موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ فاتح مغرب نے یہ دستر خوان کسی خزانے میں پایا تھا۔ یہ طلائی طشتری تھی جس پر موتی لگے ہوئے تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے یہ دستر خواں ولید بن عبد الملک کی خدمت میں ارسال کیا وہ ان کے پاس رہا ان کے بعد سلیمان بن عبد الملک کے قبضہ میں تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستر خوان تھا اور بعض مورخ یہ بتاتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دستر خوان تھا۔

---

① تفسیر ابن کثیر ج ۲/ص ۱۵۰۔۱۵۴

بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ بات ذرا بعید از قیاس ہے کیونکہ عیسائی مائدہ کے قصہ سے قطعاً نابلد ہیں' واللہ اعلم۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲/ص ۱۵۵) الغرض مائدہ کے نزول میں اختلاف اپنی جگہ پر ہے' نازل ہوا یا نہ مگر رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان میں اللہ تعالیٰ کی برکت سے بارہا اضافہ ہوا' کھانے سے تناول کے وقت تسبیح کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور معمولی طعام سے متعدد دفعہ ہزارہا افراد نے کھانا تناول فرمایا اور کھانا جوں کا توں باقی بچا رہا تھا۔[1]

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ:

کا ایک عجیب و غریب واقعہ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ' اسحاق بن یحییٰ ملفی رحمۃ اللہ علیہ اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے قبیلے کے چند لوگوں نے پوچھا کیا حج کا ارادہ ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم خیال احباب ہوں تو ارادہ ہے۔ سب نے کہا واہ سبحان اللہ! ہم آپ کے ہم سفر ہیں تو ابو مسلم خولانی نے کہا آپ میرے رفیق سفر نہیں۔ میرے ساتھی اور رفیق سفر ایسے احباب ہیں جو زاد سفر اور سامان راہ سے بے نیاز ہیں۔ انہوں نے کہا واہ سبحان اللہ کیا بلا زاد بھی سفر طے ہو سکتا ہے؟ فرمایا' ہاں! پرندوں کو نہیں دیکھتے وہ صبح شام توشہ اور سامان کے بغیر چلتے پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو رزق مہیا کرتا ہے۔ یہ خرید و فروخت سے بے نیاز ہیں کھیتی باڑی سے بالکل مستغنی ہیں' انہوں نے کہا اچھا ہم سب آپ کے ہمراہ سفر کیلئے تیار ہیں تو آپ نے فرمایا تیار ہو جاؤ' چنانچہ وہ غوطہ دمشق سے روانہ ہوئے تو بالکل بے سر و سامان تھے' جب ایک منزل طے کی تو ابو مسلم خولانی سے عرض کیا کھانا اور جانوروں کیلئے چارہ درکار ہے' آپ نے فرمایا ہاں ہاں ضرور ملے گا۔ پھر ذرا ٹھٹکے اور مسجد کا رخ کیا' اس میں دو رکعت نماز کے بعد دعا کی۔ الٰہی! تیری ذات میرے مقصد سفر سے آگاہ ہے۔ میں تیری طاعت و فرمانبرداری کیلئے گھر سے نکلا ہوں۔ میں نے بڑے کنجوس اور بخیل دیکھے ہیں ان کے پاس مہمان آ جائیں تو وہ بھی دل کھول

---

[1] البدایة والنهایة عربی ج ٦/ص ٤٣٥

کر مہمان نوازی کرتے ہیں، ہم تیرے مہمان اور زائر ہیں، ہمارے خورد و نوش کا اہتمام کر اور جانوروں کیلئے چارہ بھیج چنانچہ ان کے سامنے دستر خوان بچھا دیا گیا ثرید کا برتن رکھ دیا گیا بقدر کفایت پانی مہیا کر دیا گیا اور چارہ بھی پیش کر دیا گیا مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ کہاں سے انتظام ہو رہا ہے۔ واپسی تک مسلسل اسی طرح انتظام ہوتا رہا۔

روزانہ دو وقت سب پر مائدہ نازل ہوتا تھا اور سواریوں کیلئے چارہ وغیرہ۔ یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص اتباع و طاعت کا ثمرہ ہے۔[1]

سابقہ امتوں کے واقعات بذریعہ وحی بتانا:

میں تمہیں بتا دیتا ہوں جو تم کھا آئے ہو اور جو اپنے گھر میں رکھ کر آؤ[2] حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دو قیدیوں کو فرمایا جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے وہ ابھی آنے نہ پائے گا کہ اس سے پہلے میں تمہیں بتا دوں گا۔ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے بتائی اور سکھائی ہیں[3]

یہ بات انبیاء علیہم السلام پر آسان اور معمولی بات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ واقعات بتائے جن میں سرمو فرق نہیں اسی طرح حالات حاضرہ کے بارے بتایا جو من و عن صحیح ثابت ہوا۔ (یہ بات پیش نگاہ رہے کہ یہ پوشیدہ واقعات انبیاء علیہم السلام وحی الٰہی کے ذریعے بتاتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا "یہ ان چیزوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے بتائی اور سکھائی ہیں"[4]

ظالمانہ صحیفہ:

قریش نے ایک ظالمانہ نوشت تحریر کی جب تک بنی ہاشم اور بنی مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہیں کر دیں گے ان سے مقاطعہ اور بائیکاٹ پر عمل پیرا رہیں گے

---

(۱) اخرجہ حافظ ابن عساکر فی تاریخ دمشق و ذکرہ ابن منظور فی التھذیب
(۲) سورۃ آل عمران ۴۹
(۳) سورہ یوسف ۳۷
(۴) سورہ یوسف آیت ۳۷

اور یہ تحریر کعبہ کی چھت پر آویزاں کردی' بامر الٰہی اسے دیمک چاٹ گئی صرف اللہ کا نام باقی رہا۔ ایک روایت میں صرف اللہ تعالیٰ کا نام چاٹا عظمت وتقدس کی خاطر کہ ظالمانہ صحیفہ میں ثبت نہ رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے چچا ابوطالب کو یہ ماجرا بتایا اور ابوطالب نے قریش کو بتایا تو قریش نے کہا اگر بات اسی طرح ہے تو بہتر ورنہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد کرنا پڑے گا۔ آپ نے صاد کیا تو صحیفہ اتارا۔ واقعی صحیفہ ہو بہو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق نکلا' اس صادق پیش گوئی سے قریش بائیکاٹ سے باز آئے اور متعدد مسلمان ہوئے۔[1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ :

اسیران بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے' آپ نے اس سے فدیہ طلب فرمایا تو اس نے کہا تہی دست ہوں' کوئی مال نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' آپ نے اور چچی ام فضل نے دہلیز کے نیچے مال و دولت دبایا تھا اور آپ نے چچی سے کہا تھا اگر میں قتل ہوگیا تو بچوں کیلئے کافی ہے'' تو عباس بے ساختہ بول اٹھے واللہ یا رسول اللہ ﷺ (بات سچی ہے) بجز اللہ تعالیٰ' میرے اور ام فضل کے اس بات کا کسی کو علم نہیں۔[2]

نجاشی :

جس روز حبشہ میں اصحمہ نجاشی فوت ہوا آپ ﷺ نے اسکی موت کی خبر دی اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی اسی طرح آپ ﷺ نے منبر پر جنگ موتہ کے امرا کی شہادت کی خبر دی اور آپ علیہ السلام کی آنکھیں اشکبار تھیں۔[3]

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ :

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب بنام قریش مکہ ارسال کیا۔

---

(1) اسیرة النبویة لابن هشام ج ۱/ص ۳۷۷

(2) اخرجه ابن اسحاق فی السیرة ج ۱/ص ۶۳۴ و ابو نعیم فی الدلائل ج ۲/ص ۶۱۴

(3) و قد تقدم الحدیث

آپ ﷺ نے اس مکتوب کے بارے لوگوں کو بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ وہ مکتوب اس عورت (سارہ) نے اپنی چوٹی یا نیفہ سے نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔[1]

کسریٰ کے قتل کی خبر:

کسریٰ کے حاکم یمن باذان نے دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کے بارے معلومات کیلئے بھیجا تھا۔ آپ نے ان کو بتایا ''اِنَّ رَبِّیْ قَدْ قَتَلَ اللَّیْلَةَ رَبَّکُمَا'' کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آج رات کسریٰ قتل ہو گیا ہے۔ انہوں نے یہ تاریخ یاد رکھی اور معلوم ہوا اسی رات کسریٰ کو اس کے لڑکے نے قتل کر دیا۔ چنانچہ یہ دونوں قاصد اور حاکم یمن مسلمان ہو گئے اور یہی لوگ یمن کی فتح کے باعث ہوئے۔ (وقد تقدم الحدیث)

زہد اور قناعت:

ان حامد الفقیہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے زہد اور دنیا سے نفرت کے بالمقابل رسول اللہ ﷺ کا زہد اور قناعت پیش کیا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے دنیا کے خزانے پیش کئے گئے اور آپ ﷺ نے ان سے اعراض کر کے فرمایا کہ مجھے ایک روز بھوک اور دوسرے روز کھانا پسند ہے۔ آپ ﷺ کے ۱۳ حرم تھے ماہ دو ماہ تک چولہا نہیں جلتا تھا صرف پانی اور کھجور پر گزارہ تھا۔ رات کو دیا نہیں جلتا تھا اور بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا۔ مسلسل تین روز گندم کی روٹی نہیں کھائی۔ آپ ﷺ کا بستر چرمی تھا اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ بسا اوقات بکری کا دودھ خود دوھا' جوتے اور لباس کو خود پیوند لگایا۔ آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو زرہ ایک یہودی کے ہاں غلہ کے عوض گروی تھی۔[2]

---

(۱) رواه البخاری فی صحیحه فی المغازی

(۲) البدایة والنهایة عربی ج٦/ص ٤٣٧

بشارت:

حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی گئی اسی طرح حضرت آمنہ کو بھی حمل کے دوران بشارت ملی کہ آپ ﷺ کے شکم مبارک میں اس قوم کا سردار ہے' اس کا نام محمد ﷺ رکھو۔ (اس کو ابونعیم نے بیان کیا ہے۔)

ولادت مبارک کی روایات:

اس روایت اور اس سے پہلی دو روایتوں میں سخت نا قابل اعتبار باتیں ہیں اور میں نے اپنی کتاب میں اس سے زیادہ نا قابل اعتبار روایات بیان نہیں کیں اور میرا دل ان کے لکھنے کو نہ چاہتا تھا مگر محض حافظ ابونعیم کی پیروی کر کے لکھ دی ہیں۔ خصائص کبریٰ للسیوطی ص ۴۷/۴۹ ج ا سند میں ابوبکر بن ابی مریم م ۱۵۶ھ ضعیف ہے سعید بن عمرو انصاری اور اس کا والد عمرو انصاری دونوں غیر معروف ہیں' دلائل ابونعیم ص ۳۴۰ ص ۵۳۵ م ۳۴ھ حاشیہ بروایت میلاد ص ۳۴۰

حافظ ابونعیم اصبہانی نے میلاد کے بارے میں ایک طویل حدیث بیان کی ہے ہم وہ نقل کرتے ہیں کہ ہماری کتاب سیرت النبی کا اختتام اور افتتاح یکساں ہو جائے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْهِ التُّکْلَانُ

ابونعیم' عمر انصاری سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ محمد ﷺ کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات قریش کے جملہ جانوروں نے کہا' رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ مادر شکم میں آ چکے ہیں' آپ ﷺ جہان کی امان اور لوگوں کیلئے چراغ (ہدایت) ہیں۔ قریش اور دیگر قبائل کی کاہنہ عورتوں کے جن' ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور ان سے علم کہانت چھن گیا اور دنیا کے بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے اور سلاطین گونگے ہو گئے۔ مشرق کے وحشی جانوروں نے جا کر مغرب کے وحشی جانوروں کو مبارک باد دی۔ اسی طرح بحری مخلوق نے ایک دوسرے کو خوشخبری سنائی' حمل

کے ہر ماہ کے اختتام پر زمین اور آسمان سے یہ صدا آتی تھی بشارت ہو کہ ابوالقاسم میمون و مبارک کے زمین پر ظہور کا وقت قریب آ چکا ہے۔ آپ ﷺ پورے نو ماہ والدہ کے شکم مبارک میں رہے' اسی اثنا آپ ﷺ کے والد ماجد فوت ہو گئے تو ملائکہ نے کہا ہمارے الہ و معبود تیرا نبی یتیم ہو گیا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا میں اس کا ولی' محافظ اور مددگار ہوں' تم اس میمون و مبارک ہستی کی ولادت سے برکت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمل کے چھ ماہ گزرے تو خواب میں کسی نے میرے پاؤں پر ٹھوکر مار کر کہا آمنہ رضی اللہ عنہا! سارے جہان کا سردار تیرے شکم میں ہے' جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد ﷺ یا نبی رکھنا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ بیتی سنایا کرتی تھیں کہ ولادت کے وقت جو تکلیف عورتوں کو پیش آتی ہے' وہ مجھے پیش آئی میں گھر میں تنہا تھی' عبدالمطلب طواف کو گئے تھے' غرض میری اس حالت کا کسی فرد بشر کو علم نہ تھا۔ میں نے سوموار کے روز سخت دھماکے کی آواز سنی اور میں ڈر کر سہم گئی اور میں نے دیکھا کہ سفید پرندے نے اپنا پر میرے دل پر پھیرا ہے اور میرا دکھ درد کافور ہو گیا۔

' پھر میں نے ایک طرف دیکھا کہ سفید رنگ کا شربت ہے' میں پیاسی تھی' دودھ سمجھ کر پی گئی اور مجھے عظیم نورانیت حاصل ہوئی پھر میں نے دیکھا کہ چند قد آور خواتین ہیں' عبدالمطلب کی لڑکیاں جیسی ہیں وہ مجھے غور سے دیکھ رہی ہیں' میں تعجب سے کہہ رہی ہوں' ہائے ان کو میرا حال کیسے معلوم ہو گیا۔ میری حالت بگڑ گئی اور لحظہ بہ لحظہ میں زوردار آواز سن رہی تھی' اتنے میں مجھے ایک طویل عریض سفید ریشمی چادر نظر آئی جو فضا میں پھیلی ہوئی تھی اور کوئی کہہ رہا ہے اسے لوگوں کی آنکھوں سے چھپا لو' میں نے فضا میں معلق چند مرد دیکھے ان کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں اور میرے بدن سے موتی کی طرح پسینے کے قطرے سے ٹپک رہے ہیں جو کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہیں اور میں دل ہی

دل میں کہہ رہی ہوں کاش عبدالمطلب آ جائیں۔ میں نے پرندوں کا ایک غول دیکھا معلوم نہیں وہ کہاں سے آیا اور میرے کمرے میں آ گیا ان کی چونچ زمرد کی ہے اور پر یاقوتی اللہ تعالیٰ نے میری بصیرت سے حجابات دور کر دیئے اور میں نے روئے زمین کا مشرق و مغرب دیکھ لیا اور مجھے تین علم نظر آئے۔ ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت پر۔

اب مجھے درد کی تکلیف کچھ زیادہ ہوگئی گویا مجھے چند عورتیں ٹیک لگائے بیٹھی ہیں پھر اتنی عورتیں جمع ہوگئیں کہ ان کے علاوہ گھر کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی۔ اس اثنا میں محمد ﷺ پیدا ہوئے۔ میں نے دیکھا وہ سجدہ میں ہے اور دو انگلیوں کو دعا کی طرح آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر میں نے ایک سفید بادل دیکھا جو آسمان سے نیچے آ کر اس پر چھا گیا ہے اور بچہ مجھ سے اوجھل ہو گیا۔ اتنے میں ایک منادی کو سنا وہ کہہ رہا ہے کہ محمد ﷺ کو مشرق و مغرب میں گھما دو اور تمام سمندروں کے اندر لے جاؤ کہ وہ آپ ﷺ کے اسم گرامی اور شکل و صورت کو پہچان لیں اور ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کا نام ماحی ہے ان کی بدولت دنیا سے شرک اور کفر مٹا دیا جائے گا۔ پھر آناً فاناً بادل چھٹ گیا' آپ دودھ سے زیادہ سفید لباس میں لپٹے نظر آئے' جس کے نیچے سبز ریشم ہے اور ہاتھ میں سفید موتی کی تین چابیاں ہیں اور کوئی کہہ رہا ہے کہ محمد ﷺ نے نصرت و عزت اور نبوت کی چابیاں پکڑی ہیں۔① حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اسے بیان کر کے چپ سادھ گئے ہیں اور یہ روایت حد درجہ غریب ہے۔

صرصری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

شیخ جمال الدین ابوزکریا' یحییٰ بن یوسف بن منصور بن عمر انصاری رحمۃ اللہ علیہ صرصری' حافظ حدیث' ماہر لغت' عاشق رسول' حسان رضی اللہ عنہ ثانی' بصارت سے محروم' بصیرت سے مالا مال تاتاریوں کے ہاتھوں ۶۵۶ھ میں بغداد میں شہید ہوئے۔ اپنے ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

① (ذکره السیوطی فی الخصائص ج۱/ص۱۱۸ وقال اخرجه ابونعیم فی الدلائل ج۲/ص۷۸۰ البدایة والنهایة عربی ج۶/ص۴۳۹)

مُحَمَّدُ الْمَبْعُوثُ لِلنَّاسِ رَحْمَةٌ
يُشَيِّدُ مَا أَوْهَى الضَّلَالُ وَيُصْلِحُ
لَئِنْ سَبَّحَتْ صُمُّ الْجِبَالِ مُجِيبَةً
لِدَاوُدَ أَوْلَانَ الْحَدِيدُ الْمُصَفَّحُ
فَإِنَّ الصُّخُورَ الصُّمَّ لَانَتْ بِكَفِّهِ
وَإِنَّ الْحَصَا فِي كَفِّهِ لَيُسَبِّحُ
وَإِنْ كَانَ مُوسَى أَنْبَعَ الْمَاءَ مِنَ الْعَصَا
فَمِنْ كَفِّهِ قَدْ أَصْبَحَ الْمَاءُ يُطْفَحُ

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں ضلالت وگمراہی نے جو فتنہ پھیلا دیا آپ اس کی اصلاح فرمارہے ہیں اگر ٹھوس پہاڑوں سے داؤد علیہ السلام کیلئے صدائے بازگشت آئی اور لوہا نرم ہوا۔ تو اس طرح ٹھوس پہاڑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے نرم ہو جائے اور سنگریزوں سے آپ کے ہاتھوں میں تسبیح کی آواز آئی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام نے عصا کی ضرب سے چشمہ پیدا کر دیا تو اسی طرح آپ کی ہتھیلی سے بھی پانی کے سوتے پھوٹے۔

وَإِنْ كَانَتِ الرِّيحُ الرُّخَاءُ مُطِيعَةً
سُلَيْمَانَ لَا تَأْلُو تَرُوحُ وَتَسْرَحُ
فَإِنَّ الصَّبَا كَانَتْ لِنَصْرِ نَبِيِّنَا
بِرُعْبٍ عَلَى شَهْرٍ بِهِ الْخَصْمُ يَكْلَحُ
وَإِنْ أُوتِيَ الْمُلْكُ الْعَظِيمُ وَسَخَّرَتْ
لَهُ الْجِنُّ تَشْفِي مَا رَضِيَهُ وَتَلْدَحُ
فَإِنَّ مَفَاتِيحَ الْكُنُوزِ بِأَسْرِهَا
أَتَتْهُ فَرَدَّ الزَّاهِدُ الْمُتَرَجِّحُ

(اگر سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا صبح شام تابع فرمان تھی۔ (پس باد صبا ہمارے نبی

کی نصرت و فتح کیلئے رواں ہوئی ایک ماہ کی مسافت پر مخالف آپ سے مرعوب اور خوفزدہ تھا۔ اگر اسے عظیم مملکت عطا ہوئی ہے اور جنات اس کے تابع ہیں جو مریضوں کیلئے تگ و دو کرتے ہیں۔ (جملہ خزانوں کی چابیاں آپ کو عطا ہوئیں لیکن قناعت پسند زاہد نے پھر واپس لوٹا دیں)

وَاِنَّ کَانَ اِبْرَاهِیْمُ اُعْطِیَ خُلَّةً

وَمُوْسٰی بِتَکْلِیْمٍ عَلَی الطُّوْرِ یَمْنَحُ

فَهٰذَا حَبِیْبٌ بَلْ خَلِیْلٌ مُکَلَّمٌ

وَخُصِّصَ بِالرُّؤْیَا وَبِالْحَقِّ اَشْرَحُ

وَخُصِّصَ بِالْحَوْضِ الْعَظِیْمِ وَبِاللِّوَا

وَیَشْفَعُ لِلْعَاصِیْنَ وَالنَّارُ تَلْفَحُ

وَبِالْمَقْعَدِ الْاَعْلٰی الْمُقَرَّبِ عِنْدَهٗ

عَطَاءٌ بِبُشْرَاهُ اَقَرُّ وَاَفْرَحُ

(اگر ابراہیم خلیل ہیں اور موسیٰ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب خدا ہیں بلکہ خلیل ہیں ان سے خدا ہم کلام ہوا اور دیدار الٰہی نصیب ہوا اور حق بات ہی بیان کرتا ہوں۔ (روز محشر حمد کا علم اور حوض کوثر صرف آپ ہی کو عطا ہوگا۔ جہنم کی شعلہ بار آگ سے آپ گناہ گاروں کی سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو مقام محمود عطا ہوگا میں اس بشارت پر فرحاں اور نازاں ہوں)

وَبِالرُّتْبَةِ الْعُلْیَا الْاَسِیْلَةِ دُوْنَهَا

مَرَاتِبُ اَرْبَابُ الْمَوَاهِبِ تَلْمَحُ

وَفِیْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ اَوَّلُ دَاخِلٌ

لَهٗ سَائِرُ الْاَبْوَابِ بِالْخَارِ تُفْتَحُ

(آپ بلند رتبہ پر فائز ہیں اس کے ورے ارباب فضل و کرم کے مرتبے ہیں۔

جنت فردوس میں سب سے اول داخل ہوں گے اور آپ کیلئے جنت کے جملہ دروازے کھلے ہونگے)

هَذا آخِرُ مَا يَسَّرَ اللّٰهُ جَمْعَهُ مِنَ الْاَخْبَارِ بِالْمُغِيْبَاتِ الَّتِيْ وَقَعَتْ اِلٰى زَمَانِنَا مِمَّا يَدْخُلُ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ وَاللّٰهُ الْهَادِيَ

❁ ❁ ❁